المسائل المهمة

فیما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلاء عام ہے

جلد دوم

پسند فرمودہ :

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مد ظلہ العالی

رئیس : جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندر بار

تحریک وتحریض :

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

ترتیب :

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دار الافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق و تخریج :

معاون مفتیان کرام دار الافتاء

ناشر :

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا ، نندربار ،مہاراشٹر

تقسیم کار

نام کتاب	:	المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة
پسند فرمودہ	:	حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم
تحریک وتحریض	:	حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
ترتیب	:	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملّی رحمانی
تحقیق وتخریج	:	معاون مفتیان کرام دارالافتاء
کمپوزنگ وتصحیح	:	مفتی شمشیر احمد بستوی/مفتی عبدالمتین کانڑگانوی
طبع سوم	:	۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء
صفحات	:	۲۶۹
قیمت	:	
باہتمام	:	ابوحمزہ وستانوی
ناشر	:	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone:02567,252556,252256

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(الأنبياء :٧)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

’’مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ‘‘

(صحيح البخاري)

فہرست عناوین

✿	**کتاب النکاح** (نکاح کا بیان)	✿

| ✿ | **کتاب البیوع** (خرید وفروخت کا بیان) | ✿ |

﴿انتساب﴾

☆مادرِ علمی جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے نام، جس کی آغوش میں رہ کر ہم علومِ اسلامیہ سے ایک گونہ آشنا ہوئے۔

☆ان فقہاء، محدثین، مفسرین، اصولیین، اور متکلمین، کے نام جنہوں نے اپنے خونِ جگر سے شجرۂ علوم اسلامیہ کی آبیاری کی، اور کر رہے ہیں۔

☆رہبرِ قوم وملت، مفکرِ اسلام، خادمِ قرآن وسنت، بانیٔ مساجد ومدارس، حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کے نام، جن کی شفقتوں، عنایتوں اور توجہات ہی سے ہم نے یہ منزل پائی ہے۔

☆محترم وبزرگ اساتذۂ کرام کے نام، جن کی شبانہ روز محنتوں، کاوشوں اور تربیت ہی سے ہم نے قلم تھامنا اور کتابوں کی ورق گردانی سیکھی ہے۔

☆مشفق ومربی والدین کے نام، جن کی دعائے نیم شبی وآہِ سحر گاہی سے، ہمارے دلوں میں علومِ اسلامیہ کی محبت پیدا ہوئی ہے!

ہم سب دعاء گو ہیں: اے آسمان وزمین کے مالک!

ہماری مادرِ علمی کو تا قیامت اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کے لئے قبول فرما!

فقہاءِ کرام کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرما!

خادمِ قرآن وسنت کو تا عمر صحت وعافیت عطا فرما!

ہمارے اساتذۂ کرام کے علوم میں برکت عطا فرما!

ہمارے والدین کے سایہ کو تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھ!

ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرما! آمین ثم آمین

طلباء دار الافتاء، جامعہ اکل کوا

۱۱/۷/۱۴۲۹ھ

☆☆☆☆☆

کلماتِ دعائیہ

از

بانیٔ جامعہ، خادم قرآن وسنت

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم وفیوضہم

☆قال النبي ﷺ :'' لكل شیء دعامة ، ودعامة الإسلام الفقه في الدين''.

(كنز العمال: ١٠ /٧٧، رقم الحديث: ٢٨٩٢٠)

(ہر چیز کے لیے ایک ستون ہے جس پر اس کا مدار ہوتا ہے، اور اس دین کا ستون فقہ ہے)

ہر زمانہ میں فقہ وفتاوی کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور سماج ومعاشرہ کی اصلاح وانقلاب کا اسے ایک مؤثر ذریعہ سمجھا گیا۔

آج کے اس پُر فتن، خدا بیزار، علوم اسلامیہ سے نہ صرف عدم واقفیت، بلکہ ایک حد تک اسلامی اقدار کے باغی معاشرہ اور سماج میں، بڑی حیرت انگیز تبدیلیاں اور زبردست انقلابات رونما ہوئے، سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے نئے اُفق پیدا کیے، اور اب دنیا گلوبلائزیشن (Globalization) کی دنیا کہی جانے لگی، معاشی اور اقتصادی امور میں، نت نئی ترقیات نے جہاں نئے نئے مسائل لا کھڑے کر دیئے، وہیں ذرائع ابلاغ کی نئی نئی ایجادات نے فکری و نظری، تہذیبی وثقافتی جنگوں کے محاذ کھول دیئے، اب جو لوگ شریعت اسلامیہ کو اپنی معاشرت، تجارت، اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سینکڑوں مسائل آ کھڑے ہیں، جن کے بارے میں وہ علماء اسلام و اصحابِ افتاء کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں، کہ کیا یہ جائز ہیں یا ناجائز؟

اس اہم موڑ پر ان کی رہنمائی ورہبری علماء شریعت پر فرض ہے، اسی فرض کی انجام دہی کے لیے جامعہ نے سالِ گزشتہ "قسم الإفتاء و دار الإفتاء" قائم کیا، تا کہ امت کو موجودہ حوادث ومسائل کا شرعی حل مل جائے، اور اس عظیم ذمہ داری کے بارِ گراں کو اٹھانے کے لیے، ملک ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے علماء بھی تیار ہوں۔

الحمدللہ! امسال دس فضلاء جامعہ اس شعبہ میں زیرِ تعلیم وتربیت رہے، شعبہ ہٰذا کے طلباء کی، دیگر تعلیمی وتربیتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ، پورے سال ایک مشغولیت یہ بھی رہی کہ جن مسائل میں لوگوں کا ابتلاء عام ہے، ان میں سے کسی ایک مسئلہ کی پوری صورت قلمبند کر کے، ان پر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، عباراتِ فقہیہ، اور قواعد کی روشنی میں احکامِ شرعیہ کی تطبیق کے بعد، جامعہ کی مسجد (مسجد میمنی) میں بعد نماز ظہر اس کو سناتے رہے۔

اب انہیں مسائل کا مجموعہ: ﴿المسائل المهمة فيماابتلت به العامة﴾ کے نام سے منظر عام پر آرہا ہے، میں نے ان مسائل کو مسجد میمنی میں سنا، ان کو عوام وخواص کیلئے بے انتہاء مفید پایا، اور ان کو شائع کرنے کی اجازت دی، میری دعاء ہے اللہ رب العزت اسے قبولیتِ عامہ عطاء فرمائے، امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، ان طلباء عزیز کو دنیا وآخرت میں فلاح ونجاح نصیب فرمائے، علومِ نافعہ سے بہرہ ور فرما کر خدمتِ دین کے لئے تاعمر قبول فرمائے، اور جامعہ کے تمام شعبہ جات کے ساتھ ساتھ، اس نوخیز شعبہ کو بھی خوب خوب پروان چڑھا کر بافیض بنائے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم و تب علينا إنك أنت التواب الرحيم. (آمين)

۱۲/۷/۱۴۲۹ھ

☆☆☆☆☆

﴿ایک اہم وضاحت﴾

از: مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

خادمِ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم﴾. (سورة الأعراف:۳)

تم لوگ اس (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:"لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه متبعا لما جئت به". (کنزالعمال:۱/ ۱۲۱)

آیتِ مبارکہ میں "ما" عموم کیلئے ہے، جو تمام مصادرِ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس وغیرہ کو شامل ہے، ہمارے فقہاء کرام کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا کہ وہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاسِ صحیح ہی سے مسائل کا استخراج واستنباط کرتے رہے، اور پچھلی چودہ صدیوں سے اسی طرح حلال وحرام کی معرفت حاصل کیجاتی رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔

☆ رسولِ عربی، آقا مدنی ﷺ کو جن کے ذریعہ ہمیں مصادرِ شرعیہ عطا ہوئے۔

☆ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جنھوں نے علومِ وحی کو پوری امانت داری کے ساتھ اپنے بعد والوں تک پہونچا دیا۔

☆ حضرات فقہاء، مفسرین، محدثین اور علماء دین کو جنھوں نے کمالِ احتیاط اور نظم وضبط کے ساتھ اصول وقواعد کو مدِ نظر رکھ کر بے شمار مسائل کو حل فرمایا۔

الحمد للہ! جامعہ میں سال گزشتہ دارالإفتاء کا قیام عمل میں آیا تو اول یوم سے ہی یہ کوشش کی گئی کہ اس سے امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے، اور ہر ممکن طریقہ سے امت کو حلال وحرام سے واقف کرایا جائے، اسی کے پیشِ نظر یہ کتاب﴿المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة﴾

کی طباعت عمل میں آرہی ہے، جو سلسلۂ مسائلِ مہمہ کی دوسری کڑی ہے سالِ گزشتہ مسائل مہمہ جلد اول شائع ہوچکی ہے، عوام وخواص نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا لہذا اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا، اور اب اس کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہر سال عوام وخواص کو پیش آمدہ مسائل تحقیق، تخریج اور تطبیق کے بعد پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی، قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں، تاکہ دنیا وآخرت کی کامیابی سے سرخرو ہوجائیں، اور ائمۂ مساجد سے بھی امید کی جاتی ہے کہ اس جانب متوجہ ہوں، اور فضائل کے ساتھ ساتھ مسائل سے بھی امت کو آگاہ کریں۔

اس کتاب میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی کہ ہر مسئلہ کو خوب سے خوب مدلل کیا جائے، اور مسئلہ کیلئے بطورِ دلیل قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول ﷺ کو بعد از تتبع پیش کیا جائے، اور ساتھ ہی ساتھ فقہاء امت کی تصنیفات وتالیفات سے بھرپور تعاون حاصل کرتے ہوئے، جزئیاتِ فقہیہ سے بھی تقویت دیجائے، تاکہ مسئلہ بالکل منقیٰ ومجلیٰ ہوکر سامنے آجائے۔

اللھم وفقنا لماتحب وترضی. (آمین)

☆☆☆☆☆

﴿کلماتِ تمہید﴾

اسلام جناب نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والا ایسا دین ہے، جو پورے عالم انسانی کی دنیوی کامیابی اوراخروی نجات کا ضامن ہے، ہم مسلمان ہونے کے ناطے زندگی کے ہر شعبے میں اس کے احکام کے مکلّف و پابند ہیں، اوراحکامِ اسلام پرعمل اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ احکامِ شرعیہ کی معرفت وواقفیت حاصل ہو۔

احکامِ شرعیہ کو جاننے کے دوطریقے ہیں:

(۱) اجتہاد: جو مجتہد کے ساتھ خاص ہے ۔(۲) تقلید وفتویٰ: جو ان لوگوں کیلئے لازم ہے جنہیں مقامِ اجتہاد حاصل نہ ہو، اگر ایسے لوگ کسی مسئلہ میں حکمِ شرعی کے محتاج ہوں، تو ان پر واجب ہے کہ وہ اہلِ علم سے اس کا حکمِ شرعی معلوم کریں، کیوں کہ ارشادِ ربانی ہے :

﴿فسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾.

ترجمہ: سواگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہلِ کتاب سے دریافت کرلو۔ (سورة الأنبياء:۷)

چنانچہ کسی مسلمان کیلئے کوئی تصرف یا کوئی فعل اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ اسے اس تصرف یا فعل کی بابت حکمِ خداوندی معلوم نہ ہو، اسی لئے فقہ کا قاعدہ ہے :

"لايجوز لمسلم أن يتصرف أو يفعل فعلاً إلا بعد معرفة حكم الله فيه".

(موسوعة القواعد الفقهية: ۱۵/۸)

فرائضِ خمسہ: کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور علمِ اخلاص کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، کیوں کہ صحتِ عمل اسی پر موقوف ہے، اسی طرح علمِ حلال وحرام، اور علمِ ریاء کا حاصل کرنا بھی فرض ہے، کیوں کہ عابد ریاء کے سبب اپنے عمل کے ثواب سے محروم ہوتا ہے ، علمِ حسد وعُجب کا حاصل کرنا بھی فرض ہے، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں نیک عمل کو ایسے ہی کھا جاتی

ہیں، جیسے آگ لکڑی کو، خرید وفروخت، نکاح وطلاق کا علم اس شخص پر حاصل کرنا فرض ہے، جوان امور میں داخل ہونا چاہتا ہے، اُن الفاظ وکلمات کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے، جس سے انسان اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

وفي تبيين المحارم :" لا شك في فرضية علم الفرائض الخمس، وعلم الإخلاص، لأن صحة العمل موقوفة عليه، وعلم الحلال والحرام، وعلم الرياء، لأن العابد محروم من ثواب عمله بالرياء، وعلم الحسد والعجب؛ إذ هما يأكلان العمل كما تأكل النار الحطب؛ وعلم البيع والشراء، والنكاح والطلاق لمن أراد الدخول في هذه الأشياء، وعلم الألفاظ المحرمة أو المكفرة ". (ردالمحتار:۱/۱۲٦)

زیرِنظر کتاب ﴿**المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة**﴾ (یعنی وہ اہم مسائل جن میں ابتلائے عام ہے) ان دوسوچھبیس (**۲۲٦**) محقق و مدلل، آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ سے مزین مسائل کا مجموعہ ہے، جسے دارالِافتاء کے طلباء ہر روز بعد نمازِ ظہر بعنوان **''مسئلہ''** جامعہ کی مسجد (مسجدِ میمنی) میں پڑھتے رہے، درحقیقت یہ مسائل نہیں بلکہ فتاویٰ ہیں، کیوں کہ جب بھی مدیرِ شاہراہ ''ابوحمزہ'' وستانوی زید مجدہ، یا کسی استاذِ محترم، یا کسی طالبِ جامعہ نے کسی مسئلہ میں ابتلائے عام دیکھا، تو دارالِافتاء کو اس جانب متوجہ کیا، اور دارالِافتاء نے پوری صورتِ مسئلہ قلمبند کرکے اس پر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، عباراتِ فقہیہ اور قواعدِ فقہ کی روشنی میں، احکامِ شرعیہ کی تخریج وتطبیق کی۔

الحمدللہ! طلباء، اساتذہ، ٹیچرس **(Teachers)** پروفیسرس **(Professors)** حضرات کی طرف سے حوصلہ افزاء کلمات، اوراس کی افادیت کی اطلاعات ملتی رہیں، تو دارالِافتاء نے یہ سلسلہ احاطۂ جامعہ **(Campus)** میں واقع تمام مسجدوں میں جاری کیا، اب اس کی

افادیت کومزید عام کرنے کی خاطر اسے کتابی شکل دی جارہی ہے،اگر ائمۂ مساجد کسی بھی نماز کے بعداس کتاب سے روزانہ ایک مسئلہ اپنے مقتدیوں کوسنانے کا اہتمام کرلیں،تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ دینی اعتبار سے اس کا بڑا فائدہ ہوگا ،اورلوگوں کو دین کے اہم مسائل نہ صرف معلوم ہونگے بلکہ ان کی عبادتوں ، معاشرتوں اور معاملات میں کافی حد تک سدھارواصلاح ہوگی ،جودینِ اسلام کاعظیم مقصد ہے۔ وما توفيقي إلا بالله. فقط

(مفتی)محمد جعفر(صاحب)ملی رحمانی

دار الإفتاء

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا،نندربار

۱۵/ ۷/ ۱۴۳۰ھ / م ۸/ ۷/ ۲۰۰۹ء

برائے رابطہ:

DARUL IFTA

Jamia Islamia Ishaatul Uloom

Akkalkuwa Dist.Nandurbar(M.S)425415

Phone & Fax: 02567 52556

E-mail jafarmilly@gmail.com

E-mail fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

کتاب الإیمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کا بیان)

توبہ کا صحیح طریقہ

مسئلہ (۱): بعض لوگ توبہ کرتے وقت اپنے رخساروں کو تھپتھپاتے ہیں شرعاً یہ طریقہ درست نہیں بلکہ محض ایک رسم ہے، توبہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ گناہوں پر ندامت ہو، آئندہ گناہوں سے بچنے کا پختہ ارادہ ہو اور اگر شریعت نے اس گناہ کے لیے کوئی کفارہ متعین کیا ہو تو کفارہ ادا کرے اور اگر معصیت کا تعلق کسی آدمی کے حق سے ہے تو وہ حق ادا کیا جائے یا اس سے معاف کرالیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الکریم ": ﴿یآیها الذین آمنوا توبوا إلی الله توبة نصوحا﴾ . (التحریم:۸)

ما في الحدیث : عن عبد الله رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " التوبة من الذنب أن یتوب منه ثم لا یعود فیه ". (المسند للإمام أحمد بن حنبل: ۱۹۸/۴، رقم الحدیث: ۴۲۶۴)

ما في "شرح المسلم للنووي": قال أصحابنا وغیرهم من العلماء: التوبة ثلاثة شروط أن یقلع عن المعصیة وأن یندم فعلها وأن یعزم عزماً جازماً أن لا یعود إلی مثلها أبداً، فإن کانت المعصیة متعلق بآدمي فلها شرط رابع وهو رد الظلامة إلی صاحبها أو تحصیل البراء ة منه.

(۲۹۳/۸، باب في استحباب الاستغفار والاستکثار فیه، مرقاة المفاتیح:۲۴۱/۵، باب الاستغفار والتوبة)

ما في "الموسوعة الفقهیة الکویتیة": وفي الاصطلاح : التوبة هي الندم والإقلاع عن المعصیة =

کسی کو اللہ کے صفاتی نام کے ساتھ پکارنا

مسئلہ (۲): جن لوگوں کے نام اللہ تعالی کے صفاتی نام پر ہوں، جیسے عبدالرحمٰن، عبدالقیوم وغیرہ، ایسے شخص کو اے رحمٰن اے قیوم کہہ کر پکارنا ایک قسم کی سوءِ ادبی ہے، لہذا اس طرح پکارنے سے احتراز کرکے پورا نام لینا چاہیے، اگر کوئی شخص قصداً اس طرح پکارے تو یہ کفر ہے، کیونکہ کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اللہ پاک کا نام بولنا اس کو اللہ کے درجہ میں تسلیم کرنا ہے جو موجبِ کفر ہے، الا یہ کہ پکارنے والا معنیٔ لغوی کا قصد کرے تو موجبِ کفر نہیں، تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ پورا نام لیا جائے۔[1]

= من حيث هي معصية . وهو العزم على عدم العود إليها إذا قدر . والندم توجع القلب وتحزنه لما فعل وتمنى كونه لم يفعل فحقيقة التوبة الرجوع إلى الله بالتزام فعل ما يجب وترك ما يكره .(۱۱۹/۱۴) (کتاب الفتاوی:۱/۴۰۲)

الحجة على ماقلنا

(۱) ما في "شرح الفقه الأكبر": ومن قال لمخلوق يا قدوس أوالقيوم أوالرحمٰن أو قال إسما من أسماء الخالق كفر وهو يفيد أنه من قال لمخلوق يا عزيز ونحوه يكفر أيضاًإلا إن أراد بهما المعنى اللغوي لا الخصوص الإسمي . والأحوط أن يقول يا عبد العزيز ويا عبد الرحمٰن.

(ص۱۹۳، مكتبه حقانيه ملتان، ص۲۳۸، مكتبه أشرفي بكڈپو ديوبند)

ما في " الدر المختار مع الشامية": قال أبو الليث : لا أحب للعجم أن يسموا عبد الرحمٰن وعبد الرحيم لأنهم لا يعرفون تفسيره ويسمونه

بالتصغير . تاتارخانية، وهذا مشتهر في زماننا حيث ينادون من إسمه عبد الرحيم وعبد الكريم أو عبد العزيز مثلاً فيقولون رحيم و كريم وعزيز بتشديد ياء التصغير .

(۵/۵۱۲، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)=

حدیث سنانے پر یہ کہنا کہ میں اسے بار بار سن چکا ہوں

مسئلہ(۳): اگر کوئی شخص کسی کو کوئی حدیث شریف سنائے اور اس پر وہ شخص یہ کہے میں تو اسے بار بار سن چکا ہوں، اگر اس کا یہ قول استخفافاً ہے تو اس کے لئے ایمان ونکاح کی تجدید اور توبہ لازم ہے، اور اگر استخفافاً نہیں ہے تو موجبِ کفر نہیں ہے۔ (۱)

= ما في ''الشامية '': بقاعد فقهية سداً للذرائع :'' ما كان سبباً لمحظور فهو محظور '' .

(۵/۲۲۳، نعمانيه)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '': ''وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز ''. (۹/۴۳۲)

(فتاوی یوسفیہ:۱/۳۱۳،فتاوی محمودیہ:۱۹/ ۳۸۸)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الفتاوى البزازية على هامش الهندية'': من سمع حديثه عليه السلام فقال سمعناه كثيراً بطريق الاستخفاف يكفر. والحاصل أنه إذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر . (۶/۳۲۸، كتاب الألفاظ تكون مسلما، الباب الثالث)

ما في ''مجمع الأنهر'': من استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه الصلاة والسلام أو رد حديثاً متواتراً أو قال سمعناه كثيراً بطريق الاستخفاف كفّر .

(۲/۵۰۶ كتاب السير والجهاد تم ان الفاظ الكفر انوع)

ما في ''البحر الرائق'': واختلفوا فيمن قال لو لم يأكل آدم عليه الصلاة والسلام الحنطة ما صرنا أشقياء ، وبرده حديثاً مروياً إن كان متواتراً أو قال على وجه الاستخفاف سمعناه كثيراً . (۵/۲۰۴، كتاب السير، باب أحكام المرتدين) (فتاوی یوسفیہ:۱/۵۱۴)

غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں

مسئلہ (۴): قسم کا مقصد تقدیس وتعظیم ہے اور وہ صرف اللہ کے ساتھ مختص ہے، اس لیے مخلوق میں سے کسی شخص یا اس کے سر، گلے اور زندگی کی قسم کھانا اگر اس اعتقاد کے ساتھ ہو کہ وہ بھی ایسا ہی مقدس ومعظم ہے جیسے باری تعالیٰ کی ذات ہے، تو اس طرح کی قسم کھانے کو حدیثِ پاک میں کفر وشرک قرار دیا گیا ہے، اس لیے ایسی قسم کھانا ہرگز جائز نہیں بلکہ سخت گناہ ہے، ضرورت پیش آنے پر صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی قسم کھانا چاہیے اور بات بات پر قسم کھانے سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: " إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم ، من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت ".

(صحيح البخاري: ۲/۹۸۳، رقم الحديث: ۶۶۴۶، كتاب الإيمان والتقدير لا تحلفوا بآبائكم)

ما في "الحديث": عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من حلف بغير الله فقد أشرك ".

(السنن لأبي داود: رقم الحديث : ۳۲۵۱، السنن للترمذي : رقم الحديث : ۱۵۳۰)

ما في "المرقاة المفاتيح": أي معتقد تعظيم ذلك الغير فقد أشرك أي شركاً جلياً أو خفياً لأنه أشرك المحلوف به مع الله تعالى في التعظيم المخصوص به.

(۶/۵۳۸، رقم الحديث: ۳۴۱۹، كتاب الإيمان والتقدير)

ما في "موسوعة فتح الملهم مع التكملة": والحكمة في النهي عن الحلف بالآباء أنه يقتضي تعظيم المحلوف به وحقيقة العظمة مختصة بالله تعالىٰ جلت عظمته فلا يضاهي به غيره......

..................ظاهر الحديث تخصيص الحلف بالله تعالىٰ خاصة لكن =

توہینِ فتویٰ کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۵): بہت سے حضرات مسائلِ شرعیہ یعنی فتووں کی یہ کہہ کر تحقیر کرتے ہیں کہ یہ مفتیوں کی خانہ ساز باتیں ہیں، لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، یا آج ان فتووں پر کون عمل کرتا ہے، اس طرح کی دیگر توہین آمیز باتیں فتاوی کے متعلق کہی جاتی ہیں، اگر یہ باتیں دیدہ ودانستہ، شریعت کی توہین واستخفاف کے لئے کہی جائے تو کہنے والے کے کفر کا اندیشہ ہے، اس لئے اس طرح کی باتوں سے کلی اجتناب ضروری ہے۔[1]

=قد اتفق الفقهاء على أن اليمين تنعقد بالله وصفاته العلية .... قال ابن عبد البر: لا يجوز الحلف بغير الله بالإجماع ومراده بنفي الجواز، الكراهة أعم من التحريم والتنزيه فإنه قال في موضع آخر: أجمع العلماء على أن اليمين بغير الله منهي عنها.

(۱۵٦/۸، ۱۵۷، كتاب الإيمان، رقم الحديث: ۴۲۳۳)

ما في "فتاوى معاصرة للدكتور وهبة الزحيلي": والحلف بغير الله أو بحياة أحد من المخلوقين أو رأسه من غير تقديس مكروه بأي صيغة كان، لا حرام، إن لم يعتقد في المحلوف به أن يعظم بالحلف به كما يعظم الله فإن اعتقد ذلک كفر.............. والحلف يجب أن يكون بالله تعالى أو بأسمائه وصفاته فقط، لا بالنبي والملائكه والكعبة والحياة والأمانة............. ويكره تكرار الحلف بالله أو الإكثار منه لقوله تعالى: ﴿ولا تجعلوا الله عرضة لأيمانكم أن تبروا وتتقوا وتصلحوا بين الناس﴾ [البقرة: ۲/۲۲۴]............ وأما حديث: "من حلف بغير الله فقد أشرک"، فالمراد به: أن من اعتقد بتقديس أو تعظيم غير الله مثل تعظيم الله فهو كافر أو مشرک، أما إذا جرى اليمين على لسانه من غير هذا القصد فيكون قوله مكروها.

(ص۲٧٦، ۲٧٧، العقيدة والأخلاق والآداب، ما حكم الحلف بغير الله تعالى)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الفتاوى الهندية": رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة فردها وقال: " چه بارنامه فتوى آورده". قيل يكفر لأنه رد حكم الشرع وكذا لو لم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوى على =

علماء وحفاظ کی توہین کا حکم

مسئلہ (۶): علم اللہ کی صفت ہے اور اللہ اپنی اس صفت سے اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی نوازتے ہیں، تاکہ وہ نائبِ رسول بن کر لوگوں کو راہِ شریعت بتلائے۔ بلا کسی سببِ ظاہری اور عداوتِ دنیوی، کسی عالمِ دین یا حافظِ قرآن کی اہانت درحقیقت علمِ دین کی اہانت ہے، جس کو کفر قرار دیا گیا ہے، اس لئے اس سے کلی اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

= الأرض وقال : " ایں چه شرع است" كفر.

(۲/ ۲۷۲، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء، الفتاوى التاتارخانية: ۴/ ۲۶۲، كتاب أحكام المرتدين، فصل في العلم والعلماء ...الخ)

ما في "الفتاوى البزازية على هامش الهندية": رجع من مجلس العلم فقال آخر: " از كشت آمدا ".
وقال: " مرا بعلم چه كار ". أو قال: من يقدر على أداء ما يقولون أو ألقى الفتوى على الأرض أو قال: " چه بار نامه آوردى " عند روية الفتوى أو قال: " ایں چه شرع است " يكفر لأنه رد حكم الشرع .

(۶/ ۳۳۷، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، الفصل الثاني، النوع الثامن في استخفاف العلم والعلماء)

ما في "ما لا بد منه": اگر به سوئے فتوى ديد وگفت كه ایں چه بار نامه فتوى آوردى اگر شريعت را سبک دانسته گفت كافر شود . (ص ۱۳۳، بيان كلمات كفر)

ما في " الموسوعة الفقهية ": اتفق الفقهاء على كفر من استخف بالأحكام الشرعية من حيث كونها أحكاماً شرعية مثل استخفاف بالصلاة أو الزكاة أو الحج أو الصيام أو لاستخفاف بحدود الله كحد السرقة والزنى . (۳/ ۲۵۱، استخفاف)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر": وفي البزازية: فالاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم، والعلم صفة الله تعالى منحه فضلاً على خيار عباده ليدُلوا خلقه على شريعته =

قرآنی آیات طشتری یا برتن پر لکھ کر مریض کو پلانا

مسئلہ(۷): بہت سے عامل حضرات مریض کو طشتری یا کسی برتن پر زعفران یا روشنائی سے قرآنی آیات لکھ کر دیتے ہیں، پھر اس میں پانی ڈال کر مریض کو پینے کو کہتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ اس کو مؤثرِ حقیقی نہ سمجھا جائے۔(۱)

= نیابة عن رسله فاستخفافه بهذا یعلم أنه إلی من یعود ...... ومن أهان الشریعة أو المسائل التي لا بد منها کفر ومن أبغض عالماً من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر ولو شتم فم عالم فقهیة یکفر.

(۵۰۹/۲، کتاب السیر، باب المرتد في الاستخفاف بالعلم، الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة: ۳۳۶/۶، کتاب السیر، الثامن في الاستخفاف بالعلم)

ما في "الفتاویٰ الهندیة": یخاف علیه الکفر إذا شتم عالماً أو فقیهاً من غیر سبب.

(۲۷۰/۲، کتاب السیر، الباب التاسع في أحکام المرتدین ومنها ما یتعلق بالعلم والعلماء)

ما في "خلاصة الفتاوی": ومن أبغض عالماً بغیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر.

(۳۸۸/۴، کتاب ألفاظ الکفر، الجنس الثامن في استخفاف العلم والعلماء، فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة: ۵۷۵/۳)

ما في "إعلام الموقعین": بقاعدة فقهیة: "وسیلة المقصود تابعة للمقصود وکلاهما مقصود".

(۱۷۵/۳، فصل في سد الذرائع)

وما في "المقاصد الشرعیة للخادمي": "إن الوسیلة أو الذریعة تکون محرمة إذا کان المقصد محرماً وتکون واجبة إذا کان المقصد واجباً". (ص۴۶)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في "جامع الأحکام الفقهیة للإمام القرطبي في تفسیره": مسئلة: جواز النشرة: وهي أن یکتب شیئاً من أسماء الله أو من القرآن ثم یغسله بالماء ثم یمسحه به المریض أو یسقیه.

(۳۵۲/۳، کتاب الطب، رقم المسئلة: ۲۰۴۵) =

....
....

= وما "في الموسوعة الفقهية": وأما حكم النشرة فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه جائز وهو قول سعيد بن المسيب وعائشة وأبي عبد الله الطبري . وكانت عائشة رضي الله عنها تقرأ بالمعوذتين في إناء ثم تأمر أن يصيب على المريض. (۲۵/۱۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": وفي المجتبى : اختلف في الاستشفاء بالقرآن بأن يقرأ على المريض أو الملدوغ الفاتحة ..... أو يكتب في ورق ويعلق عليه أو في طست ويغسل ويسقى . وعن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يعوذ نفسه، قال علي رضي الله عنه وعلى الجواز عمل الناس اليوم .
(۳۶۳/۹، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، قبيل فصل في النظر والمس)

وما في "جامع الأحكام الفقهية للإمام القرطبي في تفسيره": اختلف العلماء في النشرة، وهي أن يكتب شيئاً من أسماء الله أو من القرآن ثم يغسله بالماء ثم يمسحه به المريض فأجازها سعيد بن المسيب قيل له : الرجل يؤخذ عن امرأته أيحل عنه وينشر؟ قال: لا بأس به، وما ينفع لم ينه عنه، ولم ير المجاهد أن تكتب آيات من القرآن ثم يغسل ثم يسقاه صاحب القرع .

(۳۵۲/۳ ،کتاب الطب)

وما في "موسوعة تكملة فتح الملهم": أما كتابة المعوذات وتعليقها في عنق الصبيان والمرضى، أو كتابتها وسقى مدادها للمريض فقد ثبت عن عدة من الصحابة والتابعين ....وقال الحافظ ابن تيمية في فتاواه [۶۴/۱۹] : ويجوز أن يكتب للمصاب وغيره من المرضى شيئاً من كتاب الله وذكره بالمداد المباح ويغسل ويسقى كما نص على ذلک أحمد وغيره .... الخ . (۲۷۶/۱۰، ۲۷۷، کتاب الطب، باب رقية المريض بالمعوذات والنفث)

ما في "الفتاوى الهندية": واختلف في الاسترقاء بالقرآن ونحوه أن يقرأ على المريض والملدوغ أو يكتب في ورق ويعلق أو يكتب في طست فيغسل ويسقى المريض فأباحه عطاء ومجاهد وأبو قلابة ، وكرهه النخعي والبصري.

(۳۵۶/۵ ، کتاب الکراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجة)

جنتریوں سے فال نکالنا شرعاً کیسا ہے؟

مسئلہ (۸): آج کل بازاروں میں ایسی جنتریاں دستیاب ہیں جن میں مختلف طریقوں سے فال نکالنے کے طریقے اور پیشن گوئیاں درج رہتی ہیں، ان فالناموں کو کھولنا اوران کی خبروں پر یقین رکھنا، اسی طرح ان جنتریوں کی پیشن گوئیوں پر اعتقاد رکھنا شرعاً باطل ہے، لہذا ایسی جنتریوں کو خریدنے اورانہیں استعمال کرنے سے بچنا شرعاً واجب ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تقف ما ليس لک به علم﴾. (سورة الإسراء : ٣٦)

ما في "الحديث": عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : " من أتى حائضاً أو امرأة في دبرها أو كاهناً فقد كفر بما أنزل على محمد ".

(السنن للترمذي: ١/ ٣٥، كتاب الطهارة، باب ما جاء في كراهية إتيان الحائض)

وما في "الحديث": عن بعض أزواج النبي ﷺ عن النبي ﷺ قال : " من أتى عرافاً فسأله عن شيء فصدقه بما يقول لم تقبل له صلاة اربعين يوماً ".

(الصحيح المسلم: ٢/ ٢٣٢، كتاب الطب، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان، رقم الحديث: ٥٨٢٤)

ما في "القول المفيد على كتاب التوحيد": فسؤال العراف ونحوه ينقسم إلى أقسام: القسم الأول: أن يسأله سوالاً مجرداً فهذا حرام لقول النبي ﷺ: " من أتى عرافاً ..." فإثبات العقوبة على سواله يدل على تحريمه إذ لا عقوبة إلا على فعل محرم. القسم الثاني: أن يسأله فيصدقه ويعتبر قوله فهذا كفر لأن تصديقه في علم الغيب تكذيب للقرآن حيث قال تعالى: ﴿قل لايعلم من في السمٰوٰت والأرض الغيب إلا الله﴾. القسم الثالث: أن يسأله ليختبره هل هو صادق أو كاذب لا لأجل أن يأخذ بقوله فهذا لا بأس به ولا يدخل في الحديث. القسم الرابع: أن يسأله ليظهر عجزه وكذبه فيمتحنه فى أمور يتبين بها كذبه وعجزه وهذا مطلوب وقد يكون واجباً.

(٢/ ٢٠، ٢١، باب ما جاء في الكهان ونحوهم)

ما في "المقاصد الشرعية للخادمي": إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً. (ص ٤٦)

الٹا جوتا یا چپل رکھنے سے کام بگڑ جاتا ہے؟

مسئلہ (۹): بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ الٹا جوتا یا چپل اگر درست نہ کیا جائے تو اس سے کام بگڑ جاتا ہے، گھر میں جھگڑے ہوتے ہیں، کام الٹے ہوجاتے ہیں وغیرہ، اس لئے جلد از جلد اس کو سیدھا کر دیا جائے، یہ عقیدہ رکھنا سراسر غلط ہے، البتہ کسی بھی چیز کو وضعِ اصلی کے مطابق رکھنا دائرۂ ادب وتہذیب میں داخل ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتٰب من قبل أن نبرأها﴾ . (سورة الحديد : ۲۲)

ما في "روح المعاني": والكلام على العموم بجميع الشرور أي مصيبة أي مصيبة في الأرض كجدب وعاهة في الزرع والثمار والزلزلة وغيرها ولا في أنفسكم كمرض وآفة كالجرح والكسر إلا في كتاب أي إلا مكتوبة مثبتة في اللوح المحفوظ وقيل في علم الله عزوجل .
(۱۵/ ۲۸۵)

وما في "التفسير الكبير": هذه الآية دالة على أن جميع الحوادث الأرضية قبل دخولها في الوجود مكتوبة في اللوح المحفوظ . (۱۰/ ۴۶۷)

وما في " القرآن الكريم ": ﴿قالوا إنا تطيرنا بكم﴾ . (سورة يٰسٓ: ۱۸)

ما في "تفسير المظهري": يعنون أن ما نزل بنا إنما هو يشومكم وذلک لاستغرابهم ما ادعوه واستقباحهم له وتنفرهم عنه فإن عاده الجهال أن يتمنوا كل شيء مالت إليه طباعهم ويتشاء موا ما كرهوه . (۸/ ۳۵)

وقال تعالى : ﴿قالوا الطيرنا بک وبمن معک﴾ . (سورة النمل: ۴۷)

ما في "معارج التفكر ودقائق التدبر": والتطير هو التشاء م بالأشياء وبالأشخاص أو بمسموع أو مرئي أو نحو ذلک. (۹/ ۳۹۹) =

صبح کے وقت دوکاندار کا ادھار سامان نہ دینا

مسئلہ (۱۰): بہت سے دوکاندار صبح سویرے ادھار دینے کو منحوس سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر صبح میں ادھار دیا جائے تو شام تک ادھار ہی فروخت ہوگا، یا کسی کام کے کیلئے جاتے وقت بلّی اگر سامنے سے گزر جائے تو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کام پورا نہیں ہوگا، یا کسی کے گھر الّو بیٹھے یا بولے تو کسی کی موت واقع ہوتی ہے یا گھر ویران ہوجاتا ہے، اسی طرح صفر کے مہینے میں شادی کو نامبارک سمجھتے ہیں، یہ خیالات اسلامی نقطۂ نگاہ سے بے بنیاد اور غلط ہیں (اور زمانۂ جاہلیت کی عکاسی کرتے ہیں)۔ (۱)

= ما في ''الحديث'': '' الطيرة شرک قاله ثلاثاً وما منا إلا ولکن الله يذهبه بالتوکل ''.

(السنن لأبي داود: ص ۵۴۶، کتاب الکهانة والتطير، رقم الحديث: ۳۹۱۰، السنن الترمذي: رقم الحديث: ۱۶۱۴)

ما في ''المرقاة المفاتيح'': إن الطيرة مصدر التطير وکان ذلک يصدهم عن مقاصدهم فنفاه الشرع، وأبطله ونهاهم عنه وأخبر أنه ليس له تأثير في جلب نفع أو دفع ضرر ....کانوا يجعلون العبرة في ذلک تارة بالأسماء وتارة بالأصوات وتارة بالسنوح وکانوا يهيجونها من أماکنها لذلک . (۸/ ۳۹۱، باب الفال والطيرة ، بذل المجهود : ۱۱/ ۶۳۷، کتاب الکهانة والتطير، باب في الخط وزجر الطير)

ما في ''المرقاة المفاتيح'': من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرک أي شرکاً جلياً. وقال القاضي : إنما سماها شرکاً لأنهم کانوا يرون ما يتشاء مون به سبباً مؤثراً في حصول المکرو. (۸/۳۹۳، رقم الحديث: ۴۵۸۴)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في '' القرآن الکريم '' : ﴿قل لن يصيبنا إلاّ ما کتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوکل المؤمنون﴾. (سورة التوبة: ۵۱) =

....

....

= ما في "روح المعاني": أي لن يصيبنا إلاّ ما خط الله لأجلنا في اللوح ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى. (۱۶۶/۶)

ما في الكتاب : ﴿قالوا اطّيرنا بک وبمن معک﴾. (سورة النمل: ۴۷)

ما في "معارج التفكر والتدبر": والتطير هو التشاؤم بالأشياء وبالأشخاص أو بمسموع أو مرئ أو نحو ذلک . (۳۹۹/۹)

وما في "الحديث": قال رسول الله ﷺ :" لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر ".(الصحيح للبخاري : ۸۵۷/۲)

ما في "المرقاة المفاتيح: إن الطيرة مصدر التطير وكان ذلک يصدهم عن مقاصدهم فنفاه الشرع وأبطله ونهى عنه وأخبر أنه ليس له تاثير في جلب نفع أو دفع ضرر .... كانوا يجعلون العبرة في ذلک تارة بالأسماء وتارة بالأصوات وتارة بالسنوح والبروح يهيجونها من أماكنها. (۳۹۱/۸ ، باب الفال والطيرة ، بذل المجهود: ۲۳۷/۱۱)

ما في "القول المفيد على كتاب التوحيد": (ولا هامة) .... التفسير الثاني : أن بعض العرب يقولون الهامة هي الطير المعروف لكنهم يتشاءمون بها فإذا وقعت على بيت أحدهم ونعقت قالوا : إنها تنعق به ليموت ويعتقدون أن هذا دليل قرب أجله، وهذا كله بلا شک عقيدة باطلة .... (ولا صفر) قيل إنه شهر صفر كانت العرب يتشاءمون ولا سيما في النكاح .... وهذه النفي في هذه الأمور الأربعة ليس نفياً للوجود لأنها موجودة ولكنه نفي للتاثير فالمؤثر هو الله ، فما كان منها سبباً معلوماً فهو سبب صحيح ، وما كان سبباً موهوم فهو سبب باطل ، ويكون نفياً لتاثيره بنفسه إن كان صحيحاً ولكونه سبباً إن كان باطلاً .

(۹۹/۲، باب ما جاء في التطير)

بلی کے رونے کی آواز سن کر اسے بھگا دینا

مسئلہ (۱۱): بعض لوگ بلی کے رونے کی آواز سن کر یہ کہتے ہیں کہ اس کو بھگا دو، ورنہ کوئی مرجائے گا، اسی طرح کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت یا رنج ہوتا ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہتھیلی میں خارش یعنی کھجلی ہونے سے مال ملتا ہے، یا جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر پیش آتا ہے، یہ تمام باتیں غلط، بے بنیاد اور توہم پرستی ہیں، جن کا شریعتِ اسلامی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة: ۵۱)

ما في "تفسير روح المعاني": أي لن يصيبنا إلا ما حظ الله لأجلنا في اللوح ..... فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۱٦/٦)

ما في "الموسوعة الفقهية": قد اتفق أهل التوحيدعلى تحريم التطير ونفي تأثيره في الحدوث الخير أو الشر لما في ذلک من الإشراک بالله في تدبير الأمور. (۱۸۳/۱۲)

ما في "مرقاة المفاتيح": من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرک جلياً. (۳۹۱/۸)

وما في " القرآن الكريم ": ﴿قالوا الطيرنا بک وبمن معک﴾.(سورة النمل:۴۷)

ما في "معارج التفكر والتدبر": والتطير هو التشاؤم بالأشياء وبالأشخاص أو بمسموع أم مرئ أو نحو ذلک . (۳۹۹/۹، القول المفيد على كتاب التوحيد: ۱/۱۲، باب التطير)

منڈیر پر کوّے کے بولنے سے مہمان وغیرہ کا آنا

مسئلہ (۱۲): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مکان کی منڈیر پر کوے کے بولنے سے مہمان آتے ہیں، اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ اگر مرغ اذان دے تو اس کو فوراً ذبح کردو کیوں کہ اس سے وبا پھیلتی ہے، یہ دونوں باتیں غلط، بے بنیاد اور تو ہم پرستی ہیں، جن کا دینِ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ہمیں اس طرح کے غلط خیالات سے بچنا چاہیے۔ (۱)

رات کے وقت پیڑ کو جلانا

مسئلہ (۱۳): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رات کے وقت پیڑ کو نہ ہلایا جائے، کیوں کہ وہ سوتا ہے، ہلانے سے وہ بے چین ہو جاتا ہے، اسی طرح کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو جھاڑو لگ جائے تو اس کا جسم سوکھ جاتا ہے، یا رات کو جھاڑو نہ لگاؤ کیوں کہ اس سے فقر وفاقہ کی نوبت آتی ہے، یہ تمام باتیں غلط، بے بنیاد اور تو ہم پرستی ہیں، شریعتِ اسلامی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) (دلائل ماقبل (مسئلہ نمبر ۱۱) میں گزر چکے ہیں)

(۲) (دلائل ماقبل (مسئلہ نمبر ۱۱) میں گزر چکے ہیں)

باب البدعات والرسومات

(بدعات ورسومات کا بیان)

ماہِ صفر کی چند رسومات

مسئلہ (۱۴): بعض لوگ ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں اس لئے نہ تو اس میں شادیاں رچاتے ہیں اور نہ کوئی تعمیری کام کرتے ہیں، نہ کسی امرِ عظیم کا افتتاح کرتے ہیں، نہ اس کے لئے کوئی پلان ومنصوبہ بناتے ہیں۔

دوسری جانب بعض لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو مبارک ومسعود خیال کرتے ہیں، عمدہ کھانا پکاتے ہیں، شہر سے باہر پکنک کے لئے نکلتے ہیں، اس دن کو خوشی ومسرت کا دن سمجھتے ہیں، جبکہ یہ دونوں باتیں عقائدِ اسلام اور تاریخِ اسلام کے سراسر منافی ومخالف ہیں، کیونکہ عقائدِ اسلام میں کسی یوم وماہ (دن اور مہینہ) کو منحوس سمجھنے کی گنجائش نہیں ہے اور نہ تاریخِ اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ماہِ صفر کے آخری بدھ کو غسلِ صحت فرمایا، کیونکہ صفر کے آخر میں تو آپ کا مرض شروع ہوا، پہلے بخار ہوا، سر میں درد ہوا پھر تکلیف بڑھتی گئی اور ۱۲/ ربیع الاول کو آپ کا وصال ہوا۔

اگر آخری بدھ کے دن منعقد کی جانے والی تقریبات میں ثواب کا اعتقاد رکھا جائے تو یہ بدعت ہے، لھذا اس طرح کے عقیدے اور رسومات سے کلی اجتناب برتا جائے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الکریم ": ﴿قل لن یصیبنا إلا ما کتب الله لنا هو مولٰینا﴾ . (سورة التوبة: ۵۱)

ما في "الحدیث": " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر ". (الصحیح للبخاري: ۲/۸۵۷) =

تیجہ، دسواں اور چالیسواں کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ (۱۵): بعض علاقوں میں میت کے ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ کا کھانا پکا کر کھلایا جاتا ہے، شرعِ اسلامی میں اس کی کوئی اصل نہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''جامع البرکات'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''بہتر آنست کہ نہ خورد'' بہتر یہ ہے کہ اس طرح کا کھانا نہ کھائے۔=

= ما في ''كتاب التوحيد'': التطير هو التشاء م بمرئي أو بمسموع أو معلوم كالتشاء م ببعض الأيام أو بعض الشهور أو بعض السنوات فهذه لا ترى ولا تسمع .... قوله : (ولا صفر) قيل إنه شهر صفر كانت العرب يتشاء مون به لا سيما في النكاح . (۲/۹۳، باب ما جاء في التطير)

ما في ''الكامل في التاريخ لإبن كثير'': ابتدأ برسول الله مرضه أواخر صفر في بيت زينب بنت جحش . (۲/۲۱۵)

ما في ''العقد الثمين في تاريخ البلد الأمين للإمام تقي الدين محمد بن أحمد الحسيني الفاسي المكي المتوفى سنة [۸۳۲ هجـ]'':...... ثم سرية أسامة رضي الله عنه إلى أهل أبناء ، بالسراة ناحية بالبلقاء يوم الإثنين لأربع ليال بقين من صفر سنة إحدى عشرة لغزو الروم مكان قتل أبيه فلما كان يوم الأربعاء بدأ بالنبي ﷺ وجعه فحم وصدع فتوفى عليه الصلاة والسلام شهيدًا حين زاعت الشمس من ذلك اليوم يوم الإثنين لإثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الأول حين اشتد الضحى.(۱/۲۱۴)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '': البدعة عرفها الشمني بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة أو استحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً.

(۲/۲۵۶، كتاب الصلوة ، مطلب : البدعة خمسة أقسام ، البحر الرائق : ۱/۶۱۱، باب الإمامة)

= اگر کسی کو ایصالِ ثواب کرنا ہی ہو تو شرعی طریقے پر کریں نہ اس میں کھانوں کی قید ہو اور نہ ہی دن مخصوص کیے جائیں، جو کچھ حسبِ وسعت میسر آئے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیں، رسمِ فاتحہ اور قل خوانی وغیرہ بدعت ہیں۔[1]

شادی گھر والوں کا آم یا جامن کے پتوں کا منڈپ ڈالنا

مسئلہ (۱۶): بعض علاقوں میں شادی کے موقع پر دولہا دلہن کے گھر اور منڈپ پر آم وغیرہ کے پتے ڈالے جاتے ہیں، جس کو ہرا منڈپ کہا جاتا ہے، اسی طرح گھر کے کسی کونے میں مٹی کھود کر وہاں مٹکے رکھ کر وہاں گیہوں وغیرہ ڈالے جاتے ہیں، جس کو بیل مٹکی =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد ".

(الصحيح البخاري: رقم الحديث:۲۶۹۷، كتاب الصلح)

ما في "كتاب التعريفات للجرجاني": البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي. (ص۴۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ في علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲/۲۵۶ ، مطلب البدعة على خمسة أقسام)

وما في "الدر المختار مع الشامية": ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة .... ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم .

(۳/۱۳۸، كتاب الجنائز ، مطلب كراهة الضيافة من أهل الميت ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية: ۴/۸۱، الخامس والعشرون في الجنائز وفيه الشهيد ، نوع آخر ، فتح القدير : ۲/۱۵۱ ، كتاب الجنائز ، قبيل باب الشهيد) (فتاویٰ عبدالحی :ص۹۰)

= کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اسی طرح ہلدی کا رنگ دیئے ہوئے چاول کپڑے میں باندھ کر دولہا اور دلہن کے ہاتھ پر باندھا جاتا ہے، جن کو کنگنا کہا جاتا ہے، یہ سب رسمیں مجموعہ بدعات وخرافات، غلط و بے بنیاد، ہندوانہ طرز ہیں، اس لیے ان تمام چیزوں کا ترک واجب اور لازم ہے۔(۱)

دولہا اور دلہن کا سہرا اور گجرا باندھنا

مسئلہ (۱۷): شادی میں نوشہ کے سر پر سہرا باندھنا اور ہاتھوں اور گلے میں گجرے اور کنگن پہنانا، ہاتھ میں کٹر اور چاقو لینا جس میں لیمو لگا ہوتا ہے، اسی طرح بارات نکلنے سے پہلے گاڑی کے پہیوں کے نیچے ناریل یا انڈے پھوڑنا وغیرہ، یہ تمام رسمیں خالص ہندوانہ =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "القرآن الكريم": ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ .

(سورة الهود: ۱۱۳)

ما في "الجامع لأحكام القرآن للقرطبي": قال قتادة : معناه لا تؤدوهم ولا تطيعوهم وقال ابن جريج : لا تميلوا إليهم ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم . (۱۰۸/۹)

ما في "الحديث": "أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه" . (الصحيح البخاري: ۱۰۱۶/۲)

ما في "فتح الباري شرح صحيح البخارى لإبن حجر العسقلانى:قوله: ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية. قيل المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها .

(۲۶۲/۱۲، رقم الحديث: ۶۸۸۲)

= تہذیب کی دین ہیں، جو اختلاط کی وجہ سے مسلمانوں میں رائج ہوگئیں، اس لیے ان سب رسموں کا چھوڑنا لازم ہے۔[1]

مردوں کا شادی یا عیدین کے موقع پر مہندی لگانا

مسئلہ (۱۸): آج کل مرد بھی شادیوں اور عیدین کے موقعوں پر اپنے ہاتھوں کو مہندی لگاتے ہیں، جب کہ مرد کے لیے سر اور داڑھی کے بالوں کے علاوہ دیگر اعضاء پر مہندی لگانا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ عورتوں کے لیے مہندی لگانا نہ صرف جائز بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": " من تشبه بقوم فهو منهم ".

(السنن لأبي داود: ص ۵۵۹، كتاب اللباس ، باب لبس الشهرة)

ما في "بذل المجهود": قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى.

(۱۲/ ۵۹، مرقاة المفاتيح :۸/ ۲۲۲، كتاب اللباس والزينة)

ما في "شرح الطيبي": قوله : "من تشبه بقوم" هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه. (۸/ ۲۳۲، رقم الحديث: ۴۳۴۷)

ما في "الحديث": " أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه . (الصحيح للبخاري: ۲/ ۱۰۱۶)

ما في "فتح الباري": قوله: "ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية". قيل: المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/ ۲۶۲ ، رقم الحديث: ۲۸۸۲)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية ": يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته، "در مختار"، قوله: (خضاب شعره ولحيته) لا يديه ورجليه فإنه مكروه للتشبه بالنساء.

(۹/ ۵۱۸، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) =

نکاح میں بارات کا مروجہ طریقہ شرعاً درست نہیں ہے

مسئلہ (۱۹): نکاح میں بارات کا مروجہ دستور شرعی چیز نہیں ہے، اپنی حیثیت اور وسعت سے زیادہ کا اہتمام کرنا اور غیر لازم کو لازم بنانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

دعوتِ نکاح یا ولیمہ میں شریک ہونیوالوں کا لڑکے یا لڑکی کو ہدیہ دینا

مسئلہ (۲۰): بعض علاقوں میں نکاح یا ولیمہ کی دعوت میں شریک ہونے والے لوگ اپنی رضا ورغبت سے کچھ روپیہ یا کوئی سامان لڑکی یا لڑکے کو بطور ہبہ دیا کرتے ہیں، جس کا باقاعدگی سے رجسٹر میں اندراج بھی کیا جاتا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو کہ کس نے دیا، اور دینے والے کی لڑکی یا لڑکے کی شادی کے موقع پر یہ بھی اپنی جانب سے کچھ ہدیہ پیش کر سکے، شرعاً یہ عمل جائز ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "تهادوا تحابوا" ہدیہ لیا دیا کرو۔=

= ما في "مرقاة المفاتيح": وأما خضب اليدين والرجلين فيستحب في حق النساء ويحرم في حق الرجال إلا للتداوي . (۲۹۴/۸ ، كتاب اللباس والزينة ، باب الترجل)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تبذر تبذيراً إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين، وكان الشيطان لربه كفوراً﴾ . (سورة الإسراء:۲۷)

ما في "أحكام القرآن للجصاص": روي عن عبد الله بن مسعود وابن عباس رضي الله عنهم: التبذير إنفاق المال في غير حقه. (۲۵۷/۳)

ما في "الحديث": قال النبي ﷺ : " إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة ".

(شعب الإيمان للبيهقي: ۲۵۴/۵ ، رقم الحديث: ۶۵۶۶) (نظام الفتاویٰ:۲۰۵/۵)

= لیکن اگر نقد روپیہ یا سامان نہ دینے پر ملامت کی جاتی ہو یا سماج کا کوئی دباؤ ہو تو یہ جبراً وصولیٔ نقد و سامان ہوگا، جو شرعاً جائز نہیں ہے۔(۱)

معانقہ دائیں جانب کرے یا بائیں جانب؟

مسئلہ (۲۱): جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرتا ہے اور اسے سلام کرتا ہے، تو اس سلام کو تحیۃ اللقاء، یعنی زندگی اور سلامتی کی دعاء دینا کہا جاتا ہے۔(۲)=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " من صنع إليكم معروفاً فكافئوه فإن لم تجدوا ما تكافئو به فادعوا له حتى تروا أنكم قد كافأتموه ".
(السنن لأبي داود: ص۲۳۵، كتاب الزكاة، باب عطية من سأل بالله، السنن للنسائي: ۱/۲۷۶، كتاب الزكاة ، من سأل بالله)

ما في "عون المعبود": قوله : ومن صنع إليكم معروفاً أي أحسن إليكم إحساناً قولياً أو فعلياً فكافئوه أي أحسنوا إليه مثل ما أحسن إليكم لقوله تعالى : ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾. (سورة الرحمن : ۶۰) وقال تعالى : ﴿وأحسن كما أحسن الله إليک﴾. (سورة القصص:۷۷) .
(۵/۵۴ ، باب عطية من سأل بالله)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": وفي الفتاوى الخيرية: وإن كان العرف خلاف ذلک بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون في ذلک إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه فلا رجوع فيه بعد الهلاک أو الاستهلاک. والأصل فيه أن المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً . (۸/۴۳۴ ، كتاب الهبة)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "الموسوعة الفقهية": التحية:.... أصله في اللغة الدعاء بالحياة.....فقد شرع لهم إذا تلاقوا ودعا بعضهم لبعض بأجمع الدعاء أن يقولوا : السلام عليكم ورحمة الله وبركاته..... حكم التحية الندب بلا خلاف بين جمهور الفقهاء.....أجمع العلماء على أن الابتداء بالسلام سنة مرغب فيها ورده فريضة لقوله تعالى: ﴿وإذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها أو ردوها﴾. [سورة النساء :۳۰۴] (۱۰/۳۰۴ ، تحية)

= تحیۃ اللقاء صرف سلام سے ادا ہو جاتا ہے، البتہ مزید اظہارِ مسرت ومودّت کے لیے علی سبیل البدل (بدل کے طور پر) دو طریقے مشروع ہیں، ایک مصافحہ[1] دوسرے معانقہ[2]، سلام کے بعد دونوں میں سے کسی ایک ہی کو تمام تحیہ بنایا جاسکتا ہے، مصافحہ ومعانقہ دونوں کو جمع کرنے کا واضح ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے یہ خلافِ سنت معلوم ہوتا ہے[3]۔

معانقہ میں تیامن وتیاسر یعنی دونوں کا دائیں جانب یا دونوں کا بائیں جانب سے معانقہ کرنے کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملی، عام اصولِ شرع کے مطابق تیامن یعنی دونوں کا دائیں جانب سے معانقہ کرنا راجح معلوم ہوتا ہے، مگر معانقہ کا منشا فرطِ محبت ہے جس کا محل قلب ہے اور دونوں کا بائیں جانب سے معانقہ کرنے میں قلوب باہم زیادہ قریب ہوتے ہیں، اس لیے تیاسر یعنی بائیں جانب سے معانقہ کرنا راجح ہے، اسی لیے اس کا معمول ہے۔

---

(۱) ما في "الموسوعة الفقهية": المصافحة في الاصطلاح : إلصاق صفحة الكف بالكف وإقبال الوجه بالوجه . (۳۸/۱۸۴)

(۲) ما في "الموسوعة الفقهية": المعانقة مفاعلة من العنق ومعناها الضم والالتزام يقال : عانقه معانقة وعناقاً أدنى عنقه من عنقه وضمه إلى صدره. (۳۸/۱۸۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": (وكذا المعانقة) قال في الهداية : ويكره أن يقبل الرجل فم الرجل أو يده أو شيئاً منه أو يعانقه . وذكر الطحاوي أن هذا قول أبي حنيفة ومحمد، وقال أبو يوسف : لا بأس بالتقبيل والمعانقة لما روي أنه عليه الصلاة والسلام عانق جعفراً حين قدم من الحبشة وقبله بين عينيه. (۹/۶۴۶، كتاب الحظر والإباحة)

(۳) ما في "السنن لأبي داود": عن البراء رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ: " ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا ".

(ص۷۰۸، رقم الحديث : ۵۲۱۷، كتاب الأدب، السنن الترمذي : ۲/۱۰۲، كتاب الاستئذان والأدب ، المصنف لإبن أبي شيبة : ۱۳/۱۸۵ ، رقم الحديث : ۲۶۲۳۱، كتاب الأدب، شعب الإيمان للبيهقي: ۶/۴۷۴ ، رقم الحديث : ۸۹۵۶) =

ویلنٹائن ڈے(Valentine day) کا شرعی حکم

مسئلہ (۲۲): اسکولوں اور کالجوں میں ہر سال ۱۴رفروری کو ویلنٹائن ڈے(Valentine day) کے نام سے ایک جشن منایا جاتا ہے، جس میں آپس میں اسٹوڈینٹس (Studentes) ایک دوسرے کو گلاب کا پھول وغیرہ پیش کر کے محبت کا=

= ما في ''السنن الترمذي'':عن أنس رضي الله عنه أن أصحاب رسول الله ﷺ كان يصافح بعضهم بعضاً .

(كتاب الاستيذان والأدب، رقم الحديث : ۲۷۲۹، المصنف لإبن أبي شيبة : ۱۹/ ۱۸۵، رقم الحديث:۲۶۲۳۳)

ما في ''السنن الترمذي'': عن عائشة رضي الله عنها قالت : قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله ﷺفي بيتي فأتاه فقرع الباب فقام إليه رسول الله ﷺ عرياناً يجر ثوبه ، والله ما رأيته عرياناً قبله ولا بعده فأعتنقه وقبله.

(۲/ ۱۰۲، كتاب الاستئذان والأدب ، الصحيح البخاري : ۲/ ۹۲۶، كتاب الاستئذان)

ما في ''المعجم الأوسط للطبراني'': عن عون بن أبي جحيفة عن أبيه قال : قدم جعفر بن أبي طالب على رسول الله ﷺ من أرض الحبشة فقبل رسول الله ﷺ ما بين عينيه وقال: ما أدري أنا بقدوم جعفر أسر، أو بفتح خيبر. (۱/ ۵۴۴ ، رقم الحديث:۲۰۰۳)

ما في ''شعب الإيمان للبيهقي'': عن الشعبي قال : كان أصحاب محمد ﷺإذا التقوا صافحوا فإذا قدموا في سفر عانق بعضم بعضاً.

(۶/ ۴۷۵ ، رقم الحديث:۸۹۵۸ ، المصنف لإبن أبي شيبة: ۱۳/ ۱۸۵، رقم الحديث: ۲۶۲۳۴ ، مجمع الزوائد: ۸/ ۳۶، رقم الحديث: ۱۲۷۶۵)

=اظہار کرتے ہیں، یہ ویلنٹائن ڈے منانا شرعاً ناجائز وحرام ہے، کیونکہ یہ مغربی تہذیب کی دَین اوراس کی نشرواشاعت کے مترادِف ہے اور ہمیں اس کی تہذیب کی پیروی اوراس کی نشرواشاعت دونوں سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولاتركنوا إلى الذين فتمسكم النار﴾ . (سورة هود :۱۱۳)

ما في "تفسير المنير": ولا تميلو إلى الظالمين بمودة أو مداهنة أو رضىً بأعمالهم أو استعانة بهم أو اعتماد عليهم فتصيبكم النار بركونكم إليهم . (۴۹۲/۶)

وما "في الحديث": عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : " من كثر سواد قوم فهو منهم . ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله ".

(كنز العمال: ۱۱/۹، رقم الحديث: ۲۴۷۳۵)

وما في "موسوعة قواعد الفقهية" : بقاعدة فقهية : " ما أفضى إلى الحرام كان حراماً " .

(۴۲/۹)

وما في "البدائع الصنائع" : " ما أدى إلى الحرام فهو حرام " . (۴۸۸/۶)

" الوسيلة إلى الحرام حرام ".   (۲۶۸/۱)

کتاب الطهارة

(پاکی کا بیان)

تر کپڑا پاک ہے

مسئله (۲۳): بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناپاک کپڑا دھوکر جب تک سوکھ نہ جائے وہ پاک نہیں ہوتا اس میں نماز نہیں ہوتی، یہ خیال بالکل غلط ہے، کپڑا دھونے کے بعد پاک ہوجاتا ہے، اس کے ساتھ نماز بھی درست ہے اگر چہ کپڑا تر ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "القرآن الكريم": ﴿وينزل عليكم من السماء ماءً ليطهركم به﴾. (سورة الأنفال: ۱۱)

ما في "تفسير المظهري": إن الماء إذا صب على النجس تنجس بأول الملاقاة فحصول الطهارة بالغسل ثلاثا. (۳۴/۷)

ما في "الصحيح للبخاري": وعن عائشة رضي الله عنها: "كنت أغسل الجنابة من ثوب رسول الله ﷺ فيخرج إلى الصلاة وإن بقع الماء في ثوبه".

(۳۶/۱، باب غسل المني وفركه، بذل المجهود: ۱۵۵/۲)

ما في "الصحيح المسلم": وعن عائشة رضي الله عنها: "أنه ﷺ كان يغسل المني ثم يخرج إلى الصلاة ذلک الثوب وأنا أنظر إلى أثر الغسل فيه".

(۱۴۰/۱، باب حكم المني، البحر الرائق: ۳۸۹/۱، باب الأنجاس)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": لو جرى الماء على ثوب نجس وغلب على ظنه أنه طهر جاز استعماله وإن لم يكن، ثم غسل ولا عصر كما في التبيين والبناية.

(ص ۱۶۱، كتاب الطهارة، باب الأنجاس والطهارة) =

نجاستِ غلیظہ وخفیفہ کو پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ (۲۴): اگر کپڑے پر ایسی نجاست لگ جائے جو سوکھنے اور خشک ہونے کے بعد نظر آئے اور کپڑے کو بالٹی میں بھگو کر نکال لیا جائے اور اس کو نچوڑ لیا جائے اور نجاست زائل ہو جائے تو وہ پاک ہوگا اور اگر کپڑے پر ایسی نجاست لگ جائے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے تو اس کو محض بالٹی میں بھگو کر نکال لینے سے وہ پاک نہیں ہوگا، بلکہ اس کی پاکی کے لیے اس کو تین مرتبہ دھونا اور ہر بار نچوڑنا ضروری ہے۔[1]

= ما في "البحر الرائق": يطهر البدن والثوب بالماء وهذا بالإجماع و أراد به الماء المطلق فتحصل الطهارة .... كان الثوب في إجانة وأورد الماء عليه أو كان الماء فيها وأورد الثوب المنجس عليه عندنا فهو طاهر في محل نجس إذا الفضل سواء تغير أولا.

(۱/۳۸۴، ۳۸۶)

ما في " الفتاوى الهندية ": وإذا غمس الرجل يده في السمن النجس أو أصاب ثوبه ثم غسل اليد أو الثوب بالماء يطهر. (۱/۴۲، الفصل السابع)

ما في "ترتيب اللآلي في سلك الأمالي": بقاعدة فقهية: " إذا زال المانع عاد الممنوع ".

(۱/۲۸۰) (اغلاط العوام:ص۴۰)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وثيابك فطهر﴾. (سورة المدثر: ۴)

ما في "المبسوط للسرخسي": ولو غسل ثوب نجس في إجانة بماء نظيف ثم في أخرى فقد طهر الثوب وهذا استحسان. ثم المرئية لا بد من إزالة العين بالغسل وبقاء الأثر بعد زوال العين لا يضر وغير المرئية فإنها تغسل ثلاثاً. (۱/۲۲۲) =

ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ (۲۵): فقہاء کرام نے نجس کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر کپڑے پر نجاستِ مرئیہ (ایسی نجاست جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے) لگی ہو تو عینِ نجاست کا دور کرنا ضروری ہے، خواہ اس کا اثر باقی رہے اور اگر کپڑے پر نجاستِ غیر مرئیہ (ایسی نجاست جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے) لگی ہو تو اس کی پاکی میں مفتی بہ قول کے مطابق بلا تعیینِ عددِ غسل غلبۂ ظن کا اعتبار کیا گیا ہے، اور تین مرتبہ دھونے =

= ما في " الدر المختار مع الشامية ": أقول : لكن قد علمت أن المعتبر في تطهير النجاسة المرئية زوال عينها ولو بغسلة واحدة ولو في إجانة فلا يشترط فيها تثليث غسل ولا عصر . وأن المعتبر غلبة الظن في تطهير غير مرئية بلا عذر على المفتى به أو مع شرط تثليث على ما مر .

(۱/۴۷ ، باب الأنجاس)

ما في "الفتاوى التاتارخانية" : ويجب أن يعلم أن إزالة النجاسة واجبة وإزالتها إن كانت مرئية بإزالة عينها وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثرها ولا يعتبر فيه العدد . وإن كانت غير مرئية عن محمد في رواية الأصول أنه إذا غسل ثلاث مرات وعصر في المرة الثالثة يطهر وفي القدوري وما لم يكن مرئية فالطهارة موكولة إلى غلبة الظن وقدرنا بالثلاث لأن غلبة الظن يحصل عنده.

(۱/۳۰۵)

ما في "الفتاوى الهندية": وإزالتها إن كانت مرئية بإزالة عينها وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثرها ولا يعتبر فيه العدد كذا في المحيط ، فلو زالت عينها بمرة اكتفى بها ولو لم تزل بثلاثة تغسل إلى أن تزول .... وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات .

(۱/۴۱ ، ۴۲ ، الفصل الأول في تطهير الأنجاس)

= اور ہر مرتبہ نچوڑنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس سے غلبۂ ظن حاصل ہوجاتا ہے، اگر اس طریقہ سے ناپاک کپڑے کو دھویا گیا تو وہ پاک ہوگا، خواہ وہ دھونے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "المبسوط للسرخسي": ثم المرئية لا بد من إزالة العين بالغسل وبقاء الأثر بعد زوال العين لا يضر . وغير المرئية فإنها تغسل ثلاثاً. (۱/۲۲۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": أقول : لكن قد علمت أن المعتبر في تطهير النجاسة المرئية زوال عينها ولو بغسلة واحدة ولو في اجانة فلا يشترط فيها تثليث غسل ولا عصر ، وأن المعتبر غلبة الظن في تطهير غير مرئية بلا عدد على المفتى به ، أو مع شرط التثليث على ما مر.

(۱/۴۸۰ ، باب الأنجاس)

ما في "الهداية": والنجاسة ضربان ؛ مرئية وغير مرئية ، فما كان منها مرئية فطهارتها بزوال عينها لأن النجاسة حلت المحل باعتبار العين فتزول بزواله إلا أن يبقى من أثرها ما يشق إزالته لأن الحرج مدفوع . وهذا يشير إلى أنه لا يشترط الغسل بعد زوال العين وإن زال بالغسل مرة واحدة وفيه كلام ، وما ليس بمرئي فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر ، لأن التكرار لا بد فيه الاستخراج ولا يقطع بزواله فاعتبر غالب الظن كما في أمر القبلة، وإنما قدروا بالثلاث لأن غالب الظن يحصل عنده فأقيم السبب الظاهر مقامه تيسيراً ويتأيد ذلك بحديث المستيقظ من منامه ثم لابد من العصر في كل مرة في ظاهر الرواية لأنه هو المستخرج.

(۱/۷۸، باب الأنجاس)

ما في " الفتاوى التاتارخانية ": ويجب أن يعلم أن إزالة النجاسة واجبة وإزالتها إن كانت مرئية بإزالة عينها وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثرها، ولا يعتبر فيه العدد .... وإن كانت غير مرئية كالبول والخمر ذكر في الأصل: وقال : يغسلها ثلاث مرات ويعصر في كل مرة ، وعن محمد =

ڈرائی کلیننگ (Dry Cleaning) سے کپڑے کی پاکی کا حکم

مسئلہ (۲۶): آج کل کوٹ پتلون یا شیروانی ڈرائی کلینز (Dry Cleaner) کے ذریعہ پٹرول وغیرہ سے دھوئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) اگر یہ کپڑے پہلے سے پاک تھے اور ڈرائی کلیننگ (Dry Cleaning) کے وقت ان کے ساتھ ناپاک کپڑے نہ ملائے گئے ہوں تو ان کپڑوں کی پاکی متاثر نہ ہوگی اور وہ پاک ہی رہیں گے۔

(۲) اگر ان پر ایسی ناپاکی لگی تھی جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہے اور ڈرائی کلینگ (Dry Cleaning) کے بعد وہ دور ہوگئی تو یہ کپڑے پاک ہونگے، کیونکہ نجاستِ مرئیہ میں عینِ نجاست کا ازالہ مقصود ہوتا ہے، خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے حاصل ہو، البتہ ان دونوں صورتوں میں بھی احتیاط اسی میں ہے کہ کپڑے دھل کر آنیکے بعد خود ان کو پاک کرلیں۔

(۳) اگر کپڑوں پر ایسی ناپاکی لگی تھی جو خشک ہونے کے بعد دکھائی نہ دیتی ہو تو اس کی پاکی کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو تین بار دھویا جائے اور ہر بار نچوڑا جائے اور ڈرائی کلینگ =

=في رواية الأصول أنه إذا غسل ثلاث مرات وعصر في المرة الثالثة يطهر ، وفي القدوري : وما لم يكن مرئية فالطهارة ماكولة إلى غلبة الظن وقدرنا بالثلاث لأن غلبة الظن يحصل عنده .

(۱/۳۰۵، ۳۰۶ ، الفصل الثامن في تطهير النجاسات ، مكتبة إدارة القرآن وعلوم الإسلامية كراتشي، بدائع الصنائع : ۱/۲۴۹ ، الفتاوى الهندية: ۱/۴۱، ۴۲ ، الباب الأول في تطهير الأنجاس)

=(Dry Cleaning) میں یہ صورت نہیں پائی جاتی اس لیے وہ ناپاک ہی رہیں گے اور دھل کر آنے کے بعد بھی ان کو پاک کرنے کے لئے شرعی ضابطہ کے مطابق دھونا ضروری ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الموسوعة الفقهية المقارنة التجريد للإما القدوري": قال أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله : يجوز إزالة النجاسة بجميع المائعات الطا هرة . (۱/ ۶۰، رقم المسئلة: ۲)

وما في " الدر المختار مع الشامية ": أقول لكن قد علمت أن المعتبر في تطهير النجاسة المرئية زوال عينها ولو بغسلة واحدة ولو في اجّانة كما مرّ فلا يشترط منها تثليث غسل ولا عصر . (۱/ ۴۷۰)

وما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": ويطهر محل النجاسة غير المرئية بغسلها ثلاثا وجوبا والعصر كل مرّة يبالغ في المرّة الثالثة حتى ينقطع التقاطر والمعتبر قوّة عاصرٍ دون غيره . (ص ۱۶۱، الموسوعة الفقهية: ۲۹/ ۹۹)

وما في "المبسوط للإمام السرخسى": ولو غسل ثوب نجس في اجانة بماء نظيف ثم في أخرى فقد طهر الثوب . (۱/ ۲۲۳، باب البئر)

وما في "الجوهرة النيرة": ويجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه فرق بين الثوب والبدن فقال: لا تزول النجاسة من البدن إلا بالماء المطلق اعتباراً بالحدث بخلاف الثوب فإنها تزول بكل مائع طاهر . (۱/ ۱۰۰، باب الأنجاس)

فصل في الوضوء والغسل

(فصل وضو اور غسل کے بیان میں)

اٹیچ باتھ روم میں وضو کرنا

مسئلہ (۲۷): آج کل اٹیچ باتھ روم (Bathroom) کا رواج عام ہوتا جارہا ہے، چونکہ بظاہر غسل خانہ میں کوئی نجاست نہیں رہتی ہے، اس لیے وضو کرنا درست ہے، البتہ اگر نجاست نظر آئے تو اس کو صاف کر کے وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱)

ستر کھلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ (۲۸): بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ستر کھل جائے یا کسی کے ستر پر نظر پڑ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ ستر کھلنا یا کسی کے ستر پر نظر پڑنا ناقضِ وضو نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''البحر الرائق'': من آداب الوضوء ... الثاني عشر: أن لا يتوضأ في المواضع النجسة لأن لماء الوضوء حرمة كذا في المضمرات. (۱/۵۸، كتاب الطهارة، النهر الفائق: ۱/۵۰)

ما في ''الفتاوى الهندية'': والتوضؤ في موضع طاهر لأن لماء الوضوء حرمة. (۱/۹)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في ''نصب الراية للزيلعي'': سئل رسول الله ﷺ ما الحدث؟ فقال: ما يخرج من السبيلين. (۱/۸۳) =

برہنہ یعنی کھلے بدن والے کو دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ (۲۹): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ برہنہ آدمی کو دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح بعض یہ کہتے ہیں کہ وضو کے بعد ستر دکھ جائے تو یا کھل جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱)، یہ دونوں باتیں غلط اور بے بنیاد ہیں، البتہ برہنہ آدمی کو دیکھنا یا=

= ما في "السنن للترمذي": عن عائشة رضي الله عنها قالت:" كان رسول الله ﷺ لايتوضأ بعد الغسل".

(۱/ ۲۹، باب ما جاء في الوضوء بعد الغسل، رقم الحديث:۱۰۷، السنن لأبي داود: رقم الحديث: ۲۵۰، السنن للنسائي: رقم الحديث: ۲۵۲)

ما في بذل المجهود : بل يكتفي بالوضوء الذي توضأ في الغسل وهذه المسئلة مجمع عليه.

(۲/۲۷٦، الوضوء بعد الغسل)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": سئل رسول الله ﷺ ما الحدث؟ فقال: "ما يخرج من السبيلين".

(نصب الراية للزيلعي : ۱/۸۳، فصل نواقض الوضوء)

وما في "الحديث": "عن عائشة رضي الله عنها أن النبي ﷺ كان لا يتوضأ بعد الغسل".

(السنن للترمذي: ۱/۲۹، باب ما جاء في الوضوء بعد الغسل)

ما في "بذل المجهود فی حل سنن ابی داود": بل يكتفي بالوضوء الذي توضأ في الغسل وهذه المسألة مجمع عليه. (۲/۲۷٦)

وما في "تحفة الأحوذي": اكتفى بوضوء الأول في الغسل أو باندراج أو بارتفاع الحدث الأصغر تحت ارتفاع الأكبر بإيصال الماء إلى جميع أعضائه وهو رخصة قاله القاري، قلت : المعتمد الأول ، والله أعلم. (۱/۳۷۷) =

= کسی اور کے سترکو دیکھنا شرعاً ناجائز وحرام ہے[۱]، لیکن اگر دیکھ لیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

گالی دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ (۳۰): بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ گالی دینے سے یا کھل کھلا کر ہنسنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، سو یہ خیال غلط ہے، لیکن گالی دینے، غیبت کرنے اور کوئی براشعر وغیرہ پڑھنے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے، ہاں رکوع سجدہ والی نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔[۲]

= ما في "الاختيار لتعليل المختار": وينقضه كل ما خرج من السبيلين ومن غير السبيلين إن كان نجساً وسال عن رأس الجرح. (۱/۱۴، مختصر الوقاية: ۱/۲۹)

(۱) ما في "الحديث": قال رسول الله ﷺ: "لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ولا المرأة إلى عورة المرأة ..... الخ. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۵۴، السنن للترمذي: رقم الحديث: ۲۷۹۳)

وما في "مرقاة المفاتيح": قال المظهر: ومن فعل يعزر ولا يحد وفيه بيان تحريم النظر إلى ما لا يجوز. (۶/۲۵۲، رقم الحديث: ۳۱۰۰)

ما في "شرح النووي على هامش المسلم": في الحديث تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل والمرأة إلى عورة المرأة وهذا مما لا خلاف فيه وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع. (۱/۱۵۴، كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى عورة، تحفة الأحوذي: ۸/۸۱، كتاب الأدب) (فتاویٰ امارتِ شرعیہ: ۲/۶۳)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "مراقي الفلاح": (الوضوء على ثلاثة أقسام: الأول فرض، والثاني واجب، والثالث مندوب ...... وبعد) كلام (غيبة وكذب ونميمة و) بعد (كل خطيئة وإنشاد شعر).

(مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي: ص ۸۴، الفتاوى الهندية: ۱/۹، باب مستحبات الوضوء، البحر الرائق: ۱/۳۵، دار الكتب العلمية بيروت) (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۸) =

ناپاکی لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ (۳۱): جسم کے کسی حصہ پر ناپاکی لگ جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ جسم کا وہ حصہ ناپاک ہوجاتا ہے، صحتِ نماز کے لیے صرف اسی حصہ کو پاک کرنا ضروری ہے نہ کہ وضو کا لوٹانا[1]، کیوں کہ نقضِ وضو کے لیے نجاست کا بدنِ انسانی سے خارج ہونا ضروری ہے۔[2]

= ما في "المحيط البرهاني": والكلام الفاحش لا ينقض الوضوء وإن كان في الصلاة لأن الحدث إسم لخارج نجس ولم يوجد هذا الحد في كلام الفاحش .

(المحيط البرهاني : ۱/۷۷ ، في بيان ما يوجب الوضوء ، نوع آخر من هذا الفصل)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "نصب الراية للزيلعي": لقوله عليه السلام: " يعاد الوضوء من سبع ؛ من أقطار البول ودم السائل والقئ ومن دسعة تملأ الفم ونوم مضطجع وقهقهة الرجل في صلاة وخروج الدم ".

(۱/۹۰، ۹۱ ، كنز العمال: ۹/۱۴۷، رقم الحديث: ۲۶۳۰۴)

(۲) ما في "الاختيار لتعليل المختار": وينقضه كل ما خرج من السبيلين ومن غير سبيلين إن كان نجسا . (۱/۱۲)

ما في "الفتاوى الهندية": منها ما يخرج من السبيلين من البول والغائط والريح الخارجة من الدبر والودي والمذي والمني والدودة والحصاة .... ومنها ما يخرج من غير السبيلين ويسيل إلى ما يظهر من الدم والقيح والصديد والماء لعلة وحد السيلان أن يعلو فينحدر عن رأس الجرح. (۱/۹. ۱۰، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

ما في "الفتاوى الهندية": المتوضي إذا عض شيئا فوجد فيه أثر الدم أو استاك بسواك فوجد فيها أثر الدم لا ينقض ما لم يعرف السيلان كذا في الظهيرية.

(۱/۱۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

بچہ کو دودھ پلانا ناقضِ وضو نہیں

مسئلہ (۳۲) بعض عورتیں یہ خیال کرتی ہیں کہ وضو کے بعد بچہ کو دودھ پلانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، یہ خیال سراسر غلط ہے، بچہ کو دودھ پلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ سبیلین کے علاوہ بدنِ انسانی سے ہر نکلنے والی چیز وضو کو نہیں توڑتی، بلکہ وہی چیز ناقضِ وضو ہوتی ہے جو نجس ہو اور نکل کر جسم کے ایسے حصے کی طرف بہے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے، جب کہ دودھ پاک ہے، اور پاک چیز کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[1]

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في "مختصر القدوري": وناقضه ما خرج من السبيلين أو غيره إن كان نجساً سال إلى ما يطهر. (۱/۲۹، نواقض الوضوء)

ما في "الاختيار لتعليل المختار": وينقضه كل ما خرج من السبيلين ومن غير السبيلين إن كان نجساً وسال عن رأس الجرح. (۱/۱۴)

ما في "البحر الرائق": كان جميع ما يخرج من بدن الإنسان من النجاسة ناقضاً معتاداً أو غير معتاد. (۱/۶۱)

ما في " الشامية ": وينقضه خروج نجس منه أي من المتوضئ الحي معتاداً أو لا من السبيلين أو لا إلى ما يطهر أي يلحقه حكم التطهير. (۱/۲۳۵ ، مطلب في نواقض الوضوء)

ما في "البدائع الصنائع": وخروج الطاهر لا يوجب انتقاض الطهارة وإنما انتقاض الطهارة بما يخرج بخروجها من أجزاء النجس.

(۱/۱۲۲، كتاب الطهارة ، نواقض الوضوء) (فتاوی امارتِ شرعیہ:۲/۶۲)

انجکشن کے ذریعے خون نکالنا ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳۳): اگر انجکشن کے ذریعے ٹیسٹ یا کسی دوسرے مقصد کے لیے خون نکالا جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ ٹیسٹ کے لیے عامۃ اتنا خون نکالا جاتا ہے جو نکل کر اپنے محل سے بہہ سکتا ہے، لیکن اگر دوا پہونچانے کی غرض سے انجکشن دیا تو یہ انجکشن ناقضِ وضو نہیں ہے، ہاں اگر انجکشن لگوانے کے بعد اتنا خون نکلے جو اپنی جگہ سے بہہ سکتا ہو تو ناقضِ وضو ہوگا۔ (۱)

کیا گلوکوز چڑھانا ناقضِ وضو ہے؟

مسئلہ (۳۴): بسا اوقات مریض کو گلوکوز کی بوتل چڑھائی جاتی ہے، اگر گلوگوز چڑھاتے وقت سرنج کی نلکی میں اس قدر خون نکل آئے کہ اگر وہ سرنج میں نہ ہوتا تو=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "نصب الراية للزيلعي": لقوله عليه السلام: " الوضوء من كل دم سائل ". ولقوله عليه السلام: "الوضوء مما خرج وليس مما دخل". (۱/۸۳-۸۵)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": وفي غير السبيلين بتجاوز النجاسة إلى محل يطلب تطهيره "مراقي الفلاح" قوله : (وفي غير السبيلين بتجاوز النجاسة إلى محل الخ) والمراد أن تتجاوزه ، ولو بالعصر ، وما شأنه أن يتجاوز لولا المانع، كما لو مصت علقة ، فامتلأت بحيث لو شقت لسال منه الدم كذا في الحلبي .

(ص۸۷ ، كتاب الطهارة، الدر المختار مع الشامية : ۱/۲۳۵، نواقض الوضوء، الفتاوى الهندية: ۱/۱۱ ، نواقض الوضوء ، المحيط البرهاني: ۱/۶۰ ، فصل فيما يوجب الوضوء ، الفصل الثاني)

= بہہ جاتا، تو اس صورت میں وضوٹوٹ جائے گا، اور اگر اس قدر نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔[۱]

موبائل کی چیپ (Chip)، کیسٹ، سی ڈی یا ڈی وی ڈی وغیرہ کو بلا وضو چھونا

مسئلہ (۳۵): وہ کیسٹیں، سی ڈیز اور موبائل کی چیپ (Chip) جن میں قرآنی آیات اور سورتوں کو محفوظ کیا جاتا ہے اس کو بے وضو چھونا جائز ہے، البتہ بعض فقہاءِ عصر بے وضو چھونے کو خلافِ ادب قرار دیتے ہیں، کیوں کہ ان میں محض قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کی آواز ہوتی ہے اور آوازِ قرآن کا جسم سے مس ہونے کیلئے باوضو ہونا ضروری نہیں ہے، ورنہ جنبی کے لیے قرآن کا سننا جائز نہیں ہوتا، یہی رائے حضرت حکیم الامت علامہ تھانوی رحمہ اللہ کی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": " الوضوء مما خرج وليس مما دخل ". (نصب الراية للزيلعي: ۱/۸۵)

ما في "الفتاوى الهندية": القراد إذا مص عضو إنسان فامتلأ دماً إن كان صغيراً لا ينقض وضوءه كما لو مصت الذباب أو البعوض وإن كان كبيراً ينقض وكذا العلقة إذا مصت عضو إنسان حتى امتلأت من دمه انتقض وضوءه. (۱/۱۱، كتاب الطهارة، الفص الخامس في نواقض الوضوء، فتح القدير: ۱/۴۰، كتاب الطهارات، فصل في نواقض الوضوء)

وما في " الشامية ": لو مص العلق أو القراد الكبير وامتلأ دماً فإنه ناقض.

(۱/۲۳۵، مطلب نواقض الوضوء، دار الكتاب ديوبند، المحيط البرهاني: ۱/۶۰، نواقض الوضوء) (کتاب المسائل:۱/۱۵۰)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "السنن النسائي": عن عائشة رضي الله عنها قالت: " كان رأس رسول الله ﷺ في حجر إحدانا وهي حائض وهو يقرأ القرآن".

(السنن الكبرى للنسائي: ۱/۱۲۳، باب في الرجل يقرء القرآن ورأسه في حجر امرأته وهي حائض)

اعضاء وضوو غسل پر کلر پینٹ، فی وی کوئک وغیرہ لگ جائے تو وضو ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۳۶): اگر اعضاء وضوو غسل وغیرہ پر پینٹ (Paint)، فیی وی کوک (Fevikwik) یا گوند وغیرہ لگ جائے، جو وضو اور غسل میں پانی پہونچنے کے لیے مانع ہو تو اس صورت میں وضو اور غسل نہیں ہوگا اور اس سے غفلت کی بنا پر جو نماز ادا کی جائے گی وہ نماز نہیں ہوگی، جب تک کہ اس چیز کو جدا کر کے اس پر پانی نہ بہا دیا جائے۔[1]

مصنوعی دانتوں کی صورت میں وضو اور غسل کا حکم

مسئلہ (۳۷): بسا اوقات لوگ مصنوعی دانت استعمال کرتے ہیں، عام طور پر ان دانتوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

قسمِ اول:...... یہ دانت اس طرح فٹ ہوتے ہیں کہ بلا مشقتِ شدیدہ ان کو نکالنا ممکن نہیں ہوتا، ان دانتوں کا حکمِ حقیقی دانتوں کا حکم ہے یعنی وضوء میں ان تک پانی پہنچانا مستحب اور غسل میں واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضوء اور غسل دونوں میں ان کو نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الفتاوى التاتارخانية": الغسل إسالة الماء على جميع ما يمكن غسله من بدنه مرة واحدة حتى لو ترک شيئا يسيرا لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة وكذا في الوضوء .

(۱/۱۱۱، بدائع الصنائع: ۱/۱۴۲، في تفسير الغسل)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": و لا بد من زوال ما يمنع وصول الماء للجسد كشمع وعجين . (ص ۱۰۲)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإن كان على ظاهر البدن جلد سمک أو خبز ممضوغ قد جف فاغتسل ولم يصل الماء إلى ما تحته لايجوز. (۱/۱۳، الباب الثاني)

= قسمِ ثانی: ......وہ دانت جو بوقتِ ضرورت ہی استعمال ہوتے ہیں اوران کونکالنے میں حرج ومشقت نہیں ہوتی، ان کا حکمِ شئ زائد کی طرح ہے، یعنی وضوء میں ان کونکال کرجسمِ حقیقی تک پانی پہنچانا مستحب اور غسل میں واجب ہے، اگر کوئی شخص غسل میں ان کونکال کر جسمِ حقیقی تک پانی نہ پہنچائے تو اس کا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾. (سورة الحج :۷۸)

ما في "الموسوعة الفقهية": قال الحنفية : يجب غسل كل ما يمكن بلا حرج ولا يجب غسل ما فيه حرج كعين وثقب انضم بعد نزع القرط وصار بحال إن أمر الماء عليه يدخله وإن غفل لا . فلا بد من إمراره ولا يتكلف لغير الإمرار من إدخال عود ونحوه فإن الحرج مدفوع.

(۲۰۸/۳۱ ، غسل)

وما في "البحر الرائق": الغسل هو تطهير جميع البدن وإسم البدن يقع على الظاهر والباطن إلا أن ما يتعذر إيصال الماء إليه خارج عن قضية النص وكذا ما يتعسر لأن المتعسر منفي كالمتعذر كداخل العينين فإن في غسلهما حرج. (۱/ ۸۷، كتاب الطهارة ، فصل في الغسل)

ما في " الشامية ": إن الغسل في الاصطلاح غسل البدن وإسم البدن يقع على الظاهر والباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء أو يتعسر كما في البحر .... ركن الغسل وهو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج.

(۱/ ۲۸۴ ، مطلب في أبحاث الغسل)

وما في "الشامية ": وإن انضم الثقب بعد نزع القرط وصار بحيث لا يدخل فيه من غير تكلف أمره عليه من غير تكلف ولا يتكلف بادخال شيء فيه سوى الماء من خشب ونحوه لإيصال الماء.

(۱/ ۲۸۳ ، مطلب في أبحاث الغسل ، السعاية في كشف ما في شرح الوقاية : ۱/ ۲۸۳) =

....

....

....

= ما في ''السعاية'': قال في الخلا صة : إن كا ن كثيراً يستبين للناظر كما في سقوط السن يجب إيصال الماء إليه وإن كان قليلاً فهو عفو وإن كان في طواحنه ثقب فيها شيء يجب إيصال الماء إليه. وقال بعضهم : إن كان صلباً ممضوغاً مضغاً متأكداً بحيث تداخلت أجزاء ه وصارت له لزوجة وعلاكة كالعجين .

(٢/٢٨٠، حلبي كبير :ص ٤٩، منية المصلي مع حاشية :ص١٣ ، فتح القدير : ١/٦٠، فصل في الغسل) (فتاوی عثمانی:١/٣١٤،فتاوی حقانیہ:٢/٥٢٢)

ما في ''نوازل فقهية معاصرة'': الأسنان الصناعية التي تستعمل عامة هي تكون على نوعين : أحدها تستقر كلياً بحيث لا يمكن نزعها إلا بمشقة شديدة ، والثاني ما يستعمل عند الحاجة فقط.

ففي الصورة الأولى تعتبر الأسنان الصناعية كالأسنان الحقيقة ويكون حكمها كحكمها، فإيصال الماء إلى الأسنان يستحب في الوضوء ويجب في الغسل، ولا حاجة إلى نزعها على قول أبي حنيفة في الغسل والوضوء جميعاً.

وفي الصورة الثانية: إذا أمكن انتزاعها بدون مشقة وحرج فهي تنزل بمنزلة الشيء الزائد فلا يصح الاغتسال إلا بإيصال الماء في الجسد الحقيقي بعد انتزاعها. (١/٢٣)

کتاب الصلاۃ

(نماز کا بیان)

تکبیرِ تحریمہ کے بعد ارسال (ہاتھ چھوڑنا پھر باندھنا) کیسا ہے؟

مسئلہ (۳۸): بعض لوگ تکبیرِ تحریمہ کہنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے ہیں پھر باندھتے ہیں جبکہ افضل یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ چھوڑے بغیر باندھ لیں اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية ": ووضع يمينه على يساره تحت سرته آخذاً رسغها بخنصره وإبهامه كما فرغ من التكبير بلا إرسال في الأصح. "تنوير" .... قال ابن عابدين : قوله : بلا إرسال هو ظاهر الرواية . (۱۶۶/۲)

ما في "السعاية على كشف ما في شرح الوقاية": قال الشيخ عبد الحي اللكنوي رحمه الله تحت قوله : تحت سرته : عند أبي حنيفة وأبي يوسف يضع كما فرغ من التكبير ولا يرسله وبه جزم قاضيخان في فتاواه ولم يذكر خلافاً. (۲ /۱۵۷، باب صفة الصلاة)

ما في "نور الإيضاح مع حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": ثم وضع يمينه على يساره تحت سرته عقيب التحريمة بلا مهلة .

(ص ۲۸۰ ، باب تركيب الصلاة ، فتح القدير : ۲۹۲/۱ ، باب صفة الصلاة)

ما في "الفتاویٰ الولوالجية": المصلي إذا تحرم في الصلاة ورفع يديه لا يرسلهما ثم يضع ، بل يقع لأن هذا قيام فيه ذكر مسنون.

(۹۰/۱، كتاب الطهارة، الفصل التاسع، مكتبة دار الإيمان سهارنفور)

قبلہ نما کے استعمال کا حکم

مسئلہ (۳۹): دورِ حاضر میں بالخصوص سفر کی حالت میں تعیینِ قبلہ کے لئے موجودہ دور کا ایک آلہ جسے ہم قبلہ نما کہتے ہیں استعمال کیا جاتا ہے، چونکہ اس سے سمتِ قبلہ کا ظنِ غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس لیے شرعاً اس کا استعمال صحیح ہے اور اس کے متعین کردہ سمتِ قبلہ میں رخ کر کے نماز پڑھنا بھی جائز اور صحیح ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة وفي قبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت ، وعلى ما وضعوا لها من الآلات كالربع والاصطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك.

(۲/۱۰۰ ، كتاب الصلاة ، مبحث في استقبال القبلة)

ما في "الفتاوى الهندية": وجهة القبلة تعرف بالدليل والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون فعلينا اتباعهم فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع وأما البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم. (۱/۶۳ ، الفصل الثالث في استقبال القبلة)

ما في "البحر الرائق": (ومن اشتبهت عليه القبلة تحرى) أي إذا عجز عن تعرف القبلة بغير تحرى لزمه التحري وهو بذل المجهود لنيل المقصود.......... .... إذا كان في المفاوز والسماء مصحية وله علم بالاستدلال النجوم على القبلة لايجوز له التحري لأن ذلك فوقه.

(۱/۴۹۹ ، باب شروط الصلاة ، بدائع الصنائع : ۱/۵۴۹ ، في بيان شرائط الأركان)

ما في "جمهرة القواعد الفقهية": بقاعدة فقهية :" العمل بغالب الرأي وأكبر الظن في الأحكام واجب ". (۲/۷۹۱ ، بدائع الصنائع : ۱/۱۶۹ ، شرائط ركن التيمم)

نمازی کے آگے بیٹھا ہوا شخص سترہ کے قائمِ مقام ہے

مسئلہ (۴۰): اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے آگے کی صف میں بالکل اس کی سیدھ میں کوئی شخص قبلہ رخ ہوکر محض بیٹھا ہوا ہے، نماز نہیں پڑھ رہا ہے، تو یہ بیٹھنے والا شخص اس نماز پڑھنے والے کے لیے سترہ ہوجائے گا، اور گزرنے والوں کے لیے اس بیٹھے ہوئے شخص کے سامنے سے گزرنا جائز ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الموسوعة الفقهية: ذهب جمهور الفقهاء الحنفية والمالكية والحنابلة وهو قول عند الشافعية إلى صحة الاستتار بالآدمي في الصلاة، وذلک في الجملة لكنهم اختلفوا في التفاضل، فقال الحنفية والمالكية: يصح أن يستتر بظهر كل رجل قائم أو قاعد لا بوجهه ولا بنائم.

(۲۴/۱۷۹، سترة)

وما في ''البحر الرائق'': وإن استتر بظهر إنسان جالس كان سترة وإن كان قائماً اختلفوا فيه.

(۲/۳۰، ما يفسد الصلاة وما يكره)

ما في ''الدر المختار مع الشامية'': واستظهره في الحلية بأن القاعد يكون سترة للمصلي بحيث لا يكره المرور وراءه. (۲/۳۵۵، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة)

وما في ''حلبي كبير'': ويكره المرور بين يدي المصلي إذا لم يكن عنده حائل نحو السترة أي العصا المركوزة أمامه الأسطوانة ونحوهما من شجرة أو آدمي أو دابة أو غير ذلک.

(ص۳۶۷، فروع في الخلاصة، سهيل اكيدمي لاهور، الفتاوى الهندية: ۱/۱۰۴، ما يفسد الصلاة وما يكره)

بعد میں آنے والا صف میں کہاں کھڑا ہو؟

مسئلہ (۴۱): بعض لوگ جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد میں آتے ہیں اور رکعت پانے کے لیے مسجد میں جہاں جگہ مل جاتی ہے وہیں کھڑے ہوکر امام کی اقتدا کر لیتے ہیں، جب کہ حکمِ شرعی یہ ہے کہ اگر صف میں جگہ ہوتو اس کو پُر کرلیا جائے[1]، اور اگر صف بھر چکی ہوتو کسی اور شخص کی آمد کا انتظار کرے، پھر دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوجائیں، اور اگر امام کے رکوع میں جانے تک کوئی اور شخص نہیں آیا تو اگلی صف سے مسئلہ سے واقف شخص کو پیچھے کھینچ لیں، اور دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اور اگر ایسا شخص موجود نہ ہوتو ضرورتاً صف کے پیچھے امام کی سیدھ میں کھڑا ہو۔[2]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": قال رسول الله ﷺ: " وسطوا الإمام وسدوا الخلل ".

(السنن لأبي داود: ص ۹۹)

(۲) ما في " الشامية ": متى استوى جانباه يقوم عن يمين الإمام إن أمكنه وإن وجد في الصف فرجة سدها وإلا انتظر حتى يجيء آخر فيقفان خلفه وإن لم يجئ حتى ركع الإمام يختار أعلم الناس بهذه المسألة فيجذبه ويقفان خلفه ولو لم يجد عالماً يقف خلف الصلاة بحذاء الإمام للضرورة.

(۲/۲٦٦، باب الإمامة، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها)

ما في "الفتاوى التاتارخانية": ولو جاء والصفوف متصلة انتظر حتى يجيء آخر فإن خاف فوت الركعة جذب واحداً من الصف أو من على يمين الإمام إن علم أنه لا يؤذيه .... وإذا قاموا في الصفوف تراصوا وسووا بين مناكبهم، وفي " جامع الجوامع " : ويسدون الخلل وينبغي أن يجيء إلى الصلاة بالسكينة والوقار، وفي الخلاصة : وإن خاف الفوت."جامع الجوامع": وينبغي أن يحاذي الإمام أفضلهم .

(۱/۳۹۰، الفصل السابع في بيان مقام الإمام والماموم، الفتاوى الهندية : ۱/۸۹، الفصل الخامس) (فتاوی دار العلوم: ۳/۳۳۵)

تعظیماً کسی کو اگلی صف میں جگہ دینا

مسئلہ (۴۲): کسی عالمِ دین یا بزرگ کو تعظیماً اگلی صف میں اپنی جگہ دینا بلا کراہت درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾ . (سورة الحشر: ۹)

ما في "منحة الخالق على البحر الرائق": وإن سبق أحد بالدخول إلى المسجد مكانه في الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سنّاً أو أهل علم ينبغي أن يتأخّر ويقدمه تعظيماً له قالوا هذا مفيد لجواز الإيثار في القرب عملا بعموم قوله تعالى: ﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾ . (۱/ ۲۱۹)

وما في " الدر المختار مع الشامية " : وإن سبق أحد إلى الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سناً أو أهل علم ينبغي أن يتأخر ويقدمه تعظيماً له فبهذا يفيد جواز الإيثار بالقرب بلا كراهة، وقال في الأشباه : لم أره لأصحابنا ونقل العلامة البيري فروعاً تدل على عدم الكراهة ويدل عليه قوله تعالى: ﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾. أقول: وينبغي تقييد المسألة بما إذا عارض تلك القربة ما هو أفضل منها كاحترام أهل العلم والأشياخ كما أفاده الفرع السابق فيكون الإيثار بالقربة انتقالا من القربة إلى ما هو أفضل منها وهو الاحترام المذكورة.

(۲/ ۲٦۷، مطلب في جواز الإيثار بالقرب) (فتاوی رحیمیہ: ۴/ ۱۴٦)

فصل في القراء ة

(فصل قرأت کے بیان میں)

نماز میں مکمل سورت پڑھنی چاہیے

مسئلہ (۴۳): ہر رکعت میں مکمل سورت کا پڑھنا بہتر ہے، اگرچہ کسی سورت کا جزء پڑھنا بھی بلا کراہت درست ہے، پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے، لیکن کسی سورت کا جزء پڑھتے وقت بطورِ خاص مضمونِ آیات کی تکمیل کی رعایت کرنی چاہیے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في ''الحديث'': عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ قرأ في صلاة المغرب بسورة الأعراف فرقها في ركعتين. (السنن للنسائي: ۱/۱۱۴، القراء ة في المغرب بـ'' آلمص'')

ما في ''حلبي كبير'': والأفضل أن يقرأ في كل ركعة سورة تامة ولو قرأ بعض السورة في ركعة ويأتيها في ركعة قيل يكره والصحيح أنه لا يكره.

(ص۴۹۳، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره)

ما في ''الفتاوى التاتارخانية'': الأفضل أن يقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة تامة ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة بعض مشايخنا رحمهم الله قالوا يكره لأنه خلاف ما جاء به الأثر.

(۱/۲۸۰، كتاب الصلاة، نوع آخر، الشامية: ۲/۲۳۱، كتاب الصلاة، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية)

ما في ''الفتاوى الهندية'': الأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوب، ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة قيل يكره وقيل لا يكره وهو الصحيح.

(۱/۷۸، الفصل الرابع في القراء ة) (فتاوی محمودیہ: ۷/۹۸، کتاب الفتاوی: ۱/۳۲۲)

درمیان یا آخر سورت سے قراءت کا حکم

مسئلہ (۴۴): اگر امام یا منفرد نماز کی پہلی رکعت میں کسی سورت کے درمیان سے یا اس کے آخر سے کچھ حصہ پڑھے اور دوسری رکعت میں کسی اور سورۃ کے درمیان سے یا اس کے آخر سے کچھ حصہ پڑھے، تو اس کا یہ عمل ظاہرِ روایت کے مطابق خلافِ اولیٰ ہے، البتہ اگر ایک ہی سورت کے آخری حصہ کو دونوں رکعتوں میں اس طرح پڑھے، کہ بعض آیتیں پہلی رکعت میں اور بعض دوسری میں تو یہ مکروہ نہیں ہے، مگر ہر مصلی کے لئے خواہ امام ہو یا منفرد، مسنون طریقہ سے قراءت کرنا مسنون ہے، لیکن کبھی اس کے خلاف کردیا جائے تو اس پر کراہت کا حکم نہیں ہوگا۔(۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في ''الفتاوی الهندية'': ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة وقرأ في الركعة الأخرى من وسط سورة أخرى أو من آخر سورة أخرى لا ينبغي له أن يفعل ذلك على ما هو ظاهر الرواية ولكن لو فعل ذلك لا بأس به. (۱/۷۸، الفصل الرابع القراءة)

ما في ''الموسوعة الفقهية'': يكره عند الأكثر من الحنفية أن يقرأ آخر سورة في كل ركعة ويجوز أن يقرأ في الركعتين آخر سورة واحد. (۳۳/۴۹، قراءة)

ما في ''الخلاصة الفتاوى'': لو قرأ وسط السورة أو آخر سورة واحدة في الركعة الأولى وقرأ في الركعة الثانية وسط السورة الأخرى أو آخر سورة أخرى لا ينبغي أن يفعل، ولو فعل لا بأس به وفي نسخة شمس الأئمة حلواني قال بعضهم يكره. (۱/۹۶)

ما في ''الخلاصة الفتاوى'': ولا ينبغي أن يقرأ في كل ركعة آخر سورة عليحدة فإنه مكروه عند الأكثر. (۱/۹۷)

ما في ''السعاية'': وإن قرأ آخر سورة في ركعة يكره إن قرأ آخر سورة أخرى في الركعة الثانية وقال بعضهم: لا يكره. (۲/ ۲۰۸)

اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طِوالِ مفصل یعنی ''سورۂ حجرات'' سے لیکر ''سورۂ بروج'' تک، عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل یعنی ''سورۂ بروج'' سے لیکر ''سورۂ لم یکن'' تک اور مغرب میں قِصارِ مفصل یعنی ''سورۂ لم یکن'' سے آخر قرآن (سورۂ ناس) تک۔[1]

---

(۱) ما في ''حلبي كبير'': أما الطوال فمن سورة الحجرات إلى سورة البروج ، وأما الأوساط فمن سورة البروج إلى سورة لم يكن ، وأما القصار فمن سورة لم يكن إلى آخر القرآن.

(ص ۳۱۲ ، سهيل اكيڈمي لاهور، كذا في الموسوعة الفقهية :۴۸/۳۳)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '': ويسن في الحضر لإمام ومنفرد ذكره الحلبي ، والناس عنه غافلون طوال المفصل من الحجرات إلى البروج في الفجر والظهر ومنها إلى آخر لم يكن أوساطه في العصر والعشاء وباقيه قصاره في المغرب .

(۲۳۱/۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب السنة تكون عين وسنة كفاية)

باب الجماعة

(جماعت کا بیان)

جماعتِ ثانیہ کا حکم

مسئلہ (۴۵): اگر کوئی جماعت اپنے متعین مقام پر اس وقت پہنچی کہ وہاں اس وقت کی نماز باجماعت ختم ہوچکی ہو، تو ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں، یہی ظاہر روایت ہے، اس لیے کہ بلا اذان واقامت صحنِ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے اور اذان واقامت کے ساتھ مکروہِ تحریمی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "المسبوط للسرخسي": وإذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه أهله كرهت لهم أن يصلوا جماعة بأذان وإقامة ولكنهم يصلون وحداناً بغير أذان ولا إقامة . (۱/۱۳۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": لو دخل جماعة المسجد بعدما صلى فيه أهله يصلون وحدانا، هو ظاهر الرواية. (۲/۲۴۶، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

ما في "البحر الرائق": ومنها حكم تكرارها في مسجد واحد ففي المجمع : ولا نكررها في مسجد محلة بأذان ثان . وفي المجتبى : ويكره تكرارها في مسجد بأذان وإقامة وعن أبي يوسف إنما يكره تكرارها بقوم كثير. وعن محمد إنما يكره تكرارها على سبيل التداعي .
(۱/۶۰۵)

ما في "منحة الخالق على هامش البحر الرائق": قال قاضيخان في شرح الجامع الصغير: رجل دخل مسجداً قد صلى فيه أهله فإنه يصلي بغير أذان وإقامة لأن تكرار الجماعة تقليلها.......
.... وهكذا روي عن أصحاب النبي ﷺ أنهم إذا فاتتهم الجماعة صلوا وحداناً وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ قال : إنما يكره تكرار الجماعة إذا كثر القوم.

(منحة الخالق على البحر الرائق : ۱/۶۰۵، الفتاوى الهندية : ۱/۸۳) (فتاوی محمودیہ: ۶/۴۳۵)

صلاۃ المعاداۃ (لوٹائی جانے والی نماز) میں شرکت کا حکم

مسئلہ (۴۶): اگر فرائض میں سے کوئی فرض چھوٹ گیا جس کی وجہ سے دوبارہ اس فرض کا اعادہ کیا جارہا ہو، تو دوسری جماعت میں وہ لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو پہلی جماعت میں شامل نہیں تھے، کیونکہ پہلی نماز سے فرض ذمہ سے ساقط نہیں ہوا تو دوسری نماز مستقل فرض نماز ہے۔

اور اگر واجباتِ نماز میں سے کوئی واجب چھوٹ گیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا گیا اس لئے نماز کا اعادہ کیا جارہا ہو، تو اس صورت میں وہ لوگ جو پہلی جماعت میں شامل نہیں تھے شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں اس میں اختلاف ہے، شرکت کی صورت میں صحتِ صلاۃ کا قول راجح واوسع ہے اور عدمِ صحت کا قول احوط ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " التنوير مع شرحه": (لها واجبات) لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يعدها يكون فاسقاً آثماً، وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، والمختار أنه جابر للأول لأن الفرض لا يتكرر. (۲/۱۴۶، مطلب واجبات الصلاة)

ما في "فتح القدير": ولا إشكال في وجوب الإعادة إذ هو الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابراً للأول لأن الفرض لا يتكرر وجعله الثاني يقتضي عدم سقوطه بالأول وهو لازم ترك الركن لا الواجب. (۱/۳۰۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ما في "البحر الرائق": وعن السرخسي: من ترك الاعتدال تلزمه الإعادة، ومن المشايخ من قال تلزمه ويكون الفرض هو الثاني ولا إشكال في وجوب الإعادة إذ هو الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم يكون جابراً للأول لأن الفرض لا يتكرر وجعله الثاني يقتضي عدم سقوطه بالأول وهو لازم ترك الركن لا الواجب.

(۱/۵۲۳، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ما في "حاشية الطحطاوي": وإن تركه الواجب عمداً آثم ووجب عليه إعادة الصلاة تغليظاً عليه لجبر نقصها فتكون مكملة وسقط الفرض بالأولى وقيل تكون الثانية فرضاً فهي المسقطة.

(ص ۲۶۴، باب سجود السهو)

باب صفة الصلاة

(نماز کے طریقہ کا بیان)

مقتدی کے تشہد مکمل کر لینے سے پہلے امام کھڑا ہو جائے تو مقتدی کیا کرے؟

مسئلہ (۴۷): اگر امام مقتدی کے تشہد مکمل کر لینے سے پہلے ہی کھڑا ہو جائے تو مقتدی کو اپنی تشہد مکمل کر لینے کے بعد کھڑا ہونا چاہیئے۔[۱]

الحجةعلى ما قلنا

(۱) ما في "كتاب الآثار لأبي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني": قال محمد:أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم في رجل سبقه الإمام بشيء في صلاته أيتشهد كلما جلس الإمام؟ قال: نعم ؛ قال: فيرد السلام إذا سلّم الإمام؟ قال: إذا فرغ من صلاته رد السلام ، قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى .

(۱/۱۹۳ ، رقم الحديث : ۱۳۲ ، كتاب الصلاة ، باب من سبق بشيء من صلاته)

ما في "الدر المختار مع الشامية": إن متابعة الإمام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يفوته بل يتأتى به ثم يتابع كما لو قام الإمام قبل أن يتمّ المقتدي التشهد فإنه يتمّه ثم يقوم لأن الإتيان به لا يفوت المتابعة بالكلية وإنما يؤخرّها.

(۲/۱۴۶ ، كتاب الصلوة ، مطلب مهم في تحقيق متابعة الإمام)

ما في "الفتاوى الهندية": إذا أدرک الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي أو سلّم الإمام في آخر الصلاة قبل أن يتمّ المقتدي التشهد فالمختار أن يتمّ التشهد كذا في العتابية ، وإن لم يتم أجزاه .

(۱/۹۰ ، الفصل السادس فيما يتابع الإمام وفيما لا يتابعه ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي: ص ۳۰۹) (فتاوی محمودیہ:۶/۵۶۰)

قالین یا گدوں پر سجدہ کا حکم

مسئلہ (۴۸): نماز میں زمین پر سجدہ کرنا ضروری ہے یعنی زمین کی صلابت اور سختی کا ادراک ضروری ہے، آج کل قالین کارپٹ اور دری وغیرہ مسجدوں میں بچھائی جاتی ہیں ان میں زمین کی سختی کا ادراک ہوتا ہے، اس لئے ان پر نماز پڑھنا جائز ہے البتہ موٹے اور لچکدار فوم کے گدے پر نماز جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": السجود هو لغة الخضوع وفسره في المغرب بوضع الجبهة في الأرض، وفي البحر: حقيقة السجود وضع بعض الوجه على الأرض مما لا سخرية فيه فدخل الأنف وخرج الخد والذقن. (۲/۱۱۹)

ما في "مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي": ويفترض السجود على ما يجد الساجد حجمه بحيث لو بالغ لا يتسفل رأسه أبلغ فما كان حال الوضع فلا يصح السجود على النطق والثلج والتبن والأرز والذرة . (ص: ۲۳۱)

ما في " الدرالمختار مع الشامية ": لا يصح لعدم السجود على محله وبشرط طهارة المكان وأن يجد حجم الأرض. "در مختار".

قوله : (أن يجد حجم الأرض) تفسيره أن الساجد لو بالغ لا يتسفل رأسه أبلغ من ذلک فصح على طنفسة وحصير وحنطة وشعير وسرير وعجلة وإن كانت على الأرض .... ولا على أرز أو ذرة إلا في جوالق .... أو حشيش إلا أن وجد حجمه، ومن هنا يعلم الجواز على طراحة القطن فإن وجد الحجم جاز وإلا فلا . (۲/۱۸۲، مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في "التبيين الحقائق": قوله : وإن سجد على شيء يلقى حجمه لا يجوز ... الخ .... يجوز السجود على الحشيش والتبن والقطن والطنفسة إن وجد حجم الأرض وكذا الثلج الملبد فإن كان بحال يغيب فيه وجهه ولا يجد حجم أو على العجلة على الأرض يجوز كالسرير.......... .....والحنطة والشعير يجوز لا على الدخن والأرز لعدم الاستقرار. (۱/۳۰۵) =

قنوتِ نازلہ کا حکم

مسئلہ (۴۹): جب کافروں کی طرف سے عام مسلمانوں پر ظلم وزیادتی اور تشدد ہورہا ہو اور مسلمان پریشان ہوں، ابتلاء وازمائش کا سلسلہ جاری ہو، تو امام کے لئے فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد اس قدر بلند آواز سے قنوتِ نازلہ پڑھنا جو آوازِ قرات سے کم تر ہو، مستحب ہے اور مقتدی امام کے ہر سکتہ پر آہستہ سے آمین کہے۔[1]

= ما في ''الفتاوى الهندية'': ولوسجد على الحشيش أو التبن أو على القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد حجمه يجوز وإن لم تستقر لا ...... إذا سجد على الحنطة أو الشعير جاز . وإن سجد على الذرة أو الجاروس أو الدخن أو الأرز لا يجوز. (۱/۷۰)

ما في ''الفتاوى الولوالجية'': إذا صلى على الثلج إن لبده جاز لأنه صار بمنزلة الأرض وإن لم يلبده وكان يغيب وجهه فيه ولا يجد حجمه لم يجز ، لأنه بمنزلة الساجد في الهوى ، وعلى هذا إذا ألقى في المسجد حشيش كثير إن وجد حجمه جاز أن يسجد وإن لم يجد لا .

(۱/۸۷، كتاب الطهارة ، الفصل التاسع)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الحديث'': عن سعيد بن جبير قال : أشهد أني سمعت ابن عباس رضي الله عنهما يقول :'' إن القنوت في صلاة الفجر بدعة إلا إذا نزل بالمسلمين نازلة ''.

(أوجز المسالك :۳/۱۵ ۳)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ لا يقنت في صلاة الصبح إلا أن يدعو القوم أو على قوم . (نصب الراية للزيلعي :۲/۱۳۰) =

جہر وسر کی حالت میں مقتدی کا ثناء پڑھنا

مسئلہ(۵۰): نماز میں ثناء کا پڑھنا ہر مقتدی کے لئے سنت ہے، لیکن اگر کوئی شخص جہری نماز میں امام کی اقتداء اس وقت کرے جب وہ قراءت میں مشغول ہو چکا ہو تو وہ ثناء نہ پڑھے، کیوں کہ ثناء پڑھنا سنت ہے اور قراءتِ قرآن کا سننا واجب ہے اور ادائے سنت=

= وما ''في الموسوعة الفقهية'': إن كان إماماً يجهر بالقنوت لكن دون الجهر بالقراءة في الصلاة والقوم يتابعونه. قال أبو يوسف : يسن أن يقرأ المقتدي أيضاً وهو المختار. وقال محمد: لا يقرأ بل يؤمن لأن له شبهة القرآن احتياطاً . (۶۳/۳۴)

ما في ''الموسوعة الفقهية'': لا خلاف بين المذاهب الأربعة أن الصلاة إن كانت سرية فالإسرار بالتامين سنة في حق الإمام والمأموم والمنفرد وأما إن كانت جهرية فقد اختلفوا في الإسرار به وعدمه على ثلاثة مذاهب ؛ الأول: ندب الإسرار وإليه ذهب الحنفية والمالكية .

(۱/۱۱۳، آمين)

ما في ''الموسوعة الفقهية'': وقال الحنفية والحنابلة : لا قنوت في صلاة الفجر إلا في النوازل.

(۳۲۲/۲۷)

وما في ''مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي'': وقال الإمام أبوجعفر الطحاوي رحمةالله تعالى : إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بلية فإن وقعت فتنة أو بلية فلا بأس به فعله رسول الله ﷺ أي بعد الركوع. (ص:۳۷۷، تبيين الحقائق: ۱/۴۲۶، البحر الرائق: ۷۸/۲، منحة الخالق على البحر الرائق: ۷۸/۲، الهداية ، ۱/۱۲۵)

= کے لئے ترکِ واجب درست نہیں، لیکن اگر کوئی شخص سری نماز میں اس وقت امام کی اقتداء کرے جب وہ قراءت میں مشغول ہو چکا ہوتو وہ ثناء پڑھے گا، کیونکہ سری نماز میں قراءت کا سننا فرض نہیں ہے، مقتدی کا خاموشی کے ساتھ کھڑا رہنا محض تعظیمِ قراءت کی وجہ سے مسنون ہے۔ (۱)

الحجه على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ .

(سورة الأنفال : ۲۰۴)

وما في "روح المعاني": والآية دليل لأبي حنيفة رضي الله عنه في أن المأموم لا يقرأ في سرية ولا جهرية لأنها تقتضي وجوب الاستماع عند قراءة القرآن في الصلاة وغيرها . (۲۱۸/۶)

وما في "الدر المختار مع الشامية ": ولو أدرک الإمام بعد ما اشتغل بالقراءة قال ابن الفضل: لا يثني وقال غيره: يثني، وينبغي التفصيل إن كان الإمام يجهر لا يثني وإن كان يسر يثني وهو مختار شيخ الإسلام خواهر زاده وعلله في الذخيرة بما حاصله أن الاستماع في غير حالة الجهر ليس بفرض بل يسن تعظيماً للقراءة فكان سنة غير مقصودة لذاتها وعدم قراءة المؤتم في غير حالة الجهر لا لوجوب الإنصات بل لأن قراءة الإمام له قراءة، وأما الثناء فهو سنة مقصودة لذاتها وليس ثناء الإمام ثناء للمؤتم فإذا تركه يلزم ترک سنة مقصودة لذاتها للإنصات الذي هو سنة تبعاً بخلاف تركه حالة الجهر. (۱۶۷/۲، ۱۶۸، مطلب في بيان المتواتر والشاذ)

وما في "البحر الرائق": أيأتي به كل مصل إماماً كان أو مأموماً أو منفرداً لكن قالوا : المسبوق لا يأتي به إذا كان الإمام يجهر بالقراءة للاستماع وصححه في الذخيرة.

(۵۴۰/۱ ، باب صفة الصلاة) =

گھٹنوں یا قدموں میں تکلیف کی وجہ سے قیام کو ترک کر دینا

مسئلہ(۵۱): اگر کسی شخص کے گھٹنوں یا قدموں میں معمولی تکلیف ہے تو اس معمولی تکلیف کی وجہ سے فرض نماز میں قیام کو ترک کر دینا اور بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ قیام فرض ہے معمولی عذر کی وجہ سے قیام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر تکلیف اس حد تک پہو نچ چکی ہو کہ آدمی کھڑے ہوتے ہی گر جاتا ہے یا مرض کے بڑھ جانے یا شفایابی میں دیر لگ جانیکا ظن غالب ہو یا نا قابلِ برداشت تکلیف پہو نچتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر تھوڑی دیر کیلئے بھی کھڑے ہونے کی طاقت ہو تو جتنی دیر کھڑا رہ سکتا ہے اتنی دیر کھڑا رہنا فرض ہے۔(۱)

= وما في "حاشية الشلبي على تبيين الحقائق": المقتدي هل يأتي بالثناء إذا أدرک الإمام في القيام والركوع ذكر الكرخي أني لا أحفظ فيه رواية عن أصحابنا إلا إني أثني ما لم يبدأ الإمام بالقراءة. وقال بعضهم: إذا كانت الصلاة لا يجهر فيها أثنى وإن كان الإمام يقرأ بخلاف صلاة الجهر. وقال عيسى بن النضر: الصحيح عندي أنه يثني وإن كان الإمام في القراءة أو في الركوع ما لم يخف فوت الركوع. (۱/۲۸۹)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الجوهرة النيرة": إذا تعذر على المريض القيام صلّى قاعداً يركع ويسجد .... وإذا كان قادراً على بعض القيام دون تمامه أمر بأن يقوم مقدار ما يقدر فإذا عجز قعد حتى لو قدر أن يكبر قائماً للتحريمة ولم يقدر على القيام يعني للقراءة أو كان يقدر على القيام لبعض القراءة دون تمامها فإنه يؤمر أن يكبر قائماً ويقرأ ما يقدر عليه قائماً ثم يقعد إذا عجز.

(۱/۲۰۴، باب صلاة المريض) =

....

....

....

....

= ما في "فتح القدير": ولو قدر على بعض القيام لا كله لزمه ذلك القدر حتى لو كان إنما يقدر على التحريمة لزمه أن يتحرم قائماً ثم يقعد .(۲/۳، باب صلاة المريض، حلبي كبير: ص ۲۶۲، الثاني القيام، الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۶ ، الباب الرابع عشر في صلاة المريض)

ما في "المبسوط": المريض إذا كان قادراً على القيام يصلي قائماً فإذا عجز عن القيام يصلي قاعداً فإن كان قادراً على القيام في أول الصلاة وعجز عن القيام فإنه يقعد .

(۱/۱۳ ۳۷۵، باب صلاة المريض)

ما في "المراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي": إذا تعذر على المريض كل القيام أو تعسر بوجود ألم شديد أو خاف زيادة المرض أو بطأه به صلى قائماً بركوع وسجود ويقعد كيف ما شاء في الأصح وإلا بأن قدر على بعض القيام قام بقدر ما يمكنه بلا زيادة مشقّة ولو بالتحريمة وقراء ة آية. (ص ۴۳۰ ، باب صلاة المريض)

وما في "الحديث": قال عليه السلام لعمران بن حصين :" صلّ قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى الجنب تؤمي إيماء". أخرجه الجماعة إلا مسلما.

عن عمران بن حصين قا ل : كانت بي بواسير فسألت النبي ﷺ عن الصلاة فقال: " صل قائماً فإن لم تستطع فعلى الجنب".

(صحيح البخاري: تقصير الصلاة، باب ۱۹ ، السنن لإبن ماجة في الإقامة ، باب ۱۳۹ بحوالة نصب الراية : ۲/۱۷۸ ، السنن لأبيداود : رقم الحديث:۹۵۲ السنن للترمذي في الصلاة، باب: ۱۵۷)

زاد النسائي : فإن لم تستطع مستلقيا لا يكلف الله نفسا إلا وسعها.

(السنن الكبرى للنسائي في قيام الليل: باب ۲۲)

جو مریض رکوع وسجود پر قادر نہ ہوتو کیا کرے؟

مسئلہ (۵۲): اگر کوئی شخص قیام پر قادر ہے مگر رکوع وسجدہ پر قادر نہیں تو اس کے حق میں قیام ساقط ہوگا [۱]، وہ بیٹھ کر اپنے سر سے رکوع وسجدہ کیلئے اشارہ کرکے نماز پڑھے اوریہی اس کے لئے افضل ہے [۲]، کیونکہ یہ حالت اشبہ بالسجود ہے، لیکن اگر وہ کھڑے ہوکر اشارہ سے رکوع وسجدہ کرکے نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے [۳]، البتہ اشارۂ سجود کو اشارۂ رکوع سے بہر صورت ذرا پست رکھے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": قال عليه الصلاة والسلام: " إن قدرت أن تسجد على الأرض وإلا أومي برأسک". (نصب الراية: ۱۷۸/۲، السنن الكبرى للبيهقي: رقم الحديث: ۳۶۶۹)

ما في "المبسوط": وإنما إذا كان قادراً على القيام وعاجزاً عن الركوع والسجود فإنه يصلي قاعداً بإيماء وسقط عنه القيام. (۲۰۵/۱، باب صلاة المريض)

(۲) ما في "البحرالرائق": وإن تعذر الركوع والسجود لا القيام أومأ قاعداً .... والأفضل هو الإيماء قاعداً لأنه أشبه بالسجود. (۲۰۵/۲)

وما في "فتح القدير": وإن قدر على القيام ولم يقدرعلى الركوع والسجود لم يلزمه القيام ويصلي قاعداً يؤمي إيماء والأفضل هو الإيماء قاعداً لأنه أشبه بالسجود.

(۶/۲، باب صلاة المريض)

(۳) ما في "الجوهرة النيرة": فإن قدر على القيام ولم يقدر على الركوع والسجود لم يلزمه القيام ويصلي قاعداً يومي إيماء فإن أومأ قائماً جاز. (۲۰۵/۱، باب صلاة المريض)

(۴) ما في "الحديث": عن جابر أن النبي ﷺ عاد مريضاً فرآه يصلي على وسادة فأخذها فرمى بها فأخذ عوداً ليصلي عليه فأخذه فرمى به وقال: "صلّ على الأرض إن استطعت وإلا فأومي إيماءً واجعل سجودک أخفض من ركوعک".

(مجمع الزوائد: ۱۴۸/۲، بحواله نصب الراية: ۱۷۸/۲) =

مریض قیام پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے

مسئلہ(۵۳) اگر مریض قیام پر قادر نہیں مگر رکوع سجدہ پر قادر ہے تو وہ بیٹھ کر رکوع سجدہ کے ساتھ نماز پڑھے، خواہ وہ اپنی سہولت کے مطابق زمین پر بیٹھے یا کرسی یا ویل چیئر (Wheel Chair) پر بیٹھے، خواہ وہ زمین پر سجدہ کرے یا سامنے رکھے ہوئے ٹیبل پر سجدہ کرے دونوں صورتیں جائز ہیں۔[1]

= ما في "مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي": وإن تعذر الركوع والسجود وقدر على القعود ولو مستنداً صلى قاعداً بالإيماء للركوع والسجود برأسه وجعل إيمائه للسجود أخفض من إيمائه للركوع . (ص: ۴۳۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": عن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه عن النبي ﷺ قال: " يصلي المريض قائماً فإن لم يستطع صلى قاعداً فإن لم يستطع أن يسجد أومأ وجعل سجوده أخفض من ركوعه فإن لم يستطع أن يصلي قاعداً صلى على جنبه الأيمن مستقبلة القبلة فإن لم يستطع صلى مستلقيا رجلاه مما يلي القبلة ". (نصب الراية: ۲/۱۷۹)

ما في "الجوهرة النيرة": إذا تعذر على المريض القيام صلّى قاعداً يركع ويسجد، قوله: صلى قاعداً يعني يقعد كيف تيسّر عليه . (۱/۲۰۴)

ما في "الخلاصة الفتاوى": المريض إذا عجز عن القيام وقدر على القعود بركوع وسجود فإنه يصلي قاعداً بركوع وسجود ولا يجزيه غير ذلك . (۱/۱۹۶)

ما في "الفتاوى الهندية": إذا صلى المريض قاعداً كيف يقعد الأصح أن يقعد كيف تيسّر عليه .

(۱/ ۱۳۶، الباب الرابع عشر في صلاة المريض)

حالتِ نماز میں دعا کا حکم

مسئلہ (۵۴): منفرد شخص کے لئے نفل نماز میں آیتِ رحمت پر طلبِ رحمت وسوالِ جنت اور آیتِ عذاب پر استغفار وتعوذ من النار کی دعا کرنا جائز ہے اور فرض نماز میں مکروہ ہے، اور امام ومقتدی کے لیے فرض ونفل دونوں میں طلبِ رحمت وسوالِ جنت اور استغفار وتعوذ من النار کی دعا کرنا مکروہ ہے[۱]، کیونکہ امام کے دعا کرنے کی وجہ سے مقتدیوں پر نماز لمبی ہوجائے گی اور مقتدی کی دعاء کرنے کی وجہ سے انصات فی الصلاۃ (نماز میں خاموش رہنا) میں خلل واقع ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ”حلبي كبير“: روى مسلم عن حذيفة بن اليمان قال: صليت مع النبي ﷺ ذات ليلة فافتتح البقرة فقلت يركع عند المائة ثم مضى فقلت يصلي بها في ركعة الحديث إلى أن قال إذا مر بآية فيها تسبيح سبح وإذا مر بسؤال سأل الله وإذا مر بتعوذ تعوذ فهذا في التهجد .... أما الإمام فلئلا يطول على المقتدين وأما المقتدي فلئلا يفوت الإنصات الواجب عليه بالنص. (ص ۳۵۸، سهيل ايكڈمی لاهور)

ما في ”الهداية“: ولا بأس للمتطوع المنفرد أن يتعوذ من النار ويسأل الرحمة عند آية الرحمة أو يستغفر وإن كان من الفرض يكره وأما الإمام والمقتدي فلا يفعل ذلک في الفرض ولا في النفل . (۱/۱۹۸، كتاب الصلوة، الفصل الثاني فيما يكره من الصلوة وما لا يكره ، منية المصلي: ص۱۰۷ ، فصل فيما يكره في الصلوة و ما لا يكره)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ .
(الأعراف: ۲۰۴)

ما في ”الحديث“: عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: ”إذا صلى أحدكم للناس فليخفف فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير وإذا صلى لنفسه فليطول ما شاء “.

(السنن لأبي داود: ص۱۱۵ ، كتاب الصلاة ، باب في تخفيف الصلاة ، رقم الحديث: ۷۹۳، السنن الكبرى للنسائي: كتاب الامامة و الجماعة ما على الامام من التخفيف، رقم الحديث: ۸۹۷)

أحكام المسبوق

(مسبوق کے احکام)

مسبوق ثناء کب پڑھے؟

مسئلہ (۵۵): مسبوق شخص جب امام کے ساتھ اس وقت شریک ہوا کہ وہ جہری قرات میں مشغول ہو چکا ہو تو ثناء نہ پڑھے، اور اگر سری قرات میں مشغول ہے تو ثناء پڑھے، پھر جب امام فارغ ہونے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اس وقت بھی دوبارہ ثناء پڑھے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾.

(سورة الأعراف: ۲۰۴)

ما في "روح المعاني": والآية دليل لأبي حنيفة رضي الله عنه في أن المأموم لا يقرأ فى سرية ولا جهرية لأنها تقتضي وجوب الاستماع عند قراءة القرآن في الصلاة وغيرها. (۲۱۸/۶)

وما في "الدر المختار مع الشامية": ولو أدرك الإمام بعد ما اشتغل بالقراءة قال ابن الفضل: لايثني وقال غيره: يثني وينبغي التفصيل إن كان الإمام يجهر لا يثني وإن كان يسر يثني وهو مختار.

(۱۶۸/۲، مطلب في بيان المتواتر والشاذ، فتاوى قاضيخان: ۴۳/۱، قبيل باب مفتاح الصلاة، المكتبة الحقانية، محله جنگي پشاور، باكستان، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية: ۸۸/۱)

ما في "حلبي كبير": وأما المسبوق فلا يأتي به عندهما إلا بعد مفارقة الإمام لأنه محل قراءته وعنده يأتي به عند الشروع تبعاً للثناء ثم إذا قام إلى قضاء ما سبق به يأتي به أيضاً على ما ذكره =

مسبوق کا دوسرے کے کہنے پر بقیہ نماز پوری کرنا

مسئلہ (۵۶): مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے، پھر دوسرے کی کہنے کی بنا پر اپنی نماز مکمل کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر سلام پھیرنے کے بعد یاد آ گیا (خواہ یہ یاد آنا اپنے بازو میں نماز پڑھنے والے کو دیکھ کر ہی ہو پھر کھڑا ہوا) تو نماز فاسد نہ ہوگی۔[1]

= في الخلاصة بناء على أنه يثني مرتين .... والمسبوق يأتي بالثناء إذا أدرك الإمام حالة المخافتة ثم إذا قام إلى قضاء ما سبق به يأتي به أيضاً كذا ذكره في الملتقط.

(ص: ۳۰۴، باب صفة الصلاة)

ما في "السعاية في كشف ما في شرح الوقاية": ذكر في الخلاصة أن على قوله يأتي المسبوق مرتين؛ مرة عند الركوع ومرة عند القيام إلى القضاء وهو مبني على ما ذكره في الملتقط من أن عنده يأتي المسبوق بالثناء مرتين؛ مرة عند الشروع ومرة عند القيام إلى القضاء .

(۲/ ۱۶۸، باب صفة الصلاة، خلاصة الفتاوى : ۱/۱۶۵، ما يتصل مسائل الاقتداء، مسائل المسبوق الملتقط : ۱/۴۹)

ما في "الموسوعة الفقهية": المسبوق إذا أدرك الإمام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء سواء كان بعيداً أو قريباً أو لا يسمع لصممه فإذا قام إلى قضاء ما سبق يأتي بالثناء ويتعوذ للقراءة وفي صلاة المخافتة يأتي به .

(۳۷/۱۶۱، مسبوق، الفتاوى الهندية : ۱/ ۹۰، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص ۲۵۹، باب صفة الصلاة)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": إن حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقاً وإن حصل تذكره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقاً. (۲/ ۳۲۹)

ما في "الفتاوى الهندية": ولو نسي أحد المسبوقين المستاويين كمية ما عليه فقضى ملاحظاً للآخر بلا اقتداء به صح كذا في الخلاصة. (۱/ ۹۲، الباب السابع في المسبوق واللاحق)

مسبوق قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات پڑھے

مسئلہ (۵۷): مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات پڑھے، درود شریف اور دعاء ماثورہ نہ پڑھے، بل کہ بہتر یہ ہے کہ التحیات ٹھہر ٹھہر کر پڑھے تا کہ امام کے سلام پھیرنے تک فارغ ہو، یا پھر التحیات سے فارغ ہو کر خاموش رہے۔ (۱)

الجحة على ما قلنا

ما في ''الفتاوى التاتارخانية'': سئل شيخ الإسلام محمد الطيان عن هذا فقال: يقرأ المسبوق التحيات كلمة كلمة ويقف عند كل كلمة حتى إذا بلغ التشهد بلغ الإمام السلام فيقوم إلى قضاء ما سبق لكيلا يكرر التشهد ولا يسكت ولا يجاوز قدر التشهد وهذا أولى الوجوه . (۱/۵۶۰)

ما في ''الدر المختار مع الشامية'': وأما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام إمامه وقيل يتم.

قوله : يترسل أي يتمهل .... في النهر : أنه يقضي آخر صلاته في حق التشهد ويأتي فيه بالصلاة والدعاء وهذا ليس آخراً . (۲/ ۱۹۵ ، مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد)

سنن الصلاة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

طلوعِ فجر کے بعد نفل پڑھنے کا حکم

مسئله(۵۸): بعض طلباء طلوعِ فجر کے بعد اذانِ فجر سے پہلے مسجد میں پہو نچتے ہیں اور تہجد کی نیت سے نفل پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، جبکہ طلوعِ فجر کے بعد فجر کی سنت کے علاوہ کوئی دوسری نفل پڑھنا مکروہ ہے، مثلاً آج کل طلوعِ فجر کا وقت ۵/بج کر ۵۷/منٹ پر ہے، لہذا اس کے بعد سوائے سنتِ فجر کے اور کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے، البتہ قضاء نماز اور سجدۂ تلاوت کر سکتے ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": " إذا طلع الفجر لا صلاة إلا ركعتين ".

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۳/۲۱۲، رقم الحديث: ۳۸۵)

ما في "الاختيار لتعليل المختار": ولا يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب، ويجوز أن يصلي في هذين الوقتين الفوائت ويسجد للتلاوة. (۱/۶۲، كتاب الصلاة)

وما في "مختصر الوقاية": ويكره النفل فقط بعد الصبح إلاسنة أي دون الفوائت سجدة التلاوة وصلاة الجنازة. (۱/۱۰۱، كتاب الصلاة، الأوقات المكروهة)

وما في "التبيين الحقائق": وبعد طلوع الفجر بأكثر من سنة الفجر أي يكره أن يتطوع بعدما طلع الفجر بأكثر من سنة الفجر . (۱/۲۳۴، كتاب الصلاة)

وما في "النهر الفائق": ومنع أيضا عن التنفل بعد طلوع الفجر بأكثر أي أزيد في صلاة الفجر . (۱/۱۶۸)

وما في "الدر المختار مع الشامية": وكره نفل .... بعد طلوع الفجر سوى سنة لشغل الوقت به تقديراً حتى لو نوى تطوعاً كان سنة الفجر بلا تعيين . (۲/۳۴)

فجر کی سنت فوت ہو جائے تو طلوعِ شمس کے بعد پڑھے

مسئلہ (۵۹): اگر کسی شخص کو فجر کی سنت پڑھنے کا موقع نہ ملے تو فجر کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے پہلے بالاتفاق اس کی قضا نہیں کی جائے گی، کیونکہ فجر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے، اب طلوع شمس کے بعد اس کی قضا کی جائے گی یا نہیں اس میں اختلاف ہے، شیخین کے نزدیک قضا نہیں کی جائے گی لیکن اگر کرے تو کوئی مضائقہ نہیں اور امام محمد کے نزدیک زوال سے پہلے تک قضا کرنا مستحب ہے یعنی نہ کیا تو کوئی ملامت نہیں، گویا یہ اختلاف اتفاق سے قریب ہے۔ (۱)

ظہر سے پہلے کی چار سنتِ مؤکدہ فوت ہو جائے تو کب ادا کرے؟

مسئلہ (۶۰): اگر کسی شخص کی ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنتِ مؤکدہ چھوٹ جائے تو اس کیلئے بہتر یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد پہلے دو رکعت سنتِ مؤکدہ پڑھے پھر چار رکعت سنتِ مؤکدہ ادا کرے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ”الدر المختار مع الشامية“: وإذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد: أحب إلي أن يقضيهما إلى الزوال كما في الدرر. قيل هذا قريب من الاتفاق لأن قوله: أحب إلي دليل على أنه لو لم يفعل لا لوم عليه وقالا لايقضي وإن قضى فلا بأس به. (۲/۵۱۲، باب إدراک الفريضة)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في ”الحديث“: عن عائشة رضي الله عنها قالت: ” كان رسول الله ﷺ إذا فاتته الأربع قبل الظهر صلاها بعد الركعتين بعد الظهر “.

(السنن لإبن ماجه: ص ۸۰، كتاب الصلاة، باب من فاتتة الأربع قبل الظهر) =

....

....

....

....

= ما في "البحر الرائق": ورجح في فتح القدير تقديم الركعتين لأن الأربع فاتت عن موضع المسنون فلا يفوت الركعتين عن موضعهما قصداً بلا ضرورة.

(۱۳۲/۲، كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": رجح في الفتح تقديم الركعتين، قال في الإمداد: وفي فتاوى العتابي أنه المختار. وفي مبسوط شيخ الإسلام أنه الأصح لحديث عائشة رضي الله عنها ..... وهو قول أبي حنيفة. (۴۴۹/۲، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش)

ما في "مجمع البحرين في ملتقى النيرين": ويقدم أولى الظهر قاضياً على ثانيها في الوقت وآخرها وقيل بل عكساً في الأصح .... يعني من ترک السنة الأولى ليؤدي الظهر بالجماعة قضاها في الوقت بالاتفاق..... وقال محمد: يؤخرها لأن السنة الأولى فائتة عن محلها فلا يجوز تفويت الثانية عن محلها لأنها شرعت متصلة بالفرض. (۱۴۳۵)

ما في "المحيط البرهاني": يقول يأتي بها بعد الركعتين لأنها لو أتى قبل الركعتين تفوته الركعتان عن وقتها .

(۱۵۱/۲،كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرين في التطوع قبل الفرض.......... مختصر الوقاية : ۱۷۵/۱، الاختيار لتعليل المختار : ۱۰۱/۱، فصل في قضاء الفوائت)

مکروهات الصلاة

(مکروہاتِ نماز کا بیان)

مکروہ کی قسمیں اور ان کا شرعی حکم

مسئله (۶۱): مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مکروہِ تنزیہی (۲) مکروہِ تحریمی مکروہِ تنزیہی اقرب الی الحلال ہونیکی وجہ سے موجبِ عقاب نہیں ہوتا، اور مکروہِ تحریمی اقرب الی الحرام ہونیکی وجہ سے موجبِ عقاب ہوتا ہے، لہذا اگر نماز میں کراہتِ تنزیہی کا ارتکاب ہوجائے یعنی کوئی سنت چھوٹ جائے تو اعادۂ نماز اولیٰ ہے، اور کراہتِ تحریمی کا ارتکاب ہوجائے یعنی کوئی واجب چھوٹ جائے اور سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو اعادۂ نماز واجب ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''حلبي كبير'': إعلم أن الفعل إن تضمن ترک واجب فهو مكروه كراهة تحريم وإن تضمن ترک سنة فهو مكروه كراهة تنزيه. (ص: ۳۴۵، فصل كراهية الصلوة)

ما في ''مراقي الفلاح'': والمكروه تنزيهاً إلى الحل أقرب فالمكروه تحريماً إلى الحرمة أقرب وتعاد الصلاة مع كو نها صحيحة لترک واجب وجوباًوتعاد استحباباً بترک غيره. قال في التجنيس: كل صلاة أديت مع الكراهة فإنها تعاد لا على وجه الكراهة .

(ص ۳۴۴ ، فصل في المكروهات)

ما في ''حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح'': وقال ابن أمير الحاج: وكثيرا ما تطلق الكراهة على كراهة التنزيه أي والأصل في إطلاقها التحريم، وحينئذ فلا بد من النظر في الدليل الفارق بينهما كما في البحر والنهر، وحاصله أن الفعل إن تضمن ترک واجب فمكروه تحريماً، وإن تضمن ترک سنة فمكروه تنزيهاً لكن تتفاوت كراهته في الشدة، والقرب من التحريم بحسب =

ٹائی کے ساتھ نماز پڑھنا

مسئلہ (۶۲): بعض حضرات ٹائی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں جب کہ ٹائی کے ساتھ نماز پڑھنا تشبہ بالکفار کی وجہ سے مکروہ ہے، کیوں کہ ٹائی صلیب کی علامت ہے جو نصاریٰ کا شعار ہے۔(۱)

= تأكد السنة وإن لم يتضمن شيئاً منهما فإن كان أجنبياً من الصلاة وليس فيه تتميم لها، ولا دفع ضرر فهو مكروه أيضا كالعبث بالثوب أو البدن، وكل ما يشغل القلب وكذا ما هو من عادة أهل التكبر وصنيع أهل الكتاب وكراهة ذلك على حسب ما يقتضيه الدليل، فإن كان الدليل مفيداً للنهي الظني الثبوت فالكراهة تحريمية إلا إذا وجد له صارف عن التحريم، وإن لم يفد النهي بل كان مفيداً للترك من غير جزم فتنزيهية. (ص ۳۴۴، فصل مكروهات الصلاة)

ما في "الفتاوى الهندية": عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ أنه إلى الحرام أقرب كذا في الهداية وهو المختار، هكذا في شرح أبي المكارم هذا هو المكروه كراهة تحريم، وأما المكروه كراهة تنزيه فإلى الحلال أقرب كذا في شرح الوقاية. (۳۰۸/۵، كتاب الكراهية)

ما في " الشامية ": بل قال في فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب .

(۱۴۷/۲، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، دار الكتب العلمية بيروت، الموسوعة الفقهية: ۲۷۲/۳۸، تحت مكروه)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ . (هود:۱۱۳)

ما في "الجامع لأحكام القرآن للقرطبي": قال قتادة: معناه لا تودوهم ولا تطيعوهم، وقال ابن جريج: لا تميلوا إليهم، وقال أبو العالية: لا ترضوا أعمالهم. (۱۰۸/۹)

ما في " السنن لأبي داود ": لقوله عليه السلام: " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص ۵۵۹) =

تصویر رکھ کر نماز پڑھنا

مسئلہ(۶۳): روپیے پیسے یا شناختی کارڈ وغیرہ جن میں تصویر ہوتی ہے اس کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، کیوں کہ یہ جیب میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ (۱)

= ما في ''بذل المجهود'': قال الملا علي القاري: من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹)

ما في ''شرح الطيبي على مشكوة المصابيح'': قال الطيبي: قوله: ''من تشبه بقوم''. هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبيه.

(۸/۲۳۲، كتاب اللباس والزينة ، مرقاة المفاتيح : ۸/۲۲۲، رقم الحديث :۴۳۴۷)

ما في ''الصحيح البخاري'': لقوله عليه السلام: '' أبغض الناس إلى الله ثلاثة؛ ملحد في الحرم، ومتبغ في الإسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه''.

(۲/۱۰۱۶ ، كتاب الديات، باب من قتل دم امرئ)

ما في ''فتح الباري لإبن حجر'': قوله: ''ومتبغ في الإسلام سنة الجاهلية''. وقيل: المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/۲۶۲ ، رقم الحديث: ۶۸۸۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الصحيح البخاري'': '' لاتدخل الملئكة بيتا فيه كلب ولاصورة تماثيل'' .

(۱/۳۶۱ ،كتاب بدء الخلق)

ما في ''حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح'': إذا كان تمثال تحت رجليه أو في محل جلوسه وقد نصوا على أنه لا كراهة في ذلك . (ص۳۵۶)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '': قال في البحر: ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر . (۲/۳۶۱ ، مطلب مكروهات الصلاة)

ما في '' تبيين الحقائق '': أن تكون صغيرة لأنها لا تعبد إذا كانت صغيرة بحيث لا تبدو للناظر والكراهة باعتبار العبادة فإذا لم يعبد مثلها لا يكره. (۱/۴۱۴) =

نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنا

مسئلہ (۶۴): بعض حضرات نماز کی حالت میں آسمان کی طرف دیکھتے ہیں یہ عمل خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہِ تحریمی ہے۔[1]

نماز میں چھینک پر الحمدللہ کہنا

مسئلہ (۶۵): اگر نماز کی حالت میں کسی کو چھینک آئی اور اس نے چھینک پر الحمدللہ کہا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، مناسب ہے کہ وہ دل میں الحمدللہ کہے لیکن خاموش رہنا بہتر ہے۔[2]

= ما في " البحر ومجمع الأنهر وفتح القدير": إذا كانت في موضع قيامه أو جلوسه لا يكره لأنها استهانة.(۲/۴۸، مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر: ۱/۱۸۸، فتح القدير: ۱/۴۲۸، بيروت)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": "ما بال أقوام يرفعون أبصارهم إلى السماء لينتهينَّ أو لتُخطِفنّ أبصارهم". (الصحيح البخاري: ۱/۱۰۳، كتاب الأذان)

ما في "الفتاوى الهندية": ويكره أن يرفع بصره إلى السماء. (۱/۱۰۶، الفصل الثاني)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": ويكره رفعهما إلى السماء وقام الإجماع على كراهة ذلك في الصلاة لمنافاته الخشوع المطلوب. (ص ۳۵۴)

ما في "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر": وكره نظره إلى السماء لأنه تشبه بالمجسَّمة وعبدة الكواكب والتفات إلى غير موضع نظر المصلي . (۱/۱۸۷)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "السنن الكبرى للنسائي": عن معاذ بن رفاعة عن أبيه قال: "صليت خلف رسول الله ﷺ فعطست فقلت: الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه مباركا عليه كما يحب ربنا ويرضى، فلما صلى رسول الله ﷺ انصرف فقال : " من المتكلم في الصلاة " ؟ فلم يتكلم أحد =

نماز کی حالت میں ٹوپی گر جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ (۶۶): اگر کسی شخص کی ٹوپی نماز میں بحالتِ قیام ورکوع گر جائے اور وہ اسے اٹھا کر پہن لے تو اس کی نماز عملِ کثیر کی وجہ سے فاسد ہوگئی۔

اور اگر سجدہ کی حالت میں سر کے سامنے گری اور اس نے عملِ قلیل کے ساتھ مثلاً ایک ہاتھ سے لیکر پہن لی تو اجازت ہے بلکہ افضل ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔[1]

=ثم قالها الثانية: "من المتكلم في الصلاة"؟ فلم يتكلم أحد، ثم قالها الثالثة: "من المتكلم في الصلاة"؟ فقال رفاعة بن رافع بن عفراء: أنا يا رسول الله؟ "قال: كيف قلت"؟ قال: قلت الحمد لله حمدا كثيرًا طيبا مباركا فيه مباركا عليه كما يحب ربنا ويرضى، فقال النبي ﷺ: "والذى نفسي بيده لقد ابتدرها بضعة وثلاثون ملكا أيهم يصعد بها" . (۱/۱۰۸، ما جاء في العطاس)

ما في "عارضة الأحوذي": إذا حمد الله في العطاس أو لأمر يحبه بلغة لم تبطل صلاته . (۲/۱۶۴)

ما في "الفتاوى الهندية": ولو قال العاطس لا تفسد صلاته وينبغي أن يقول في نفسه والأحسن هو السكوت . (۱/۹۸)

ما في "الدر المختار مع الشامية ":ولو من العاطس لنفسه لا ، أي لو قال لنفسه يرحمك الله يا نفسي لا تفسد . (۲/ ۳۲۶، كتاب الصلاة ، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام)

ما في " حاشية الشلبي على تبيين الحقائق": (إذا قال العاطس يرحمك الله إلى آخره) لأن هذا بمنزلة قوله : يرحمني الله ، وبهذا لا تفسد .

(۱/۳۹۲، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في "الفتاوى الولوالجية": إذا عطس المصلي فالأحسن أن يسكت مع هذا لو قال الحمد لله لا تفسد صلاته لأنه ليس بكلام وليس بجواب .

(۱/۷۸، كتاب الطهارة، الفصل الثامن قبيل الفصل التاسع)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": ويفسدها كل عمل كثير وفيه أقوال خمسة، منها القول الثاني أن ما يعمل عادة باليدين كثير وإن عمل بواحدة كالتعمم وشد السراويل وما عمل بواحدة قليل وإن عمل بهما كحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها إلا إذا تكرر ثلاثا متوالية .

(۲/۳۳۲، باب ما يفسد الصلاة وما يكره)

نماز کی حالت میں مفلر وغیرہ کا استعمال

مسئلہ (۶۷): بعض حضرات نماز کی حالت میں مفلر یا رومال اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ان کے دونوں سرے لٹکے رہتے ہیں، شرعاً یہ عمل مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ ان کو لپیٹ لیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ نے نماز کی حالت میں سدل سے منع فرمایا ہے۔ (۱)

وما في ''الدر المختار'': ولو سقطت قلنسوة فإعادتها أفضل إلا إذا احتاجت لتكويره أو عمل كثير . (۲ / ۳۵۱)

وما في ''الفتاوى الهندية'': ويكره نزع القميص والقلنسوة ولبسهما وخلع الخف في الصلاة بعمل يسير .

(۱/۱۰۸، الفصل الثاني ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فتاوی قاضيخان : ۱/۵۸، باب الحدث في الصلاة وما يكره فيها وما لا يكره ، مكتبه حقانيه)

ما في '' البحر الرائق '': إذا رآه على هذا العمل وتيقن أنه ليس في الصلاة فهو عمل كثير، وإن شك فهو قليل، ثانيها أن ما يقام باليدين عادة كثير وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص وشد السراويل والرمي عن القوس وما يقام بيد واحدة قليل، ولو فعله باليدين كنزع القميص وحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها ونزع اللجام وما أشبه ذلك.

(۲/۲۰، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، دار الكتاب ديوبند)

الحجة على ما قلنا

ما في ''الحديث'': عن أبي هريرة رضي الله عنه:'' نهى رسول الله ﷺ عن السدل في الصلاة '' ..... وقد اختلف أهل العلم في السدل في الصلاة فكره بعضهم السدل في الصلاة وقالوا هكذا تصنع اليهود . (السنن للترمذي: ۱/۸۷)

ما في ''بذل المجهود'': قال أبو عبيدة: في (غريبه): السدل إسبال الرجل ثوبه من غير أن يضم جانبيه بين يديه فإن ضمه فليس بسدل . (۳/۵۸۶، باب ما جاء في السدل) =

نماز کی حالت میں ہاتھوں کو چادر کے اندر ہی رکھنا

مسئلہ(۶۸): چادر اور کمبل اوڑھ کر اس طرح نماز ادا کرنا کہ رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی ہاتھ چادر کے اندر ہی رہے مکروہ ہے، ہاں اگر سخت سردی ہو تو گنجائش ہے۔(۱)

= ما في ''مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي'': ويكره سدله وهو أن يجعل الثوب على رأسه وكتفيه أو كتفيه فقط ويرسل جوانبه من غير أن يضمها. (ص ۳۵۰)

ما في ''فتاوى قاضيخان'': ويكره سدل الثوب في الصلاة وهو أن يجعل الثوب على رأسه أو عاتقه ويرسل جانبيه أمامه على صدره . (۱/ ۵۸، بدائع الصنائع: ۲/ ۸۸)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''حاشية الطحطاوي'': منها إخراج الرجل كفيه من كميه عن التكبير للإحرام لقربه من التواضع إلا لضرورة كبرد . (ص ۲۷۶ ، فصل آداب الصلاة)

ما في ''البحر الرائق'': وإخراج كفيه من كميه عند التكبير لأنه أقرب إلى التواضع وأبعد من التشبه الجبابرة وأمكن من نشر الأصابع إلا لضرورة كبرد . (۱/ ۵۳۱، دارالكتب العلمية بيروت)

ما في '' التنوير وشرحه مع الشامية '': وإخراج كفيه من كميه عند التكبير لرجل إلا لضرورة كبرد .''تنوير''.

(الشامية : ۲/ ۱۵۵ ، آداب الصلاة، الفتاوى الهندية : ۱/ ۷۳ ، فصل في سننها وآدابها)

(فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۶۶۸)

ما في ''الحديث'': ان وائل بن حجر أخبره قال : قلت : لأنظرن إلى رسول الله ﷺ كيف يصلي؟ قال: فنظرت إليه قام وكبر ورفع يديه وذكر الحديث وقال في آخره: ثم جئت بزمان فيه برد فرأيت الناس عليهم جل الثياب تحرك أيديهم من تحت الثياب.

(السنن الكبرى للبيهقي : ۲/ ۴۳، باب رفع اليدين في الثوب ، رقم الحديث: ۲۳۲۱) =

غلبۂ نیند کی حالت میں نماز پڑھنا

مسئلہ (۶۹): بہت سے طلباء کرام فجر اور ظہر کی نمازیں غلبۂ نیند کی حالت میں ادا کرتے ہیں، جب کہ نماز کے تمام ارکان کو پوری بیداری کی حالت میں ادا کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ غلبۂ نیند کی حالت میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ (۱)

= ما في "الحديث": عن عبد الجبار بن وائل ومولى لهم أنهما حدثاه عن أبيه وائل بن حجر أنه رأى النبي ﷺ حين دخل في الصلاة كبر قال أبو عثمان : وصف همام حيال أذنيه ثم التحف بثوبه ثم وضعه اليمنى على يده اليسرى ، فلما أراد أن يركع أخرج يديه من الثوب ورفعهما فكبر فلما قال: سمع الله لمن حمده رفع يديه فلما سجد سجد بين كفيه.

(السنن الكبرى للبيهقي : ۲/۴۳ ، باب وضع اليد اليمنى على اليسرى في الصلاة ، رقم الحديث: ۲۳۲۳، الصحيح لمسلم : ۱/۱۷۳ ، كتاب الصلاة ، باب وضع يده اليمنى على اليسرى بعد تكبيرة الإحرام تحت صدره فوق سرته الخ)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": " إذا نعس أحدكم وهو يصلي فليرقد حتى يذهب عنه النوم فإن أحدكم إذا صلى وهو ناعس لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه ".

(صحيح البخاري : ۱/۳۴، باب الوضوء من النوم ، رقم الحديث: ۲۱۲)

ما في "معارف السنن": وذكر القارى أن الأمر للاستحباب فيترتب عليه الثواب ويكره له الصلاة حينئذ . (۳/۴۳۶، باب ما جاء في الصلاة عند النعاس)

ما في فتح الملهم: والأمر للندب لا للوجوب.

(۵/۱۵۳ ، رقم الحديث: ۱۸۳۲ ، باب أمر من نعس في الصلاة...الخ)

ما في "الصحيح المسلم": ويؤيده هذا الحديث: " ليصل أحدكم نشاطه فإذا نعس أو فتر قعد ".

(۱/۲۶۷ ، رقم الحديث: ۲۱۹ ، باب أمر من نعس في الصلاة) =

باتصویر کپڑوں میں نماز کا حکم

مسئلہ(۷۰): آج کل بنیان، ٹی شرٹ وغیرہ پر جانداروں کی تصویریں بنی ہوتی ہیں، ایسے کپڑوں میں نماز ادا کرنا اور نماز کے باہر ان کو پہننا دونوں مکروہِ تحریمی ہے۔(۱)

= ما في " الدر المختار مع الشامية ": وكذا إذا غلبه النوم يكره له أن يصلي بل ينصرف حتى يستيقظ.

(۴۳۶/۲ ، كتاب الصلاة ، مبحث صلاة التراويح ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/ ۴۸۷ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثالث عشر في صلاة التراويح ، نوع آخر في المتفرقات)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": ويشترط لصحة الأركان وغيرها أدائها مستيقظاً. (ص ۲۳۵ ، باب شروط الصلاة وأركانها)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الفتاوى الهندية": ويكره أن يصلي وبين يديه أو فوق رأسه أو على يمينه أو على يساره أو في ثوبه تصاوير. (۱/۷ ۱ ۰ ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية: ۱/ ۱۱۹)

ما في "نوازل فقهية معاصرة للأستاذ خالد سيف الله الرحماني القاسمي": فأما الثياب التي عليه تصاوير الحيوانات فقال ابن عقيل : يكره لبسها ، وقال الشيرازي : وتكره الصلاة في الثوب الذي عليه الصورة. (۵۷/۱)

وما في "الموسوعة الفقهية ": يكره عند الحنفية والمالكية لبس الثياب التي فيها الصور، قال صاحب الخلاصة من الحنفية صلى فيها أو لا . (۱۲۲/۱۲ ، تصوير)

ما في "البحر الرائق": ولبس ثوب فيه تصاوير لأنه يشبه حامل الصنم فيكره. وفي الخلاصة : وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لم يصل وهذه الكراهة تحريمية.

(۴۷/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) =

جن کپڑوں میں صلیب ہو ان کو پہن کر نماز پڑھنا

مسئلہ (۷۱): آج کل بہت سے پینٹ اور شرٹ وغیرہ پر صلیب (عیسائیوں کی نشانی (Redcrass) کی علامت کڑھائی کی ہوئی ہوتی ہے، ان کا استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ صلیب عیسائیوں کا شعار ہے اور ایسے کپڑوں کا استعمال کرنا عیسائیوں کے شعار کی ترویج واشاعت کے مترادف اور تعاون علی الاثم ہے، جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے، اور ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔[1]

= ما في "منحة الخالق على البحر الرائق": قوله: وتكره التصاوير على الثوب... الخ. ويمكن أن يقال ليس مراد الخلاصة تصوير التصاوير بل استعمالها أي استعمال الثوب التي هي فيه .
(۲/۴۷، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في "خلاصة الفتاوى": وإن كان التمثال على الإزار والستر فمكروه ..... ويكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لم يصل. (۱/۵۸، كتاب الصلاة، جنس آخر فيما يكره)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": لو صلى في ثوب فيه صورة يكره وتجب الإعادة قال أبو اليسر: هذا هو الحكم في كل صلاة أديت مع الكراهة .
(۲/۴۵۵ كتاب الصلاة ، مطلب في تعريف الإعادة)

ما في " تبيين الحقائق": كل صلاة أديت مع الكراهة التحريم يشمل ترك الواجب وغيره ويؤيده ما مر جوابه من وجوب الإعادة بالصلاة في ثوب فيه صورة بمنزلة من يصلي وهو حامل الصنم . (۱/۱۴۸، باب صفة الصلاة)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في "روح المعاني": فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۴/۸۵) =

....

....

....

= ما في "الحديث": عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ كان لايترک فی بيته شيئا فيه تصليب إلا قضبه . (السنن لأبي داود: ص ۵۷۲، كتاب اللباس، باب فی الصليب في الثوب)

ما في "الصحيح البخاري": عن عائشة أن النبي ﷺ " لم يكن يترک في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه ". (۲/۸۸۰. كتاب اللباس، رقم الحديث: ۵۹۵۲)

ما في "بذل المجهود": يشمل الملبوس والستور والبسط والآلات فيه تصليب أي صورة التصليب التي للنصارى من نقش في ثوب أو غيره إلا قضبه أي قطعه وكسره وغير صورة الصليب، والصليب وإن لم يكن على صورة ذي حياة لكن يمحى لما يعبده النصارى .

(۱۲/۱۷۷)

ما في "الموسوعة الفقهية": يكره الصليب في الثوب ونحوه كالقلنسوة والدراهم والدنانير والخواتم. قال ابن حمدان: ويحتمل التحريم.(۱۲/۸۸ ، تصليب)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية ": ولبس ثوب فيه تماثيل وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو بحذائه تمثال ... قوله: تمثال: أي مرسوم في جدار أو غيره أو موضوع أو معلق كما في المنية وسترها. أقول: والظاهر أنه يلحق به الصليب وإن لم يكن تمثال ذي روح لأن فيها تشبها بالنصارى ويكره التشبه بهم في المذموم وإن لم يقصده . (۲/۳۶۰)

وما في "الحديث": " من تشبه بقوم فهو منهم ". (السنن لأبي داود: ص ۵۵۹ ،كتاب ا للباس)

ما في "شرح الطيبي على مشكوة المصابيح": قال الطيبي: قوله: (من تشبه بقوم) هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه.

(۸/۲۳۲ ،كتاب اللباس والزينة ،مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲،كتاب اللباس والزينة ، رقم الحديث:۴۳۴۷)

تصویر دار ڈبوں والی دوکان میں نماز پڑھنا

مسئلہ(۷۲): کبھی کبھی دوکاندار اپنی دوکان میں نماز پڑھتا ہے، اور سامان کے ڈبوں پر مختلف تصویریں ہوتی ہیں، اگر آگے ڈبوں پر جاندار کی تصویریں ہوں تو یہ مکروہِ تحریمی ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، ان ڈبوں کو کپڑے یا کسی چیز سے ڈھانک کر نماز پڑھے اور اگر دونوں جانب کے ڈبوں پر تصویریں ہوں تو اگرچہ یہ کراہتِ شدید درجہ کی نہیں، پھر بھی کراہت سے خالی نہیں۔(۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في ''الفتاوی الهندية'': ويكره أن يصلي وبين يديه أو فوق رأسه أو علی يمينه أو علی يساره أو في ثوبه تصاوير .... وأشدها كراهة أمام المصلي ثم فوق رأسه ثم يمينه ثم يساره . (۱/۱۰۷، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره)

وما في ''الهداية علی صدر فتح القدير'': ولا يسجد علی التصاوير ويكره أن يكون فوق رأسه في السقف أو بين يديه أو بحذائه تصاوير أو صورة معلقة .

(۱/۴۲۸، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في ''حلبي كبير'': ويكره أن يسجد عليها أی علی التصاوير لذي الروح لأن فيه تعظيماً لها وتشبها بعبادتها ويكره أيضاً أن تكون فوق رأسه أي رأس المصلي في السقف أو بين يديه أو أن يكون بحذائه تصاوير مرسومة في جدار أو غيره أو صورة موضوعة أو معلقة .

(ص ۳۵۹ ، كراهية الصلاة ، مكتبه سهيل اكيڈمی لاهور) (کتاب الفتاویٰ:۲/۲۳۳)

فصل في الوتر

(فصل وتر کے بیان میں)

وتر کی قضا واجب ہے

مسئلہ (۷۳): جس عبادت کی ادا واجب ہے اس کی قضا بھی واجب ہے، نمازِ وتر چونکہ واجب ہے اس لیے اس کی قضا بھی واجب ہوگی، خواہ وتر سہواً چھوٹی ہو یا قصداً، قریبی زمانہ میں چھوٹی ہو یا زیادہ عرصہ گزر چکا ہو، بہرصورت قضا واجب ہے، اور طریقۂ قضا بھی وہی ہے جو فرض کا ہے، یعنی جس طرح فرض میں اول فرض یا آخر فرض کی نیت کی جاتی ہے اسی طرح اول وتر یا آخر وتر کی نیت کی جائیگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''السنن لأبي داود والترمذي وابن ماجة'': لقوله عليه السلام: ''من نام عن وتر أو نسيه فليصل إذا ذكره أو إذا استيقظ''. وقوله عليه السلام: ''من نام عن وتره فليصله إذا أصبح''.

(ص: ۲۰۳، بـاب في الدعاء بعد الوتر، السنن للترمذي: ۱/۱۰۳، رقم الحديث: ۴۶۶، باب ما جاء الرجل ينام عن الوتر أو نسيان، السنن لإبن ماجه: ص۸۳، رقم الحديث: ۱۱۸۸، باب من نام عن وتر أو نسيه)

ما في ''ردالمحتار على الدر المختار'': الوتر هو فرض عملاً وواجب اعتقاداً وسنة ثبوتاً، بهذا وفقوا بين الروايات ولكنه يقضى .... أي ..... انه يقضى وجوباً اتفاقاً أما عنده فظاهر، وأما عندهما فظاهر الرواية عنهما. (۲/۳۸۲، باب الوتر)

ما في ''الفتاوى الهندية'': يجب القضاء بتركه ناسياً أو عامداً وإن طالت المدة.

(۱/۱۱۱، البحر الرائق: ۲/۱۳۹، باب قضاء الفوائت)

(فتاوی محمودیہ: ۷/۲۶۶، کتاب الفتاوی: ۲/۴۲۵)

باب إدراک الفریضة

(ادراکِ فریضہ کا بیان)

مقتدی کا امام کے سر اٹھانے کے بعد رکوع میں شامل ہونا

مسئلہ (۷۴): بعض امام رکوع سے قومہ میں منتقل ہوجانے یعنی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد تکبیرِ انتقال یعنی ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے ہیں، اس صورت میں جن لوگوں نے امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اسکی اقتدا کی ان کو وہ رکعت نہیں ملی، اس لیے ان پر لازم ہے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس چھوٹی ہوئی رکعت کو پڑھ لیں۔

نوٹ: ائمہ حضرات تکبیراتِ انتقال کا پورا پورا خیال رکھیں کہ جہاں انتقال کا آغاز ہو وہیں سے تکبیرِ انتقال بھی شروع کریں اور جہاں انتقال ختم ہو وہیں تکبیرِ انتقال بھی ختم کریں۔ خصوصاً رکوع میں کیونکہ اگر امام رکوع سے سر اٹھانے کے بعد تکبیر کہے گا تو جس مقتدی نے اس کو نہیں دیکھا وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ امام رکوع ہی میں ہے اور مجھے رکعت مل چکی ہے، جبکہ یہ خلافِ واقعہ ہے اور چھوٹی ہوئی رکعت کے نہ پڑھنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في ''حاشية الطحطاوي علی مراقي الفلاح'': ومن أدرک إمامه راکعاً فکبر ووقف حتی رفع الإمام رأسه من الرکوع لم يدرک الرکعة حيث لم يدرکه في جزء من الرکوع قبل رفع رأسه منه. (ص: ۴۵۵، الهداية ۱/۱۳۳، باب إدراک الفريضة، البحر الرائق: ۲/۱۳۵، باب إدارک الفريضة، الفتاوی الهندية: ۱/۱۲۰، الباب العاشر)

ما في ''الفتاوی الهندية'': کل ذکر يوتی به في حال الانتقال لا يوتی به في غير محل کالتکبير الذي يوتی به عند الانحطاط من القيام إلی الرکوع أو من الرکوع إلی القيام، الواجب أن يراعی کل شيء في محله. (۱/۵۷، الفصل الثالث)

باب سجود السهو

(سجدۂ سہو کا بیان)

قعدۂ اولیٰ میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوجائے پھر بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۷۵): اگر امام عشاء کی نماز میں قعدۂ اولیٰ پر بیٹھنے کے بجائے پوری طرح تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے، اب پیچھے سے کوئی مقتدی اسے لقمہ دے تو اسے چاہئے کہ وہ قعدہ میں نہ بیٹھے، کیوں کہ بیٹھنے کی صورت میں بعض فقہاء کرام نے فسادِ نماز کا حکم لگایا ہے، لیکن اگر بیٹھ گیا پھر تیسری اور چوتھی رکعت مکمل کر لی اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کر لیا تو اصح قول کے مطابق نماز صحیح ہوجائے گی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الحديث'': '' إذا قام الإمام في الركعتين فإن ذكر قبل أن يستوي قائماً فليجلس فإن استوى قائماً فلا يجلس ويسجد سجدتي السهو ''. (السنن لأبي داود: ص۱۴۸)

ما في ''مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي'': فإن عاد وهو إلى القيام أقرب سجد للسهو، وإن كان إلى القعود أقرب لا سجود عليه في الأصح، وإن عاد بعد استتم قائماً اختلف التصحيح في فساد صلاته وأرجحهما عدم الفساد ، قد بالغ في ''المنتقى'' في رد القول بالفساد وجعله غلطاً لأنه تاخير لا رفض. (ص۴۶۶، باب سجود السهو)

وما في ''الدر المختار'': سها عن القعود الأول من الفرض ثم تذكر عاد إليه ما لم يستقم قائماً وإلا أي وإن استقام قائماً لا يعود وسجد للسهو لترک الواجب فلو عاد إلى القعود تفسد صلاته لرفض الفرض لما ليس بفرض و صححه الزيلعي وقيل لا تفسد لكنه يكو ن مسيئاً و يسجد لتاخير الواجب و هو الأشبه كما حققه الكمال وهو الحق ، بحر .

(۲/۴۷۸، باب سجود السهو ، منحة الخالق على البحر الرائق : ۲/۱۷۹ ،كتاب المبسوط للسرخسي: ۱/۳۸۴، باب سجود السهو) (فتاوی حقانیہ:۳/۳۲۱،باب سجود السہو، خیر الفتاوی:۲/۶۲۰)

نماز میں کوئی واجب ترک ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ (۷۶): نماز میں کوئی واجب ترک ہوگیا ہو اور سجدہ سہو نہ کیا گیا ہو یا جو نماز کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہوئی ہو وہ واجب الاعادہ ہے، مگر اعادہ کا یہ حکم وقت کے باقی رہنے تک ہی ہے، وقت کے نکل جانے پر اعادہ کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے، اب اس کی مکافات استغفار کے ذریعہ کی جائے گی، لیکن اگر وقت نکل جانے کے بعد اعادہ کرلیا جائے تو افضل ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

ما في " الدر المختار مع الشامية ": فالحاصل أن من ترك واجباً من واجباتها أو ارتكب مكروهاً تحريمياً لزمه وجوباً أن يعيد في الوقت، فإن خرج أثم ولا يجب جبر النقصان بعده أي بعد الوقت فلو فعل فهو أفضل . (۲/۴۵۵، باب قضاء الفوائت)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تعاد أي وجوباً في الوقت وأما بعده فندباً.

(ص ۴۴۰، البحر الرائق : ۲/۱۳۹، الفتاوى الهندية : ۱/۱۰۹، الموسوعة الفقهية :۲۷/۱۱۲)

ما في "الحديث": أن رجلاً صلى خلف الصف وحده فأمره رسول الله ﷺ أن يعيد الصلاة .

(السنن الترمذي: رقم الحديث: ۲۳۰)

ما في "العرف الشذي": (أن يعيد الصلاة) الإعادة عندنا لأداء الصلاة بالكراهة تحريماً ولا يقال إن هذا إعادة الصلاة بل هذه الصلاة لتكميل الصلاة الأولى . (۱/۲۳۹)

باب صلاة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

تبلیغی جماعت کا دورانِ تبلیغ نماز میں قصر واتمام

مسئلہ (۷۷): جو جماعت مسافتِ شرعی یعنی ستہتر (۷۷) کلو میٹر ۲۴۸/ میٹر، ۵۱/سینٹی میٹر، ۲/ملی میٹر، یعنی تقریباً ساڑھے ستہتر کلو میٹر طے کرکے کسی مقام پر پہونچی، اور ذمہ دارانِ مرکز نے انہیں پندرہ دن قیام کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی جماعت کے ہر ساتھی نے پندرہ دن قیام کی نیت کی تو وہ (جماعت) اس مقام پر قصر ہی کریگی، اگرچہ یہ احتمال ہو کہ ذمہ داران کی طرف سے پندرہ روز قیام کا حکم مل سکتا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة﴾ . (النساء: ۱۰۱)

ما في "الحديث": عن أنس بن مالک رضي الله عنه: " خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدينة إلى مكة فكان يصلي ركعتين حتى رجعنا إلى المدينة ".

(السنن لأبي داود: ص ۱۷۰، رقم الحديث: ۱۲۳۳)

ما في "الهداية": ولا يزال حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر . (۱۴۶/۱)

ما في "ردالمحتار على الدر المختار": دخل بلدة ولم ينوها بل ترقب السفر غداً أو بعده يقصر لأن حالته تنافي عزيمته . (۵۳۰/۲)

ما في "الفتاوى الهندية": ويكفي ذلک القصد غلبة الظن يعني إذا غلب على ظنه أنه يسافر قصر ولا يشترط فيه التيقين .... والجندي إنما يكون تبعاً للأمير إذا كان يرزق من الأمير أما إذا كانت أرزاقهم من أموال أنفسهم فالعبرة لنيتهم . (۱۳۹/۱، ۱۴۱)

جماعت کا ایک ہی علاقہ میں کام کی صورت میں نماز کا حکم

مسئلہ (۷۸): جو جماعتیں مسافتِ شرعی یعنی ستہتر (۷۷) کلو میٹر ۲۴۸/ میٹر، ۵۱/ سینٹی میٹر، ۲/ ملی میٹر، یعنی تقریباً ساڑھے ستہتر کلو میٹر طے کر کے کسی مقام پر پہونچے، اور ذمہ دارانِ مرکز نے ان کے پہونچتے ہی بتلا دیا کہ آپ حضرات کو پندرہ دن یا اس سے زیادہ یہیں رہ کر کام کرنا ہے، اور جماعت کے ہر ساتھی نے وہاں پندرہ روز ٹھہر نے کی نیت کی، تو اب یہ جماعت نماز پوری پڑھے گی قصر نہیں کریگی، اگر چہ یہ احتمال ہو کہ پندرہ دن سے کم پر ہی یہاں سے کسی اور مقام پر بھیج دیا جا سکتا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الحديث'': عن ابن عمر رضي الله عنه أنه قال: '' من أقام خمسة عشر يوماً أتم الصلاة ''. (السنن للترمذي: ۱/۴۰۵، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في ''الهداية'': ولا يزال حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشريوماً أو أكثر. (۱/۱۴۶)

ما في ''الفتاوى الهندية'': والجندي إنما يكون تبعاً للأمير إذا كان يرزق من الأمير أما إذا كانت أرزاقهم من أموال أنفسهم فالعبرة لنيتهم. (۱/۱۴۱)

ما في '' الفتاوى الهندية '': ويكفي ذلک القصد غلبة الظن يعني إذا غلب على ظنه أنه يسافر قصر ولا يشترط فيه التيقين. (۱/۱۳۹)

ما في ''جمهرة القواعد الفقهية'': '' العمل بغالب الرأي في الأحكام واجب ''.

(رقم القاعدة: ۱۲۸۵)

ما في ''المحيط البرهاني'': السفر يبطل بالإقامة فنقول مدة السفر الإقامة عندنا خمسة عشر يوماً. (۲/۱۲۸) =

باب الجمعة

(جمعہ کا بیان)

جمعہ کی جماعت فوت ہو جائے تو کیا کرے؟

(۷۹) اگر کوئی شخص نمازِ جمعہ کیلئے ایسے وقت پہونچا کہ نمازِ جمعہ ختم ہو چکی ہو، تو اگر کسی اور مسجد میں نمازِ جمعہ مل سکتی ہو تو وہاں جا کر ادا کرے ورنہ ظہر کی نماز پڑھے، کیوں کہ نمازِ جمعہ کی قضاء نہیں ہے۔[1]

= ما في "ردالمحتار على الدرالمختار": الرجل القاصد على الحج على أن القافلة إنما تخرج بعد خمسة عشر يوماً وعزم أن لا يخرج إلا معهم وإنما كان ذلک نية للإقامة حكماً لا حقيقة لأنه نوى الخروج بعد خمسة عشر يوماً وهي متضمنة نية الإقامة . تأمل . (۵۲۹/۲، باب صلاة المسافر)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الأثر": حدثنا أبو الأحوص عن أبي إسحٰق عن أبي الأحوص قال: قال عبد الله : " من أدرک الجمعة فهي ركعتان ومن لم يدرک فليصل أربعاً " .

(المصنف لابن أبي شيبة : ۱۱/۴، رقم الحديث: ۵۳۸۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": كذا أهل مصر فاتتهم الجمعة فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة . (۳۰/۳، مطلب في شروط وجوب الجمعة)

ما في "المحيط البرهاني": فنقول يكره أداء الظهر قبل فراغ الإمام من الجمعة لأنه مأمور بأداء الجمعة وبإسقاط الظهر بالجمعة فإذاصلى الظهر قبل فراغ الإمام وقد خالف أمر الشارع فلهذا يكره وهذا بخلاف ما بعد فراغ الإمام من الجمعة فإن بعد فراغ الإمام من الجمعة سقط عنه الأمر بإقامة الجمعة ولزمه أداء الظهر فكان في أداء الظهر موافقاً أمر الشرع لا مخالفاً.

(۲۰۱/۲) =

نمازِ جمعہ کے بعد کتنی رکعات سنت پڑھنی چاہیے؟

مسئلہ (۸۰): نمازِ جمعہ کے بعد چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہونا مرفوع حدیث سے ثابت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چھ رکعتیں مروی ہیں، پہلے چار مؤکدہ پھر دو غیر مؤکدہ۔ لہٰذا چھ پڑھنا افضل ہے اور اس کو امام ابو یوسف، امام طحاوی اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے یعنی یہی مفتی بہ قول ہے۔[1]

= ما في ”البدائع الصنائع“: إذا فاتته الجماعة لا يجب عليه الطلب في مسجد آخر لكنه كيف يضع ذكر في الأصل أنه إذا فاتته الجماعة في مسجد حية فإن أتى مسجدا آخر يرجو إدراك الجماعة فيه فحسن وإن صلى في مسجد حيه فحسن لحديث الحسن : ” كانوا إذا فاتتهم الجماعة فمنهم من يصلي في مسجد حية ومنهم من يتبع الجماعة “.

(۱/۳۸۵، كتاب الصلاة، صلاة الجماعة وأحكامها)

الحجة على ما قلنا

ما في ”الصحيح المسلم“: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : ” من كان منكم مصلياً بعد الجمعة فليصل أربعا “.

(الصحيح المسلم : رقم الحديث: ۱۴۰۹، سنن الترمذي : رقم الحديث : ۴۸۱، السنن لأبي داود: رقم الحديث :۹۵۶)

ما في ” المصنف لإبن عبد الرزاق“: عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: ” كان عبد الله يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعاً وبعدها أربعاً حتى جاء نا علي فأمرنا أن نصلي بعدها ركعتين “.

(۳/۲۴۷، كتاب الجمعة ، باب الصلاة قبل الجمعة وبعدها ، رقم الحديث : ۵۵۲۵)

عن قتادة:” كان يصلي قبل الجمعة أربع ركعات “، قال أبو إسحاق: ”وكان علي يصلي بعد الجمعة ست ركعات وبه يأخذ عبد الرزاق “ . (۳/۲۴۷، رقم الحديث :۵۵۲۴) =

جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب دینا کیسا ہے؟

مسئلہ (۸۱): قولاً یعنی زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے [۱]، قدم سے یعنی اذان سن کر جمات کے ساتھ ادائیگی نماز کے لیے پہنچنا واجب ہے [۲] لیکن جمعہ کے =

= ما في "أوجز المسالك": عن علي أنه يصلي ستاً، أربعاً ثم ركعتين، وبه أخذ أبو يوسف والطحاوي وكثير من المشائخ، وعلى هذا قال شمس الأئمة الحلواني: الأصل أن يصلي أربعاً ثم ركعتين. (۳/۴۴۹) (فتاویٰ عثمانی:۱/۴۳۶، احسن الفتاویٰ:۱/۴۸۶)

ما في "البدائع الصنائع": وأما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر في "الأصل" وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها وكذا ذكر الكرخي. وذكر الطحاوي عن أبي يوسف أنه قال: يصلي بعدها ستاً وقيل هو مذهب علي رضي الله عنه، وما ذكرنا أنه كان يصلي أربعاً مذهب ابن مسعود. وذكر محمد في كتاب الصوم: أن المعتكف يمكث في المسجد الجامع مقدار ما يصلى أربع ركعات أو ست ركعات. قال أبو يوسف: ينبغي أن يصلي أربعاً ثم ركعتين كذا روي عن علي رضي الله عنه كيلا يصير متطوعاً بعد صلاة الفرض بمثلها، وجه ظاهر الرواية ما روي عن النبي ﷺ أنه قال: "من كان منكم مصلياً بعد الجمعة فليصل أربعاً".

(۱/۶۳۹، كتاب الصلاة، الصلاة المسنونة وبيان ما يكره)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": "إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن".

(الصحيح لمسلم: ۱/۱۶۶، كتاب الأذان)

(۲) ما في "الدر المختار مع الشامية": "ويجيب من سمع الأذان، قال الحلواني: إن الإجابة باللسان مندوبة والواجبة هي الإجابة بالقدم.

(۱/۶۰، كتاب الصلاة، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) =

وما في "البحر الرائق": إجابة المؤذن فضيلة وإن تركها لايأثم .... قال الحلواني: الإجابة بالقدم لا باللسان حتى لو أجاب باللسان ولم يمش إلى المسجد لا يكون مجيئاً.

(۱/۴۵۰، كتاب الأذان) =

=دن خطیب کے سامنے جواذانِ ثانی دی جاتی ہے اس کا جواب دینا مستحب نہیں ہے۔[۱]

ایئرپورٹ، قید خانہ اور فیکٹریوں میں نمازِ جمعہ کا حکم

مسئلہ (۸۲): اگر کوئی آبادی ایسی ہے جس میں معتد بہ لوگ رہتے ہیں اور وہ شہر کے اندر بھی ہے لیکن دفاعی، انتظامی یا حفاظتی وجوہ سے اس آبادی میں ہر شخص کو آنے جانے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ وہاں کا داخلہ وجوہِ مخصوصہ کی بناء پر کچھ خاص قواعد کا پابند ہے، جیسے: ایئرپورٹ، قید خانہ، فیکٹریاں وغیرہ، تو اس آبادی کے کسی بھی حصہ میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔[۲]

= ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": وإذا سمع المسنون منه أي الأذان أمسك فقال مجيئاً له مثله أي مثل ألفاظ المؤذن . وقول الحلواني الإجابة باللسان مندوبة والواجب إنما هو الإجابة بالقدم . (ص ۲۰۲)

(۱) ما في "الدر المختار مع الشامية ": وينبغي أن لا يجب بلسانه اتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب وأن يجيب بقدمه اتفاقاً في الأذان الأول يوم الجمعة لوجوب السعي بالنص.(۲/۶۴، كتاب الأذان)

وما في "السعاية في كشف ما في شرح الوقاية ": لايجب إجابة الأذان الثاني يوم الجمعة والذي يكون بين يدي الخطيب بعدما أجاب الأذان الأول منها .... لا يكره إجابة الأذان الثاني أيضا ذلك الوقت . (۲/۵۳ ،كتاب الأذان)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ": وينبغي أن يقال لا تجب يعني بالقول بالإجماع للأذان بين يدي الخطيب وتجب بالقدم بالاتفاق للأذان الأول يوم الجمعة لوجوب السعي بالنص . (ص: ۲۰۲)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "الدر المختار": والإذن العام من الإمام .... فلا يضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو لا لمصلي.

(۳/۲۴، باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب)=

خطبۂ جمعہ میں عصا ہاتھ میں لینے کا حکمِ شرعی؟

مسئلہ (۸۳): خطبۂ جمعہ کے درمیان ہاتھ میں عصا لینا سنتِ غیر مؤکدہ یعنی مستحب کے درجے میں ہے، لیکن اگر اس کو سنتِ مؤکدہ سمجھ کر، لیا جاتا ہو تو مکروہ وبدعت ہے، کیوں کہ جب مندوبات کو ان کے رتبے سے بڑھایا جاتا ہے تو وہ مکروہات میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ (۱)

= ما في "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر": وما يقع في بعض القلاع من غلق أبوابه خوفاً من الأعداء أو كانت له عادة قديمة عند حضور الوقت فلا بأس به لأن الإذن العام مقرر لأهله ولكن لو لم يكن لكان أحسن كما في شرح عيون المذهب . (۱/۲۴۶)

(فتاوی محمودیہ:۸/۱۸۴، فتاوی عثمانی:۱/۵۲۳، احسن الفتاوی:۴/۱۲۲)

ما في "الأشباه والنظائر": بقاعدة فقهية :" الأمور بمقاصدها ". (۱/۱۱۳)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": عن ابن المسيب أن النبي ﷺ كان يتوكأ على عصا وهو يخطب يوم الجمعة إذ كان يخطب إلى الجذع فلما صنع المنبر قام عليه وتوكأ على العصا أيضاً .

(المصنف لإبن عبد الرزاق:۳/۱۸۴ ، كتاب الجمعة)

وما في "الدر المختار مع الشامية": ويكره أن يتكئ على قوس أو عصا، قال الشامي: استشكله في الحلية بأنه في رواية أبي داؤد أنه ﷺ قام أي في الخطبة متوكئاً على عصا أو قوس ونقل القهستاني عن عبد المحيط أن أخذ العصا سنة كالقيام .

(۳/۳۸، كتاب الصلاة ، مطلب في حكم المرقي بين يدى الخطيب)

باب صلاة الجنازة

(جنازہ کی نماز کا بیان)

جنازہ کی نماز سنت کے بعد پڑھی جائے

مسئلہ(۸۴): اگر کسی ایسی فرض نماز کے بعد نمازِ جنازہ پڑھنی ہو جس کے بعد سنت ہے تو پہلے سنت پڑھی جائے بعد میں نماز جنازہ ادا کی جائے، اس لیے کہ نمازِ جنازہ کو سنتوں پر مقدم کرنے کی صورت میں لوگوں کے سنتوں کو چھوڑ دینے کا اندیشہ ہے۔(۱)

الحجة على ماقلنا

(۱) ما في "البحر الرائق": وفي شرح المنية معزياً إلى حجة الدين بلخي أن الفتوى على تاخير صلاة الجنازة عن سنة الجمعة وهي سنة فعلى هذا تؤخر عن سنة المغرب لأنها آكدُ. (۱/۴۴۰)

وما في "الفتاوى التاتارخانية": ولو حضرت الجنازة بعد غروب الشمس يبدون بالمغرب ثم بالجنازة، وروى الحسن بن زياد في صلاته" المجرد": أنه يبدأ بأيهما شاء، وقال القاضي شمس الأئمة الأوزجندي: يبدأ بالسنة كي لا ينقطع الفور . (۲/۱۳۵)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية ": وتقدم صلاتها (أي الجمعة) على صلاة الجنازة إذا اجتمعا لأنه واجب عيناً والجنازة كفاية وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة وعلى سنة المغرب وغيرها والعيد على الكسوف لكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوى تاخير الجنازة عن السنة. قوله : عن الحلبي أي شرح المنية، قوله : عن السنة أي سنة الجمعة كما صرح به هناک وقال : فعلى هذا تؤخر عن السنة المغرب لأنها آكد.

(۳/۴۳/۴۴، حلبي كبير: ص۵۷۳، باب العيدين، فروع)

ما في "المنية المصلي": ولو حضرت الجنازة في وقت المغرب تقدم صلاة المغرب ثم تصلى الجنازة ثم سنة المغرب وقيل تقدم السنة أيضاً على الجنازة . (ص:۲۰۷)

میت کا صرف نصف حصہ ملے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۸۵): اگر کسی شخص کا کسی حادثہ میں انتقال ہو جائے اور اس کا جسم بھی متاثر ہو جائے، اگر اس صورت میں جسم کا اکثر حصہ یا نصف حصہ سر کے ساتھ مل جائے تو اس کو غسل وکفن دیا جائیگا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر جسم کا آدھا حصہ بغیر سر کے مل جائے یا لمبائی میں پھٹا ہوا مل جائے تو نہ اس کو غسل دیا جائیگا نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، محض ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الفتاوى الهندية ": ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأسِ يُغْسَل ويكفنُ ويصلى عليه وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولا فإنه لا يغسل ولا يصلى عليه ويلف في خرقة ويدفن فيها كذا في المضمرات.

(۱/ ۱۵۹، كتاب الجنائز، الفصل الثاني في الغسل)

ما في "البحر الرائق": ولو وجد أكثر من الميت أو النصف مع الرأس غسل وصلى عليه وإلا فلا.

(۲/ ۳۰۵، كتاب الجنائز)

ما في "الدر المختار": وجد رأس آدمي أو أحد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن إلا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس.

(۳/ ۸٦، مطلب كل سبب ونسب منقطع إلا سبب ونسب)

(فتاوی حقانیہ: ۳/ ۴۴۰، فتاوی محمودیہ: ۸/ ٦٦۲)

ما في "شرح كتاب السير الكبير": وذكر عن الحسن قال: إذا وجد ما يلي الصدر القتيل إلى رأسه غسل وصلى عليه يعني إذا وجد أكثر البدن أو نصف البدن معه الرأس وبه نأخذ لا تعاد الصلوة على ميت واحد فلو صلى على النصف أو ما دونه يؤدي إلى تكرار الصلاة على ميت واحد بأن يوجد نصف الباقي وهذا لا يكون فيما إذا وجد أكثر البدن أو النصف ومعه الرأس.

(۱/ ۱٦۴، باب الشهيد وما يصنع به)

کتاب الزکاة

(زکوۃ کا بیان)

زکوۃ کی رقم سے دوائیں دینا شرعاً کیسا ہے؟

مسئلہ (۸۶): اگر کسی ہسپتال میں مریضوں کو زکوۃ کی رقومات سے دوائیں دی جاتی ہوں تو یہ دوائیں وہی مریض لے سکتے ہیں جو مستحقِ زکوۃ ہوں، صاحبِ نصاب لوگوں کو یہ دوائیں لینا اور انتظامیہ کا ان کو دینا دونوں عمل شرعاً ناجائز ہیں، اس طرح یہ دوائیں برادرانِ وطن کو دینا بھی جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله﴾ . (التوبة : ۶۰)

ما في "الحديث": قال رسول الله ﷺ :" إن الصدقة لا تحل لغني ولا لذي مرة سويٍّ".

(السنن لأبي داود: ص ۲۳۱، كتاب الزكوة)

ما في "الاختيار لتعليل المختار": مصارف الزكاة وهم الفقير وهو الذي له أدنى شيء، والمسكين الذي لا شيء له والعامل على الصدقة يعطى بقدر عمله ومنقطع الغزاة والحاج والمكاتب يعان في فك رقبة والمديون الفقير والمنقطع من ماله .

(۱/۱۷۲، باب مصارف الزكاة)

ما في "مجمع البحرين في ملتقى النيرين":تصرف إلى فقير مقل ومسكين معدم وعامل على الزكاة بقدرعمله وغارم لزمه دين لا يفضل بعده نصاب وفي سبيل الله ويفسره بمنقطع الغزاة لا الحاج وابن سبيل منقطع عن ماله، الخ . (ص۱۹۶، ۱۹۷) =

....

....

....

= ما في " نور الإيضاح ": من تصرف لهم الزكاة هو الفقير وهو من يملك ما لا يبلغ نصاباً ولا قيمته من أي مال كان ولو صحيحاً مكتسباً ، والمسكين وهو من لا شيء له والمكاتب والمديون الذي لا يملك نصاباً ولا قيمته فاضلاً عن دينه وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة أو الحاج وابن السبيل وهو من له مال في وطنه وليس معه مال، والعامل عليها يعطى قدر ما يسعه وأعوانه . (ص١٥٥ ، المكتبة العصرية بيروت)

ما في "مجمع البحرين": ونحرمها على من يملك قدر نصاب فاضل عن الحاجة الأصلية لا قدر الكفاية . (ص١٩٨ ، فصل في مصارف الزكوة)

ما في "الاختيار لتعليل المختار": ولا يدفعها إلى ذمي ولا إلى غني لقوله عليه السلام: " لا تحل الصدقة لغني" . (١/١٧٣)

ما في "نور الإيضاح": ولا يصح دفعها لكافر وغني يملك نصاباً أو ما يساوي قيمته من أي حال كان فاضل عن حوائجه الأصلية . (ص١٥٥)

ما في "البدائع الصنائع": لايجوز صرف الزكاة إلى غني لا يجوز صرف جميع الصدقات المفروضة والواجبة إليه كالعشور والكفارات والنذور وصدقة الفطر لعموم قوله تعالى : ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾...............وقول النبي ﷺ :" لا تحل الصدقة لغني ، ولأن الصدقة مال تمكن فيه الخبيث لكونه غسالة الناس لحصول الطهارة لهم به من الذنوب ولا يجوز الانتفاع بالخبيث إلا عند الحاجة والحاجة للفقير لا لغني" . (٢/١٥٧ ، مصارف الزكاة)

کتاب الحج

(حج کا بیان)

حج کب فرض ہوتا ہے؟

مسئلہ (۸۷): اگر کسی آدمی کی مالی حیثیت اتنی ہو کہ بیوی کا مہر ادا کرنے کے بعد اہل وعیال کے خرچ کے بعد بہ آسانی حج کے اخراجات پورے ہو سکتے ہیں، تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے، گو یہ سمجھے کہ حج کے مصارف برداشت کرنے سے حج کے بعد میری حالت صفر ہو جائیگی، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''حج میں جو کچھ بھی خرچ ہوتا ہے اللہ رب العزت اس کے عوض سات سو گنا عطا فرماتے ہیں''۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في '' كنز العمال'': لقوله عليه السلام: ''الحج في سبيل الله تضعف فيه النفقة بسبع مائة ضعف''. (۵/۳، رقم الحديث: ۱۱۷۸۰، كتاب الحج)

ما في ''مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر'': الحج هوزيارة مكان مخصوص في زمن مخصوص بفعل مخصوص فرض في العمر مرة على الفور خلافا لمحمد بشرط إسلام وحرية وعقل وبلوغ وصحة وقدرة زاد وراحلة ونفقة ذهابه وإيابه فضلت عن حوائجه الأصلية ونفقة عياله إلى حين عوده إلى وطنه من ابتداء سفره فلا يشترط بقاء نفقة يوم بعد العود وقيل يشترط، وعن أبي يوسف بعد عوده بشهر لأنه لا يمكنه الكسب عقيب القدوم.

(۱/۳۸۶، الدرالمختار مع الشامية : ۳/۴۰۸، الفتاوى الهندية: ۱/۲۱۷)

حج کس پر فرض ہے؟

مسئلہ (۸۸): حج مثلِ نماز، روزہ اور زکوۃ کے اسلام کا ایک رکن اور فرضِ عین ہے، تمام عمر میں ایک مرتبہ ہر اس شخص پر فرض ہے، جس کو حق تعالیٰ شانہ نے اتنا مال دیا ہو کہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک آنے جانے پر قادر ہو، اور اپنے اہل وعیال کے مصارف واپسی تک برداشت کرسکتا ہو، اور تمام شرائطِ حج اس میں موجود ہوں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾. (سورة آل عمران : ۹۷)
ما في "مشكوة المصابيح": "إن الله قد فرض عليكم الحج فحجوا ".
(ص: ۲۲۱، كتاب المناسك)
ما في "الصحيح المسلم": عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: " بني الاسلام على خمس؛ شهادة ان لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله وإقام الصلوة وإيتاء الزكوة وحج البيت وصوم رمضان ". (۳۲/۱، باب بيا ن أركان الإسلام)
ما في "البدائع الصنائع": قال ملك العلماء الكاساني: وأما الإجما ع فلأن الأمة أجمعت على فرضيته . (۲۹۱/۲)
ما في " التنوير وشرحه مع الشامية ": قال في التنوير: وعلى المسلم حر مكلف صحيح البدن ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه نفقة عياله إلى حين عوده .... قال الشامي: لما كان مركبا من المال والبدن، وكان واجبا في العمر مرة . (۳۹۸/۲)
ما في "البدائع الصنائع": إنه فرض عين لا فرض كفاية، فيجب على كل من استجمع شرائط الوجوب عينا.........وقال: إنه لا يجب في العمر إلا مرة واحدة . (۲۹۱/۲)
ما في "الفتاوى الهندية ": وتفسير ملك الزاد والراحلة أن يكون له مال فاضل عن حاجته وهو ما سوى مسكنه ولبسه وخدمه وأثاث بيته قدر ما يبلغه إلى مكة ذاهبا وجائيا راكبا لا ماشيا، وسوى ما يقضي به ديونه ويمسك لنفقة عياله ومرمة مسكنه ونحوه إلى وقت انصرافه ... كذا في المحيط السرخسي. ويعتبر في نفقته ونفقة عياله الوسط من غير تبذير ولا تقتير كذا في التبيين . (۲۱۷/۱، كتا ب المناسك)

سفرِ حج میں عورت کیلئے محرم ہونا شرط ہے

مسئلہ(۸۹): عورت کیلئے سفرِ حج میں محرم کا ہونا شرط ہے، محرم نہ ہوتو اس پر حج کی ادائیگی فرض نہیں، اگر چہ اس عورت کے ساتھ خاندان کی عورتیں ہی کیوں نہ ہو۔[۱]

کیا حج کیلئے رشوت دے سکتے ہیں؟

مسئلہ(۹۰): اگر کسی شخص پر حج فرض ہو چکا ہے اور اس نے اس فرض کی ادائیگی کیلئے حج کمیٹی میں درخواست بھی دے رکھی تھی، مگر جب حج کمیٹی نے قرعہ اندازی کی اور ناموں کا اعلان کیا تو اس میں اس کا نام نہیں نکلا، لیکن اگر یہ شخص دس پندرہ ہزار روپیہ بطورِ رشوت دیدے تو اس سال اس کے جانے کا انتظام ہوسکتا ہے، تو اس کیلئے یہ زائد رقم بطورِ رشوت دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ حج جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی کیلئے رشوت کا یہ لین دین کسی بھی قیمت پر جائز نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ جو شخص تندرست اور صاحبِ حیثیت ہے وہ آئندہ جاسکتے ہیں، بظاہر جلد بازی کی انہیں کوئی ضرورت نہیں۔

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''إعلاء السنن'': '' ألا لا تحجن امرأة إلا ومعها ذو محرم ''. (۱۰/۱۲، کتاب المناسک)

ما في ''الفتاوى الهندية'': ومنها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجوزا. (۱/۲۱۸)

ما في ''البدائع الصنائع'': أن يكون معها زوجها أو محرم لها فإن لم يوجد أحدهما لا يجب عليها الحج. (۲/۲۹۹)

ما في '' الشامية '': والمحرم أو الزوج للمرأة وعدم العدة لها. (۳/۴۰۴)

ہاں ایسا ضعیف آدمی جو اگلے سال تک اور کمزور ہوجائے گا، یا یہ اندیشہ ہو کہ آئندہ رقم خرچ ہوجائیگی یا کم ہوجائے کہ جانا ہی ممکن نہ رہے، تو اس کیلئے رشوت دے کر اپنے نام کو داخل کرانے کی گنجائش ہوسکتی ہے، مگر رشوت لینے والے کیلئے ہر حال میں رشوت لینا حرام ہے۔ (۱)

معتدہ عورت سفرِ حج کرسکتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۹۱): میاں بیوی نے حج کیلئے فارم بھردیا، دونوں کے نام نکل آئے، لیکن حج کی ادائیگی کیلئے روانہ ہونے سے کچھ دن پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا، تو اب یہ عورت اپنے کسی اور محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے، کیوں کہ وہ عدت میں ہے اور زمانۂ عدت میں عورت کے لیے سفرِ حج کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقامن أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ . (سورة البقرة:۱۸۸)

ما في "السنن للترمذي": " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي" .

(۳۳۵/۳ ، كتاب الأحكام، باب ماجاء في الراشي والمرتشي)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": وشرط وجوب الأداء صحة البدن وزوال المانع الحسي عن الذهاب، كالحبس ، وكذا يشترط أن لا يكون خائفاً من سلطان يمنعه .

(ص: ۷۲۸، الشامية : ۳۳/۸، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية)

ما في "الأشباه والنظائر": "الضرورات تبيح المحظورات" . (۳۰۷/۱)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿لا تخرجوهن من بيوتهن﴾ . (سورة الطلاق : ۱)

ما في " أحكام القرآن للجصاص": قال الإمام الجصاص : فيه نهي للزوج عن إخراجها ونهي لها عن الخروج . (۶۰۷/۳ ، مكتبة شيخ الهند ديوبند) =

مخلوط مال سے حج کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ (۹۲): اگر کوئی شخص اپنی کچھ رقم ڈاکخانہ یا بینک میں فکس ڈپازٹ کے طور پر رکھے اور چند سالوں کے بعد وہ رقم ڈبل ہو جائے، تو جتنی رقم اس نے جمع کی تھی وہ اتنی ہی رقم کا حقدار ہے اور اس کیلئے اسکا استعمال جائز ہے۔

البتہ جو رقم زائد ملی اسکا استعمال اپنے کسی مصرف میں جائز نہیں، چہ جائیکہ حج جیسے مقدس فرض کی انجام دہی میں، کیوں کہ یہ تو گناہ بالائے گناہ ہے۔[1]

= ما في " السنن لأبي داود": " أمكثي في بيتک حتی يبلغ الكتاب أجله".

(۱/۳۱۴، كتاب الطلاق)

ما في "الفتاوى الهندية": ومن شرائط الحج عدم قيام العدة في حق المرأة عدة، وفاة كانت أو عدة طلاق، والطلاق بائن أو رجعي فلا تخرج المرأة إلى الحج في عدة طلاق أو موت. (۱/۲۱۹)

ما في "البحر الرائق": والثانية يعني شرائط وجوب أداء خمسة على الأصح؛ صحة البدن وزوال مانع الحسية عن الذهاب إلى الحج وأمن الطريق وعدم قيام العدة في حق المرأة.

(۲/۵۳۹، بدائع الصنائع: ۲/۳۰۱، كتاب المناسک، الدر المختار مع الشامية: ۳/۴۱۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿يآيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾. (النساء: ۲۹)

وقال تعالى: ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾. (البقرة: ۲۷۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": فإن الحج عبادة مركبة من عمل البدن والمال، ولذا قال في البحر: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام مع أنه يسقط الفرض عنها.

(۳/۴۰۲) =

حج کی فلم کا حکم

مسئلہ (۹۳): آج کل حج کی فلم بنائی جاتی ہے اور حج سے پہلے حاجیوں کو کیمپ میں جمع کرکے انہیں یہ فلم دکھائی جاتی ہے، تاکہ حج کا شوق پیدا ہو، حج کی ادائیگی کا طریقہ معلوم ہو اور حاجی کیلئے ادائیگیٔ حج میں سہولت وآسانی ہو، اس طرح سے مناسکِ حج کو فلما کر اسے بتانا اور کمائی کا ذریعہ بنانا شرعاً ناجائز ہے، کیوں کہ اس میں ذی روح کی تصویریں لی جاتی ہے، جو شرعاً ممنوع وحرام ہے، حج فلم کے جو فوائد بتلائے جاتے ہیں وہ دیگر طریقوں سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں، اس لیے اس طرح کی فلمیں بنانے، دیکھنے اور دکھانے سے کلی اجتناب ضروری ہے۔[1]

= ما في "الدر المنتقى في شرح الملتقى": قوله: وقدره زاد وراحلة مختصة به أو شق محمل في حق الآفاقي فلا تجب بإباحة ولا بمال حرام لكن لو حج به جاز لأن المعاصي لا تمنع الطاعات فإذا أتى بها لايقال انها غير مقبولة.

(۱/۳۸۵، الفتاوى الهندية: ۱/۲۲۰) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۱۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾. (المائدة: ۳)

وقوله تعالى: ﴿ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾ . (سورة الحج: ۳۲)

ما في " الصحيح البخاري": " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (۲/۸۸۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية ": قال في التنوير: لا تمثال إنسان أو طير. "درمختار". قال الشامي: قوله: أو طير لحرمة تصوير ذي الروح . (۹/۴۴۰، الحظر والإباحة)

ما في " قواعد الفقه": "إذا اجتمع الحلال والحرام أو المحرم والمبيح غلب الحرام والمحرم ".

(ص ۵۵)

اجرت پر حج کرنے کا حکم

مسئلہ (۹۴): اجرت پر حج کرنا درست نہیں، کیونکہ حج ایک عبادت ہے جس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہے، اور اجرت کی وجہ سے جو کام کیا جائے وہ اللہ تعالی کیلئے خالص باقی نہ رہا، اس لیے نہ حج کرنے پر اجرت لینا جائز ہے اور نہ اجرت پر حج کرانا جائز ہے، البتہ جس شخص سے حج کرایا جائے اس کے سفر کے اخراجات اور سفر سے واپسی تک اگر ضرورت مند ہو تو اس کے اہلِ خاندان کی ضروریات حجِ بدل کرانے والے پر ہے۔[1]

حجِ بدل کی رقم لے کر کسی اور کو کم رقم دیکر حج کرانا

مسئلہ (۹۵): بعض لوگ بہت سے لوگوں سے حجِ بدل کی رقمیں لیتے ہیں اور ہر کسی کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ بذاتِ خود ان کی جانب سے حجِ بدل کرینگے، =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ما أسئلكم عليه من أجر، إن أجري إلا على رب العلمين﴾ .

(سورة الشعراء: ۱۰۹)

ما في "المبسوط للسرخسي": وقال في المبسوط: رجل استأجر رجلا ليحج عنه لم تجز الإجارة عندنا . (۱۷۵/۴، الدر المختار مع الشامية : ۶۵/۹)

ما في " موسوعة القواعد الفقهية ": بقاعدة فقهية : " كل طاعة يختص بها المسلم لما يجوز الاستئجار عندنا . (۱۰۹/۱، الفقه الحنفي وأدلته : ۸۴/۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": ولا يجوز الاستئجار على الطاعات .

(۸۱/۴، مطلب في الاستئجار على الحج، نعمانيه)

= لیکن وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ رقم کی جو مقدار انہوں نے مؤکلین سے وصول کی، اس سے کم مقدار کسی اور کو دیکر حجِ بدل کراتے ہیں اور باقی رقم خود رکھ لیتے ہیں، شرعاً یہ عمل ناجائز اور غلط طریقے سے لوگوں کے مال کھانے میں داخل ہے، کیونکہ مؤکلین کی اس پر رضا مندی نہیں ہوتی۔ (۱)

ایک شخص کا کئی لوگوں کی طرف سے حج بدل کرنا

مسئلہ (۹۶): بعض لوگ متعدد لوگوں سے حجِ بدل کی رقم وصول کرتے ہیں اور سب کی طرف سے ایک ہی حج بدل کرتے ہیں، کسی ایک کی جانب سے حج کی نیت نہیں کرتے، اس صورت میں امام ابو یوسفؒ یہ فرماتے ہیں کہ یہ حج خود اس کی طرف سے ہوگا اور تمام موکلین کی رقم واپس کرنا لازم ہوگا، اور طرفین کا قول ہے کہ اگر افعالِ حج کی ادائیگی شروع کرنے سے پہلے کسی ایک کی نیت کرلے تو یہ حج اسی کی طرف سے ہوگا، اور بقیہ مؤکلین کی رقم واپس کرنی ہوگی اور طرفین کا قول ہی مفتی بہ ہے۔=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (النساء : ۲۹)

ما في "جمع الجوامع": لقوله عليه السلام: " لا يحل لإمرئ مسلم من مال أخيه شيء إلا بطيب نفس منه". (۹/۷، رقم الحديث: ۲۶۷۶۰)

ما في "الصحيح البخاري": لقوله عليه السلام: "آية المنافق ثلاث؛ إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان". (۱/۱۰)

ما في "المبسوط للسرخسي": ليس لهذا الوكيل أن يؤكل بها غيره .

(۱۹/۳۶، كتاب الوكالة، فتاوی معاصرة: ص ۶۵)

ما في "درر الحكام شرح مجلة الأحكام": بقاعدة فقهية: "لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي". (۱/۹۸)

= اگر کسی کی بھی طرف سے نیت نہیں کی تو خود اسکی طرف سے ادا ہوگا اور تمام مؤکلین کو ان کی رقم واپس کرنا واجب ہوگا۔ (۱)

حجِ بدل کرنے والا قران اور تمتع کرسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۹۷): حجِ بدل کرنے والا اِفراد کی نیت کرے قران اور تمتع کی اجازت نہیں ہے، ہاں جس کی طرف سے حج کرے اس نے قران یا تمتع کی اجازت دی ہو تو اس کے مطابق عمل کرسکتا ہے، مگر تمتع وقران کی صورت میں قربانی کا خرچہ خود ہی برداشت کرے، خلاصہ یہ ہے کہ بلا اجازت قران وتمتع نہیں کرسکتا ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "المبسوط للسرخسي": رجل أمره رجلان أن يحج عن كل واحد منهما فأهل بحجة عن أحدهما لا ينوي عن واحد منهما، قال له أن يصرفه إلى أيهما شاء في قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله، وقال أبو يوسف رحمه الله: أرى ذلک عن نفسه وهو ضامن لنفقتهما .

(۴/۱۷۷، کتاب المناسک ، مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر: ۱/۴۵۷، الفتاوى الهندية: ۱/۲۵۷، مجمع البحرين وملتقى النيرين: ص۲۳۳، في الحج عن الغير، ردالمحتار على الدرالمختار: ۴/۲۷)

ما في "شرح عقود رسم المفتي": قال العلامة ابن عابدين فی شرح عقود رسم المفتي: قال الإمام قاضیخان: وإن كانت المسئلة مختلفا فيها بين أصحابنا فإن كان مع أبي حنيفة أحد صاحبيه يأخذ بقولهما أي بقول الإمام ومن وافقه لوفور الشرط واستجماع أدلة الصواب فيها . (ص۲۵)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدي﴾. (البقرة:۱۹۶)

ما في " المصنف لإبن أبي شيبة ": روي أن رسول الله ﷺ قارناً فنحر البدن . =

بچوں کی شادی کی وجہ سے حج میں تاخیر کرنا

مسئلہ (۹۸): بعض لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے مگر وہ اس لیے حج نہیں کرتے کہ گھر میں لڑکے لڑکیاں شادی کے قابل ہو چکی ہیں، ان کی شادیاں وغیرہ سے فارغ ہو جائیں گے پھر حج کرینگے، انکا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ بچوں کی شادی کرنا ایسا عذر نہیں ہے جس کی وجہ سے فرض حج میں تاخیر یا التواء جائز ہو۔ (۱)

= وقال جابر رضي الله عنه : " كنا نتمتع مع رسول الله ﷺ فنذبح البقرة عن سبعة ".

وقال ابن عباس رضي الله عنهما : " يجزي المتمتع أن يشارک في دم".

(۸/۶۰، رقم الحديث: ۱۲۹۴۰، ۱۲۹۴۱، كتاب المناسک، باب يجزي أن يشارک في دم)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفاً فيضمن . (۴/۳۰ ، باب الحج عن الغير، مطلب العمل على القياس دون الاستحسان، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: ۱/۴۵۷، مجمع البحرين في ملتقى النيرين: ص ۲۳۳) (فتاوی محمودیہ: ۱۰/۴۱۷، فتاوی رحیمیہ: ۸/۱۱۸، کتاب المناسک)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا، ومن كفر فإن الله غني عن العالمين﴾. (آل عمران:۹۷)

ما في "الجامع لأحكام القرآن": قال الحسن البصري: إن من ترک الحج وهو قادر عليه فهو كافر . (۴/۱۵۳)

ما في "السنن للدارمي": لقوله عليه السلام : "من مات ولم يحج فليمت إن شاء يهوديا وإن شاء نصرانيا ". (۲/۴۵، كتاب الحج، باب من مات ولم يحج)

خواجہ اجمیری کی درگاہ کا چکر لگانے سے حج ساقط نہیں ہوتا

مسئلہ (۹۹): بعض جاہل لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مزار کی سات برس تک زیارت کرلینے سے حج ساقط ہوجاتا ہے، یہ سراسر باطل اور خطرناک گمراہی ہے، کیونکہ حج پوری دنیا میں صرف ایک ہی جگہ مکہ مکرمہ میں=

ما في ''السنن للترمذي وإعلاء السنن'': لقوله علیه السلام : '' من ملک زاداً و راحلة تبلغه إلی بیت الله ولم یحج فلا علیه أن یموت یهودیا ولا نصرانیا ''.وذلک ان الله یقول في کتابه : ﴿ولله علی الناس حج البیت من استطاع إلیه سبیلا﴾.

(۵/۲،کتاب المناسک ، باب ما جاء في التغلیظ في ترک الحج ،۱۰/۵،کتاب الحج)

ما في ''الفتاوی التاتارخانیة '': إن کان له مقدار ما یحج به وعزم علی التزوج ذکر ابن شجاع عن أبي حنیفة رحمه الله أنه یحج ولا یتزوج.

(۴۸۲/۱، کتاب المناسک، الفصل الأول في شرائط الوجوب)

ما في '' الدر المختار مع الشامیة '': وفي الأشباه: معه ألف وخاف العزوبة إن کان قبل خروج أهل بلده فله التزوج ولو وقته لزم الحج .

(۴۰۸/۳، باب مطلب فیمن حج بمال حرام، فتاوی محمودیه: ۲۹۱/۱۰)

ما في ''الفتاوی الهندیة'': إن أرید النکاح حال التوقان فهو مقدم علی الحج اتفاقا لأن في ترکه أمرین: ترک الفرض ووقوع في الزنا.

(مجمع الأنهر في شرح ملتقی الأبحر: ۳۸۳/۱، کتاب المناسک)

ما في ''الفتاوی الهندیة '': وإذا وجد ما یحج به قد قصد التزوج یحج به ولا یتزوج لأن فریضة أوجبها الله تعالی علی عبده کذا في التبیین . (۲۱۷/۱، الفصل الأول)

= سال میں ایک ہی مقررہ وقت پر ماہِ ذی الحجہ میں ادا کیا جاتا ہے، کسی دوسری جگہ اصل حج تو درکنار اس کی نقل کرنا بھی حرام ہے، حضرت خواجہ صاحب کے مزار کی زیارت کو حج کے قائمِ مقام سمجھنا بالکل لادینی اور مشرکانہ ذہنیت وخیالات کی پیداوار ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": الحج هو زيارة مكان مخصوص في زمن مخصوص بفعل مخصوص فرض في العمر مرة على الفور . (۳/۴۰۰، مجمع الأنهر: ص ۳۸۲)

ما في " القرآن الكريم ": ﴿إن الدين عند الله الإسلام، ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه، وهو في الآخرة من الخاسرين﴾ . (آل عمران: ۸۵)

ما في "الصحيح المسلم": لقوله عليه السلام: " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". متفق عليه . (۲/۷۷ ،كتاب الأقضية)

ما في "الصحيح البخاري": لقوله عليه السلام: " لعن الله اليهودا اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد". ولقوله عليه السلام:" أولئک قوم إذا مات فيهم العبد الصالح أو الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا وصوروا فيها تلك الصور، أولئک شرار الخلق عند الله ".

(۱/۶۲، باب الصلوة في البيعة)

ما في "التفسير المظهري": قال القاضي ثناء الله العثماني الحنفي: لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها . (تفسير المظهري: ۲/۶۵)

ما في "حجة الله البالغة ": قال العلامة المحدث الشاه ولي الله الدهلوي: كان أهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها ويتبركون بها وفيه من التحريف والفساد ما لا يخفى فسد النبي ﷺ باب الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله .

(۱/۴۸۰)

حج کی وصیت کئے بغیر مرجائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ(۱۰۰): ایک شخص پر حج فرض ہوگیا لیکن اس نے حج نہیں کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا اور وصیت بھی نہیں کی، تو اگر کوئی وارث اس میت کی جانب سے حجِ بدل کر لے تو امید ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، ہاں اگر حج کی وصیت کرگیا ہو اور اتنا مال بھی چھوڑا ہو کہ اس کے ثلث مال سے فریضۂ حج ادا کیا جا سکتا ہو، تو ایسی صورت میں اس کی وصیت کے مطابق اس کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "السنن الترمذي": " جاء ت امرأة إلى النبيﷺ فقالت: إن أمي ماتت ولم تحج، أفأحج عنها؟ قال: نعم حجي عنها".

(۲/۷۴، كتاب الحج، باب ماجاء في الحج عن الشيخ الكبير والميت)

ما في "السنن الدارقطني": أن رجلا سأل رسول اللهﷺ عن الحج عن أبيه، قال:" احجج عنه، ألا ترى أنه لو كان عليه دين فقضيته عنه ان ذلک يجزي عنه؟ قال: بلى؛ قال: فحق الله أحق".

(۲/۲۲۹، كتاب المناسک، رقم الحديث: ۲۵۸۹)

ما في "الفتاوى التاتارخانية": من مات وعليه فرض الحج ولم يوص به لم يلزم الوارث أن يحج عنه وإن أحب أن يحج عنه حج، وأرجو أن يجزئه إن شاء الله تعالى.

(۲/۲۳۳، كتاب الحج، الوصية بالحج، بدائع الصنائع: ۲/۴۶۹، الشامية: ۴/۱۶، ۱۷، باب الحج عن الغير) (فتاوی محمودیہ:۱۰/۴۲۱، أحسن الفتاوی:۲۵۸۹)

مقروض شخص حج کرسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۱۰۱): اگر کوئی شخص مقروض ہو اور قرض خواہ اپنے قرض کا مطالبہ نہ کر رہا ہو تو اس کے لیے حج کرنا صحیح ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے قرض ادا کرے پھر حج ادا کرے، کیونکہ قرض حقوق العباد میں سے ہے جس کی بڑی اہمیت ہے، انتظام ہوتے ہوئے قرض ادا نہ کرنا سنگین گناہ ہے۔(۱)

اپنا حج خود ادا کرے

مسئلہ (۱۰۲): اگر کسی شخص پر حج فرض ہو چکا ہو تو یہ فریضہ اس وقت تک اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا جب تک کہ خود حج نہ کرے، یا زندگی بھر معذور و مجبور رہنے کی وجہ سے دوسرے سے حجِ بدل کروائے، یا حجِ بدل کروانے کی وصیت کر جائے، حج کے =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾.

(سورة آل عمران: ۹۷)

ما في "الجامع لأحكام القرآن للقرطبي": وإذا وجدت الاستطاعة وتوجه فرض الحج معرض مانع كالغريم يمنعه عن الخروج حتى يؤدي الدين ولا خلاف في ذلک. (۱۴۹/۴)

ما في "الفتاوى الهندية": ويكره الخروج إلى الغزو و الحج لمن عليه الدين وإن لم يكن عنده مال ما لم يقض دينه إلا بإذن الغرماء . (۲۲۱/۱، كتاب المناسک، الفصل الأول)

ما في "البحر الرائق": ويكره الخروج للغزو أو الحج لمديون وإن لم يكن له مال يقضي به إلا أن يأذن الغريم . (۵۴۰/۲، دار الكتاب ديوبند) (فتاوی محمودیہ:۳۹۱/۱۰)

=اخراجات صدقہ خیرات کرنے یا کسی غریب کی مدد کرنے سے صدقہ خیرات کا ثواب تو مل جائیگا مگر فریضۂ حج ساقط نہیں ہوگا۔(۱)

عمرہ کا ویزہ لیکر حج کرنا

مسئلہ (۱۰۳): بعض لوگ عمرہ کا ویزہ لیکر عمرہ کیلئے جاتے ہیں اور وہیں رک جاتے ہیں، پھر حج کر کے واپس آتے ہیں، اس طرح کرنے سے حج تو ادا ہو جائیگا لیکن قانون کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے گنہگار رہوگا۔(۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ .
(سورة آل عمران: ۹۷)

مـا فـي "الـجامع لأحكام القرآن للقرطبي": اللام في قوله: "ولله" لام الإيجاب والإلزام ثم أكده بـقـولـه تـعالى: "على" التي هي من أوكد ألفاظ الوجوب عند العرب فإذا قال العربي لفلان عليّ كذا فقد وكده وأوجبه فذكر الله الحج بأوكد ألفاظ الوجوب تاكيدا لحقه وتعظيما لحرمته ولا خلاف في فرضيته وهو أحد قواعد الإسلام وليس يجب إلا مرة في العمر. (۱۴۲/۴)

مـا في " الدر المختار مع الشامية ": والحاصل أن من قدر على الحج وهو صحيح ثم عجز لزمه الاحجاج اتفاقا . (۱۵/۴)

مـا فـي "الـفتـاوى الهـنـدية ": مـن عليه الحج إذا مات قبل أدائه فإن مات عن غير وصية يأثم بلا خلاف . (۲۵۸/۱)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ . (بنی اسرائیل:۳۴)

ما في "الجامع لأحكام القرآن للقرطبي": قال الزجاج: كل ما أمر الله به ونهى عنه فهو في العهد . (۲۵۶/۱۰) =

حجاجِ کرام کی دعوت کرنا

مسئلہ (۱۰۴): اگر کوئی شخص حج کے مبارک سفر کی نسبت پر سیدھے سادے طریقے سے حجاجِ کرام کی دعوت کرے، تو یہ فی نفسہ مباح ہے اور ان شاء اللہ باعثِ اجر بھی ہے، بشرطیکہ اس میں ریاء ونمود، بدلہ چکانے یا آئندہ وصول کرنے کی نیت نہ ہو، اور دعوت نہ کرنے پر حاجیوں کی طرف سے کوئی شکوہ شکایت نہ ہو۔ (۱)

= ما في "الجامع لأحكام القرآن للقرطبي": لقوله عليه السلام: "المؤمنون عند شروطهم". وقال: كل شرط ليس بكتاب الله فهو باطل، فبين أن الشرط أو العقد الذي يجب به الوفاء ما وافق كتاب الله أي دين الله فإن ظهر فيها ما يخالف رد . (۳۳/۶)

ما في "السنن الترمذي": لقوله عليه السلام: "المسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما". (۲۵۱/۱)

ما في "السنن لأبي داود": لقوله عليه السلام: " الصلح جائز بين المسلمين زاد أحمد إلا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما ". زاد سليمان بن داود : وقال رسول اللهﷺ : " المسلمون على شروطهم". (ص۵۰۶، كتاب القضاء، باب في الصلح)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "كنز العمال": لقوله عليه السلام: "خيار أمتي من يطعم الطعام وليس فيه رياء وسمعة، ومن أطعم طعاما فيه رياء وسمعة جعله الله تعالى نارا في بطنه يوم القيامة حتى يفرغ الحساب". (۱۰۸/۹، كتاب الضيافة، رقم الحديث: ۲۵۸۳۵)

ما في "مشكوة المصابيح": عن أبي سعيد الخدري عن النبيﷺ قال: " أطعموا طعامكم الأتقياء وأولوا معروفكم المؤمنين". رواه البيهقي في شعب الإيمان .

(ص۳۲۹، باب الضيافة، الفصل الثاني) =

....

....

....

= ما في "الصحيح البخاري": لقوله عليه السلام:"من سمع سمع الله له ومن يرائي يرائي الله به".

(۹٦۲/۲، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة)

ما في " القرآن الكريم ": ﴿والذين ينفقون أموالهم رياء الناس﴾ . (سورة النساء :۳۸)

ما في "الجامع لأحكام القرآن للقرطبي": القاصد بنفقة الرياء غير مثاب كالكافر لأنه لم يقصد به وجه الله تعالى . (۳۱۲/۳)

ما في "التفسير القرطبي": قوله: "يراء ون الناس" والرياء إظهار الجميل ليراه الناس ولا لاتباع أمر الله . (۴۲۲/۵)

کتاب الأضحیة

(قربانی کا بیان)

قربانی کس پر فرض ہے؟

مسئلہ (۱۰۵): جس شخص پر زکوۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا اتنی قیمت کا مالِ تجارت ہو تو اس پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، شریعتِ اسلامیہ میں قربانی کی بڑی فضیلت ہے اور قربانی واجب ہو نے کے باوجود نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " كنز العمال": لقوله عليه السلام: "الأضاحي سنة أبيكم إبراهيم، بكل شعرة حسنة وبكل شعرة من الصوف حسنة". (۳۹/۵، رقم الحديث: ۱۲۲۲۹، ابن ماجه: ص ۲۲٦)

ما في "السنن الترمذي": لقوله عليه السلام: " في الأضحية لصاحبها بكل شعرة حسنة".

(۲۷۵/۱، باب ماجاء في فضل الأضاحي)

ما في "الترغيب والترهيب" : لقوله عليه السلام :" من وجد سعة فلم يضح فلا يحضر مصلانا".

(۱۰۳/۲)

ما في "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر": الأضحية هي واجبة على حر مسلم مقيم موسر عن نفسه لا عن طفله.

(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: ۱٦٦/۴، البحر الرائق: ۳۱۸/۸، كتاب الأضحية)

ما في " الدر المختار مع الشامية": ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص وشرائطها الإسلام واليسار الذي يتعلق به صدقة الفطر. (۳۷۸/۹، كتاب الأضحية)

نصاب کے مقدار زائد از ضرورت مال میں قربانی واجب ہوگی

مسئلہ (۱۰۶): اگر کسی شخص کے پاس ضرورت سے زائد کپڑے، موبائل فون، گھریلو برتن، ٹیپ ریکارڈ، ٹیلی ویژن اور وی سی آر وغیرہ جن کی مالیت نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے برابر ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی، کیوں کہ وجوبِ قربانی کے لیے نصاب کا نامی ہونا اور اس پر سال گذرنا شرط نہیں ہے۔ [۱]

دوسرے کی طرف سے قربانی کا حکم

مسئلہ (۱۰۷): دوسرے کی طرف سے واجب قربانی کی اجازت لینا ضروری ہے، ورنہ دوسرے کی واجب قربانی ادا نہ ہوگی، اگر کسی علاقے میں اپنے متعلقین کی طرف سے قربانی کرنے کی عادت اور رواج ہو تو اپنے متعلقین کی طرف سے انکی اجازت کے بغیر واجب قربانی درست ہو جائیگی۔ [۲]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿فصل لربک وانحر﴾ . (الكوثر : ۲)

ما في "السنن لإبن ماجة ": قوله عليه السلام: "من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا ". (ص ۲۲٦)

ما في "الفتاوى الهندية": قال في الهندية: وأما شروط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة . (۲۹۲/۵)

ما في "البدائع الصنائع": فلابد من اعتبار الغني وهو أن يكون في ملكه مائتا درهم أوعشرون ديناراً أو شيء تبلغ قيمته ذلک سوی مسكنه وكسوتة وما لا يستغنى عنه .

(۱۹٦/۴، الدر المختار مع الشامية : ۳۷۹/۹)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "البدائع الصنائع": ومنها إذن صاحب الأضحية بالذبح إما نصاً أو دلالة إذا كان الذابح غيره، فإن لم يوجد لا يجوز لأن الأصل فيما يعمله الإنسان أن يقع للعامل وإنما يقع لغيره بإذنه فإذا لم يوجد لا يقع له . (۲۱۱/۴، كتاب الأضحية، البحر الرائق : ۳۲٦/۸ ،كتاب الأضحية) =

نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا

مسئلہ(۱۰۸): امیر باپ پر نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، مستحب ہے، اگر قربانی کرے گا تو ثواب ملے گا، نہیں کریگا تو گناہ نہیں ہوگا۔ (۱)

خنزیر کے دودھ سے پرورده جانور کی قربانی

مسئلہ(۱۰۹): اگر کسی جانور کے بچے کی پرورش سور کے دودھ سے ہوئی ہو تو وہ بچہ حلال ہے، اس کی قربانی درست ہے، لیکن قربانی کرنے سے پہلے چند روز تک یعنی کم سے کم دس دن دوسرا چارہ دینا چاہیے۔ (۲)

= ما في " الدر المختار مع الشامية ": قال في الذخيرة : ولعله ذهب إلى أن العادة إذا جرت من الأب في كل سنة صار كالإذن منهم . (۹/۳۸۲ ، كتا ب الأضحية)

ما في "الأشباه والنظائر": بقاعدة فقهية: " إنما تعتبر العادة إذا اطردت أو غلبت". " العادة محكمة ". (ص:۳۳۳)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر": قوله: لا عن طفله أي أولاده الصغار في ظاهر الرواية لكونها قربة محضة فلا تجب على لغير بسبب الغير . (۴/۱٦۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": قوله: لا عن طفله: أي من مال الأب، وفي ظاهر الرواية أنه يستحب ولا يجب . (۹/۳۸۲ ، بدائع الصنائع: ۴/۱۹۷ ، تبيين الحقائق: ٦/۴۷۵)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "البحر الرائق": يحل أكل جذع تغذى بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير وما تغدى به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر . (۸/۳۳۵) =

قربانی سے پہلے نہ کھانا مستحب ہے

مسئلہ (۱۱۰): بروزِ عید قرباں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک قربانی نہ ہو روزے سے رہے، یعنی نہ کچھ کھائے اور نہ پئے، شریعتِ اسلامیہ میں اس قول کی کوئی اصل وحقیقت نہیں ہے، البتہ جو شخص قربانی کرے اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز سے فارغ ہونے تک کچھ نہ کھائے، تاکہ اس دن اس کا اولِ طعام اس کی قربانی کا گوشت ہو۔ (۱)

= ما في " الدر المختار مع الشامية ": وكره لحمهما أي لحم الجلالة والرمكة وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة أيام لدجاجة وأربعة لشاة وعشرة لإبل وبقر على الأظهر .
(۹/۴۱۴)

ما في "بدائع الصنائع": لا يحل الانتفاع بها من العمل وغيره إلا أن تحبس أياما وتعلف فحينئذ تحل وقيل إنما لا يكره لأنه لا ينتن كما لا ينتن الإبل والحكم متعلق بالنتن، ولهذا قال أصحابنا في جدى ارتضع بلبن خنزير حتى كبر أنه لا يكره أكله لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن . (۴/۱۵۴)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "إعلاء السنن": وروي أنه ﷺ كان لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم وكان لا يأكل يوم النحر شيئا حتى يرجع فيأكل من أضحيته . (۱۷/۲۵۰، كتاب الأضاحي)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": وأحكام الأضحى كالفطر لكنه في الأضحى يؤخر الأكل عن الصلاة استحبابا فإن قدمه لا يكره في المختار، وفيه رمز إلى أن هذا الإمساك ليس بصوم ولذا لم يشترط له النية وإلى أنه مندوب في حق المصريين فقط.
(ص ۵۳۶، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: ۱/۲۵۸)

ما في " تبيين الحقائق": قال رحمه الله: (لكن هنا يؤخر الأكل عنها) لما روي أنه عليه الصلاة والسلام كان لا يطعم في يوم الأضحى حتى يرجع فيأكل من أضحيته، وقيل هذا في حق من يضحي ليأكل من أضحيته أولا أما في حق غيره فلا، ثم قيل الأكل قبل الصلاة مكروه، والمختار أنه ليس بمكروه ولكن يستحب أن لا يأكل . (۱/۵۴۳)

سود خور کے ساتھ قربانی میں شرکت کا حکم

مسئلہ (۱۱۱): جان بوجھ کر سود خور کے ساتھ قربانی میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ حرام رقم سے شرکت کرنے کی صورت میں کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی، ہاں اگر ایسا آدمی کسی سے حلال رقم لے کر قربانی میں حصہ لے تو اس کو اجتماعی قربانی میں شامل کرنا جائز ہوگا۔[۱]

خنثیٰ مشکل کی قربانی جائز نہیں

مسئلہ (۱۱۲): خنثیٰ مشکل بکرے کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس کا گوشت اچھی طرح پکتا نہیں، لیکن اگر کسی نے اتفاقاً اس کی قربانی کر لی اور اس کا گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی صحیح ہوگی، کیوں کہ عدمِ جواز کی علت گوشت کا اچھی طرح نہ پکنا تھا، اب جب پک گیا تو یہ ظاہر ہوا کہ عدمِ جواز کی علت نہیں پائی گئی، اور یہ اصول بھی ہے کہ ارتفاعِ علت ارتفاعِ حکم کو مستلزم ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "ردالمحتار على الدرالمختار": وإن كان شريک الستة نصرانيا أو مريد اللحم لم يجز عن واحد، وكذا إذا كان عبدا أو مدبرا يريد الأضحية لأن نيته باطلة لأنه ليس من أهل هذه القربة فكان نصيبه لحما فمنع الجواز أصلا. (۳۹۵/۹، كتاب الأضحية، البحرالرائق: ۳۲۵/۸)

ما في "البدائع الصنائع": وهكذا قال أبو يوسف رحمه الله: ولو كان أحد الشركاء ذميا، كتابيا أو غير كتابي وهو يريد اللحم أو أراد القربة في دينه لم يجز عندنا. (۲۰۹/۴)

(جامع الفتاوی:۴/ ۷۷، احسن الفتاوی: ۷/ ۵۰۳، کفایت المفتی: ۸/ ۲۰۵)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "الفتاوى الهندية": لا تجوز التضحية بالشاة الخنثى لأن لحمها لا ينضج. (۲۹۹/۵) =

قربانی کا گوشت قصاب کی اجرت میں دینا جائز نہیں

مسئلہ (۱۱۳): قربانی کے جانور کے کسی جزء مثلاً کھال یا گوشت وغیرہ سے قصاب کی اجرت دینا یا قیمت میں وضع کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے ایسا کیا تو قربانی ہو جائے گی لیکن کھال کی قیمت یا جتنا گوشت دیا ہے اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگا، قصاب کی اجرت الگ رقم سے دی جائے، قربانی کے جانور کے کسی جزء سے نہیں۔ (۱)

= ما في " الدر المختار مع الشامية ": قال العلامة ابن عابدين: و بهذا التعليل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لا تخلوا إما أن تكون ذكرا أو أنثى وعلى كل تجوز. (۹/۳۹۴)

ما في "موسوعة مصطلحات أصول الفقه عند المسلمين": وبقاعدة فقهية: " متى لم تكن العلة لم يكن الحكم"." انتفاء العلة لانتفاء الحكم" . (۱/۹۵۸، ۹۷۶، باب العلة)

(فتاوی محمودیہ: ۱۷/۳۷۴، جامع الفتاوی: ۴/۴۰۵)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الصحيح البخاري": وروي أن عليا رضي الله عنه أخبره أن النبي ﷺ أمره أن يقوم على بدنه كلها، وان يقسم بُدنه كلها لحومها وجلودها وجلالها ولا يعطى في جزارتها شيئا.
(۱/۲۳۲، كتاب المناسک ، باب يتصدق بجلود الهدي)

ما في " الشامية ": ولايعطى أجر الجزار منها لأنه كبيع وكره جز صوفها قبل الذبح لينتفع به فإن جزه تصدق به . (۹/۳۹۸ ، البحر الرائق: ۸/۳۲۷ ،كتاب الأضحية)

ما في "الفتاوى الهندية": ولا أن يعطى أجر الجزار والذابح منها فإن باع شيئا من ذلک بما ذكرنا نفذ عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى لاينفذ ويتصدق بثمنه كذا في البدائع .

(۵/۳۰۱ ، الباب السادس في بيان ما يستحب في الأضحية والانتفاع بها) (إمداد الفتاوی: ۳/۵۶۳)

طالب علم کا نفلی قربانی کرنا

مسئلہ (۱۱۴): طالبِ علم کے لیے قربانی کرنے سے کتابیں خریدنا بہتر ہے۔[1]

نیل گائے کی قربانی درست نہیں

مسئلہ (۱۱۵): نیل گائے کی قربانی درست نہیں، قربانی کے جانوروں کی تعیین شرعی سماعی ہے، قیاس کو اس میں دخل نہیں، اور شریعتِ مقدسہ میں صرف تین قسم کے جانوروں کی قربانی درست ہے:

پہلی قسم:......اونٹ نر و مادہ۔

دوسری قسم:......بکرا بکری، مینڈھا (دنبہ) بھیڑ، نر و مادہ۔

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الصحيح لمسلم": لقوله عليه السلام: " إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة؛ إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له ".

(۴۱/۲، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته)

ما في "التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح": المعنى أن الإنسان إذا مات لا يُكتب له بعده أجر أعماله لأنه جزاء العمل وهو ينقطع بموته إلا فعلا دائم الخير مستمر النفع مثل وقف الأرض أو تصنيف كتاب أو تعليم مسألة يعمل بها وولد صالح وكل منها يلحق أجره إليه.

(۲۲۲/۱، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

ما في "الدر المختار مع الشامية": والحق التفصيل: فما كانت الحاجة فيه أكثر والمنفعة فيه أشمل فهو الأفضل. (۴۶/۴، مطلب في تفضيل الحج على الصدقة)

(فتاوی محمودیہ: ۵۰۶/۱۷، جامع الفتاوی: ۴۸۰/۴)

تیسری قسم:......گائے، بھینس نر و مادہ۔

ان کے علاوہ کسی بھی جانور کی قربانی کرنا درست نہیں ہے، اور ان جانوروں کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ وحشی نہ ہوں بلکہ پالتو اور انسانوں سے مانوس ہوں۔(۱)

چرم قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا

مسئلہ (۱۱۶): قربانی کی کھال فروخت کرنے کے بعد جو رقم قیمت کے طور پر ملتی ہے وہ صدقہ کر دینا واجب ہے اور صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ جس کو دیا جائے وہ مالک بن جائے، چونکہ مسجد میں تملیک نہیں پائی جاتی اس لیے قربانی کی کھال کی رقم مسجد کی تعمیر اور امام و موذن اور خادم وغیرہ کی تنخواہ، اسی طرح قبرستان یا مسجد کی چہار دیواری بنانے میں صرف کرنا جائز نہیں۔(۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الفتاوى الهندية": وإن ضحى بظبية وحشية أنست أو ببقرة وحشية أنست لم تجز.

(۵/۲۹۷، كتاب الأضحية، في بيان محل إقامة الواجب)

ما في "التبيين الحقائق": والوحشي إن كانت الأم أهلية جاز لأن جواز التضحية بهذه الأشياء عرفت شرعا بالنص على خلاف القياس.................. أما جنسه فهو أن يكون من الأجناس الثلاثة والغنم والإبل والبقرة في كل جنس نوعه والذكر والأنثى منه والجاموس نوع البقر.

(۶/۴۸۳، البحر الرائق: ۸/۳۲۴، فتاوى قاضيخان: ۴/۳۳۱) (کفایت المفتی: ۸/۱۹۱/۱۹۲)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل﴾ . (التوبة: ۶۰) =

وکیل بن کر قربانی کرنا

مسئلہ (۱۱۷): اگر کوئی شخص وکیل بن کر لوگوں کی قربانی کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے تو ہر شخص کا حساب الگ رکھنا ضروری ہوگا، اگر کسی کی رقم بچ جائے تو بقیہ رقم واپس کرنا لازم ہوگا، لیکن اگر موکل بچی ہوئی رقم کو کسی اور مصرف میں خرچ کرنیکی اجازت دے تو اس کا خرچ کرنا جائز ہوگا۔[1]

= ما في "أحكام القرآن للجصاص": وقال الإمام الجصاص: فإن الصدقة تقتضي تمليكا وقال: إذ شرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه. (۳/۱۶۱)

ما في "نتائج الأفكار تكملة فتح القدير": وقال ابن همام: الصدقة كالهبة لا تصح إلا بالقبض. (۹/۵۷)

ما في "المغني والشرح الكبير": وروي عن ابن عمر رضي الله عنه أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه. (۱۱/۱۱۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": ولا يعطى أجر الجزار منها لأنه كبيع لأن كلا منهما معاوضة لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره. (۹/۳۹۸) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/۴۵۸)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إن الله يأمركم أن تودوا الأمانات إلى أهلها﴾. (النساء: ۵۸)

ما في " حاشية ابن التمجيد مع حاشية القونوي على تفسير البيضاوي" : أمر المؤمنين في هذه الآية بأداء الأمانات في جميع الأمور سواء كانت تلك الأمور في باب المذاهب والديانات أو من باب الدنيا والمعاملات. (۷/۲۰۲)

ما في "حاشية القونوي": الأمانات جمع أمانة وهي ما يقع في يد الإنسان ولو بغير قصد. (۷/۲۰۱)

ما في " تفسير المظهري": لكن الآية بعموم لفظها يفيد وجوب أداء كل أمانة إلى أهلها، عن أنس قال: قلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال: " لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له ". رواه البيهقي في شعب الإيمان.

....

....

فـائـدة: ليس أداء الأمانة منحصرا في مـال الوديعـة ونحو ذلک بل كل حق لأحد على أحد أمانة يجب أدائه لأهله كما يدل عليه سبب نزول هذه الآية . (۲/۳۶۳/۳۶۴)

مـا فـي "البـحـر الـمـحيط لأبي حيان الغرناطي": والظاهر في يأمركم أن الخطا ب لكل أحد في كل أمانة ، ..... قال ابن عباس رضي الله عنهما: " لم يرخص الله لموسر ولا معسر أن يمسک الأمانة ". (۳/۳۹۴)

مـا فـي "روح الـمـعـاني للآلوسي" : ان الأمانات وهي جمع أمانة مصدر سمى به المفعول .نعم الحقوق الـمتـعـلـقة بـذمـمهم من حقوق الله تعالى وحقوق العباد سواء كانت فعلية أو قولية أو اعتقادية، وعموم الـحـكم لا ينافي خصوص السبب ...... أخرجه البيهقي في الشعب عن ابن عمر عن النبيﷺ قال: " أربـع إذا كـن فيک فـلا عـليک فيـمـا فاتک من الدنيا حفظ أمانة وصدق حديث وحسن خليقة وعفة طعمة ". (۴/۹۴)

ما في "فتح القدير للشوكاني": الظاهر أن الخطاب يشمل جميع الناس في جميع الأمانات. (۱/۲/۳۹۲)

مـا فـي "تـفسير المنير": الأمانات جمع أمانة وهي ما يؤتمن الشخص عليه، وفي عرف الناس هي كل ما أخـذتـه بـإذن صاحبه وتعم جميع الحقوق المتعلقة بالذمة لله أو للناس أو لنفسه، ورعاية الأمانة في حق الآخـرين رد الودائع والعواري وعدم الغش في المعاملات والجهاد والنصيحة وعدم إفشاء أسرار الناس وعيـوبهـم، أداء الأمانات واجب ولا سيما عند طلبها من صاحبها ومن لم يؤدها في الدنيا أخذ منه ذلک يوم القيا مة . (۳/۱۲۷/۱۲۹)

مـا فـي "الـجـامع لأحكام القرآن للقرطبي": وأجمعوا على أن الأمانات مردودة إلى أربابها الأبرار منهم والفجار . (۵/۲۵۶)

ما في "السنن لأبي داود": لقوله عليه السلام: " أد الأمانة إلى من ائتمنک" .

(ص۴۹۸،كتاب البيوع، باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده)

ما في "الفقه الإسلامي وأدلته": اتفق الفقهاء على أن المقبوض في يد الوكيل يعتبر أمانة بمنزلة الوديعة . (۵/۴۰۱۹،كتاب الوكالة)

ما في "قواعد الفقه": بقاعدة فقهية: "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک الغير بغير إذنه".

(ص۱۱۰، رقم المادة: ۲۷۰)

قربانی کی کھال سے خود فائدہ اٹھانا

مسئلہ(۱۱۸): قربانی کی کھال سے خود فائدہ اٹھانا یا کسی کو دے دینا دونوں جائز ہے، خواہ وہ شخص جس کو یہ کھال دی جارہی ہے مالدار ہو یا فقیر، ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی، اپنے اصول وفروع ہوں یا اجنبی، نیز اس میں تملیک بھی واجب نہیں ہے، اسی لیے خود اپنے لیے اس کا مصلیٰ اور ڈول وغیرہ بنالینا یا کسی اور کام میں لانا جائز ہے۔[۱]

ہرن کی قربانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ(۱۱۹): ہرن حلال ہے اس کا گوشت کھانا جائز ہے، لیکن چونکہ وحشی جانوروں میں سے ہے، اور وحشی جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے، لہٰذا ہرن یا ہرنی کی قربانی جائز نہیں، اس کے مانوس ہونے یا نہ ہونے سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا۔[۲]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ فكلوا منها وأطعموا البائس الفقير﴾. (الحج :۲۸)

ما في "أحكام القرآن للجصاص": ولما جاز الأكل منها دل على جواز الانتفاع بجلودها من غير جهة البيع ، ولذلک قال أصحابنا: يجوز الانتفاع بجلد الأضحيّة ، وقال الشعبي: كان مسروق يتخذ مَسک أضحيته مصلّى فيصلي عليه . (۳/۳۱۰)

ما في "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر": ويتصدق بجلدها أو يعمله آلة كجراب أو خف أو فرو . (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر : ۴/۱۷۴ ، الدر المختار مع الشامية : ۹/۳۹۸، البحر الرائق : ۸/۳۲۷) (فتاویٰ محمودیہ:۱۷/۴۶۹)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " الهندية ": وإن ضحى بظبية وحشية أنست أو ببقرة وحشية انست لم يجز.(۵/۲۹۷)=

شادی کی دعوت نمٹانے کی غرض سے قربانی کرنا

مسئلہ (۱۲۰): اگر کسی نے شادی کی دعوت نمٹانے کی نیت سے قربانی کی، ثواب اور واجب ادا کرنے کی نیت سے نہیں کی تو اس صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوگی، دوبارہ ایک حصہ کرنا لازم ہوگا۔[1]

= ما في "البدائع الصنائع": وإن ضحى بظبية وحشية ألفت أو ببقرة وحشية ألفت لم يجز وحشية في الأصل والجوهر فلا يبطل حكم الأصل بعارض نادر .

(۲۰۵/۴، البحر الرائق: ۳۲۴/۸)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ":﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ . (البينة : ۵)

ما في "الصحيح البخاري": لقوله عليه السلام: " إنما الأعمال بالنيات ".

(۲/۱، باب بدء الوحي)

ما في "البدائع الصنائع": أما الذي يرجع من عليه التضحية فمنها نية الأضحية لا تجزى الأضحية بدونها لأن الذبح قد يكون للحم وقد يكون للقربة والفعل لا يقع قربة بدون النية .

(۲۰۸/۴)

ما في " البحر الرائق": وإن مات أحد السبعة وقال الورثة : إذبحوا عنه وعنكم صح ، وإن كان شريك الستة نصرانيا أو مريد اللحم لم تجز عن واحد منهم ، ووجه الفرق أن البقرة تجوز عن سبعة بشرط قصد الكل القربة . (۳۲۵/۸)

ما في "الأشباه والنظائر": بقاعدة فقهية: " الأمور بمقاصدها". (۱۱۳/۱)

قصائی کا ذبیحہ

مسئلہ (۱۲۱): اگر قصائی مسلمان ہو اگرچہ وہ فاسق ہو تو بھی اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے، اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔[۱]

ذبیحہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کا سرا لگ کرنا

مسئلہ (۱۲۲): جانور ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کا سر الگ کرنا یا کھال اتارنا مکروہ ہے، مگر اس ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿فكلوا مما ذكر اسم الله عليه إن كنتم بآياته مؤمنين﴾. (الأنعام: ۱۱۹)
ما في "مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر": وتحل ذبيحة مسلم وكتابي ذمي أو حربي ولو امرأة أو صبيا أو مجنونا يعقلان. (۱۵۳/۴، تبيين الحقائق: ۴۴۹/۶، البحر الرائق: ۳۰۵/۸، التنوير وشرحه مع الشامية : ۳۵۸/۹) (فتاوی محمودیہ: ۲۲۵/۱۷)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وأحسنوا إن الله يحب المحسنين﴾. (البقرة: ۱۹۵)
ما في "السنن لأبي داود": لقوله عليه السلام: " إن الله كتب الإحسان على كل شيء فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته".
(ص ۳۸۹، كتاب الضحايا، باب في الرفق بالذبيحة)
ما في " الدر المختار مع الشامية ": وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أي تسكن عن الاضطراب . (۳۵۸/۹ ، مختصر الوقاية: ۲۱/۲، كتاب الذبائح)

قربانی کا جانور پستول کے ذریعے بیہوش کرنا

مسئلہ(۱۲۳): جانور کو بے ہوش کرکے ذبح کرنا یعنی ذبح سے پہلے پستول سے دماغ میں نشانہ لگا کر گولی مارنا پھر ذبح کرنا، یہ طریقہ سنت اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے ،اس میں جانور حرام ہونے کا ظن غالب ہے، نیز یہ کہ اگر اس ضرب اور چوٹ کی وجہ سے جانور کی ہلاکت یقینی ہوجائے تو پھر اس کے گلے پر چھری پھیرنا بیکار ہوگا اور جانور حرام ہوگا۔ (۱)

قربانی کرنے والا یکم ذی الحجہ سے قربانی کرنے تک ناخن وغیرہ نہ کاٹے

مسئلہ(۱۲۴): جس آدمی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ ماہِ ذی الحجہ کے آغاز سے جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ کرے، اپنے بال وناخن صاف=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية... الخ﴾. (المائدة: ۳)

وقوله تعالى: ﴿ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث﴾ . (الأعراف:۱۵۷)

ما في "السنن الكبرى للبيهقي ": قوله عليه السلام:" الذكاة في الحلق واللبة " .

(۴۶۷/۹، رقم الحديث :۱۹۱۲۳)

ما في "البدائع الصنائع": لا بد من أحد شيئين أما التحرك وأما خروج الدم فإن لم يوجد لا يحل كأنه جعل وجود أحدهما بعد الذبح علامة الحياة وقت الذبح . (۱۷۵/۴)

ما في "الفتاوى الهندية ": فإذا لم يوجد لم تعلم حياته وقت الذبح فلا تحل .

(۲۶۷/۵، الدر المختار مع الشامية : ۱۵۷/۹)

= نہ کرے، لیکن یہ عمل مستحب ہے اور مستحب کا حکم یہ ہے کہ کرنے والا مستحقِ ثواب اور نہ کرنے کی صورت میں کوئی گناہ لازم نہیں آتا اور نہ قربانی کی صحت میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے۔ (۱)

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینا

مسئلہ (۱۲۵): قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ معاوضہ کے طور پر نہ ہو، البتہ غریب مسلمانوں کو دینے کا ثواب زیادہ ہے کیوں کہ یہ مستحب ہے، اس لیے قربانی کا گوشت مسلمانوں کو دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الصحيح المسلم'': لقوله عليه السلام : ''إذا رأيتم هلال ذي الحجة وأراد أحدكم أن يضحي فليمسک عن شعره وأظفاره''. (۲/۱۶۰، كتاب الأضحية)

ما في ''إعلاء السنن'': والنهي محمول عندنا خلاف الأولى. (۱۷/۲۰۸)

ما في ''الفقه الإسلامي وأدلته'': المستحب لمريد التضحية إذا دخل عليه عشر ذي الحجة لا يحلق شعره ولا يقلم أظفاره حتى يضحي بل يكره له ذلک.

(۴/۲۷۳۵، الموسوعة الفقهية: ۵/ ۹۵) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/۴۸۶)

ما في ''موسوعة مصطلحات الفقه عند المسلمين'': ''المندوب ما يتعلق بفعله ولا يتعلق العقاب بتركه''. (۲/۱۵۷۳)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في '' القرآن الكريم '': ﴿فكلوا منها وأطعموا البائس الفقير﴾. (الحج: ۳۶)

ما في ''الصحيح البخاري'': لقوله عليه السلام: '' إذا ضحى أحدكم فليأكل من أضحيته ويطعم منه غيره''. (رقم الحديث : ۵۵۶۹، كتاب الأضاحي، باب مايؤكل في لحوم الأضاحي، الصحيح لمسلم : رقم الحديث: ۲۹۷۴، كتاب الأضاحي، باب بيان ما كان النهي عن لحوم الأضاحي)=

جانور کو بجلی کا شاک لگانا

مسئلہ(۱۲۶): بعض مقامات پر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کا شاک لگایا جاتا ہے، اگر یہ شاک اتنا تیز ہے کہ اس سے جانور کا خون بڑی مقدار میں خشک ہوجاتا ہے، تو یہ طریقہ سنتِ متواترہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہِ تحریمی ہے، شرعِ اسلامی میں جانور کو اس طرح اذیت دینے کی قطعی اجازت نہیں ہے۔ تاہم اگر جانور میں زندگی باقی تھی اور ذبح کرنے پر جانور کا خون جوش کے ساتھ نکلا تو ذبیحہ حلال ہے اور اس کا گوشت بھی حلال ہے، لیکن اگر بجلی کا شاک ہلکا اور معمولی ہو جس سے جانور کو تکلیف نہ پہونچتی ہو اور اس کا مقصود یہ ہو کہ جانور کو ذبح کی تکلیف کم سے کم پہونچے اور قوتِ مدافعت میں کمی آجائے تو اس مصلحت کی وجہ سے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

= ما في ''الفتاوی الهندية '': ويهب منها ما شاء للغني والفقير والمسلم والذمي.

(۳۰۰/۵ ، الباب الخامس)

مـا فـي ''إعـلاء السـنن'': وللمضحي أن يهب كل ذلک أو يتصدق أو يهديه لغني أو فقير.... أو مسلم . (۲۸۶/۱۷ ، بدائع الصنائع: ۲۲۴/۴)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في '' القرآن الكريم '': ﴿حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة﴾ . (المائدة: ۳)

مـا في ''السنن لأبي داود'': لقوله عليه السلام: '' إن الله كتب الإحسان على كل شيء فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ''. (ص ۳۸۹ ، باب الذبح من الرفق)

مـا فـي ''البـدائـع الـصنائع'': لا بد من أحد شيئين أما التحرک وأما خروج الدم فإن لم يوجد لا يحل كأنه جعل وجود أحدهما بعد الذبح علامة الحياة وقت الذبح . (۱۷۵/۴)

ما في '' الفتاوی الهندية '' : فإذا لم يوجد لم تعلم حياته وقت الذ بح فلا تحل . (۲۷۶/۵)

کھال کی رقم کو مستقل آمدنی کا ذریعہ بنانا

مسئلہ (۱۲۷): کسی جماعت یا تنظیم کا قربانی کی کھال کی رقم کو مستقل آمدنی کا ذریعہ بنانا، مثلاً اس رقم سے کوئی ایسی جائیداد اور پراپرٹی خریدنا کہ اس سے مستقل آمدنی ہوتی رہے، جس سے غریبوں، مسکینوں اور ضرورتمندوں کی مدد کی جاسکے، شرعاً جائز نہیں ہے، بلکہ کھال جمع کرنے والی جماعت یا برادری پر لازم ہے کہ وہ جلد از جلد اس رقم کا کسی مستحقِ صدقہ کو مالک بنادے ورنہ گنہگار ہوگا، اس لیے کہ اس رقم کا تصدق واجب ہے اور تصدق کی حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی مستحقِ صدقہ کو اس کا مالک بنادے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل﴾ . (التوبه: ۶۰)

ما في "أحكام القرآن للجصاص": وقال العلامة الجصاص: الصدقة تقتضي تمليكا وشرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق عليه . (۳/۱۶۱)

ما في "المسند للإمام أحمد بن حنبل": لقوله عليه السلام: "لا تبيعوا اللحوم الهدي والأضاحي فكلوا وتصدقوا واستمتعوا بجلودها ولا تبيعوها". (۱۲/۴۹۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وهو قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله لقيام الملک والقدرة على التسليم .

(۹/۳۹۸ ، البحر الرائق: ۸/۳۲۷ ، تبيين الحقائق: ۶/۴۸۶، إعلاء السنن: ۱۷/۲۸۰)

سودی قرض کی رقم سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۸): سودی قرض سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرنا جائز ہے، البتہ سودی قرض لینا اور دینا دونوں حرام ہے، کیوں کہ سود اور اس کی ہر شکل وصورت نصوصِ حرمت کے تحت داخل ہے۔ (۱)

میت کی طرف سے قربانی کرنا

مسئلہ (۱۲۹): میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے اور میت کو ثواب ملے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دنبہ اپنی طرف سے اور ایک دنبہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿الـذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ذلك بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربوا وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (البقرة: ۲۷۸)

ما في "التفسير المنير": ومن عاد إلى أخذ الربوا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة . (۱/۲۷۵)

مـا فـي " الـصـحيح المسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال : هم سواء " . (۲/۲۷، باب الربوا)

ما في "المقاصد الشرعية للخادمي": بقاعدة فقهية سدا للذرائع: " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة أذا كان المقصد واجباً" . (ص: ۴۶)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "إعلاء السنن": روي عن علي رضي الله عنه قال: " أمرني رسول الله ﷺ أن أضحيّ عـنـه فـأنا أضحِي عنه أبدا ". (۱۷/۲۹۶، باب ما جاء الأضحية عن الميت، السنن لأبي داود : ص: ۳۸۵، باب الأضحية عن الميت) =

چوری کردہ جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۳۰): کسی شخص نے کوئی جانور چوری کر کے اس کی قربانی کر دی تو قربانی جائز نہ ہوگی، کیوں کہ وہ اس جانور کا مالک نہیں اور نہ ہی اصلِ مالک کی طرف سے جائز ہوگی، کیوں کہ اس کی طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے، البتہ ذبیحہ حلال ہے، لیکن مالک کی اجازت حاصل کیے بغیر اس گوشت کا استعمال جائز نہیں۔ [1]

= ما في "البدائع الصنائع": إن الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ويحج عنه وقد صح أن رسول الله ﷺ ضحى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عمن لا يذبح من أمته فدل ان الميت يجوز أن يتقرب عنه، فإذا ذبح عنه صار نصيبه للقربة فلا يمنع جواز ذبح الباقين.

(۲۱۰/۴، مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر: ۱۷۳/۴، فتاوی قاضیخان: ۳۳۳/۴، باب فيما يجوز الضحايا وما لا يجوز، مكتبه حقانيه) (فتاوی محمودیہ: ۲۲۶/۱۷)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قال في البدائع: غصب شاة فضحى بها عن نفسه لا تجزئه لعدم الملك ولا عن صاحبها لعدم الإذن.

(۴۰۱/۹، الاختيار لتعليل المختار: ۴۷۱/۲، حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۴۸۸/۶)

(احسن الفتاوی: ۵۰۵/۷)

قربانی کے جانور کے پیٹ سے بچہ نکلے تو کیا کرے؟

مسئلہ (۱۳۱): اگر قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد پیٹ سے زندہ بچہ نکل آئے تو اس کو ذبح کردیا جائے اور اگر مردہ نکلے تو اس کو استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

ایامِ اضحیہ میں فساد ہوجائے تو قربانی کب کرے؟

مسئلہ (۱۳۲): اگر کسی علاقے میں ایامِ قربانی میں فساد ہوجائے جس کی بنا پر نمازِ عید ادا کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں طلوع کے بعد ہی سے قربانی کرسکتے ہیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''الفتاوى الهندية'': فإن خرج من بطنها حيا فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم فإن لم يذبحه حتى مضت أيام النحر يتصدق به حيا فإن ضاع أو ذبحه أو أكله يتصدق بقيمته .

(۵/ ۳۰۱ ، بدائع الصنائع: ۵/ ۸۷ ، الشامية : ۹/ ۳۹۱)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في ''الدر المختار مع الشامية'': وفي البزازية: بلدة فيها فتنة فلم يصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز لأن البلدة صارت في هذا الحكم كالسواد.

وما فى ''التاتارخانية'': وعليه الفتوى .

(۹/ ۳۸۷ ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية: ۶/ ۲۸۸)

ما في ''المحيط البرهاني'': وفي الواقعات: لو أن بلدة وقعت فيها فتن ولم يبق فيها وال يصلي بهم صلاة العيد فضحوا بعد طلوع الفجر جاز لأن البلدة في هذا الحكم صارت كالسواد. وفي الأضاحي للزعفراني: إذا وقعت فتنة في المصر ولم يكن فيها إمام من قبل السلطان يصلي بهم صلاة العيد القياس أن يكون وقت الأضحية لهم بعد طلوع الفجر. وفي الاستحسان بعد زوال الشمس .

(۶/ ۴۷۵، بدائع الصنائع : ۴/ ۲۱۳، كتاب التضحيه،حكم الذبح والإمام في خلال الصلاة لا تجوز)

ولیمہ یا عقیقہ کی نیت سے قربانی میں حصہ لینا

مسئلہ (۱۳۳): بعض نے قربانی کیلئے اور بعض نے ولیمہ یا عقیقہ کے واسطے ایک ہی بڑے جانور میں حصہ خریدا ہو تو یہ جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں اور کسی کی قربانی باطل بھی نہیں ہوگی۔ (۱)

تکبیرِ تشریق

مسئلہ (۱۳۴): تکبیرِ تشریق نویں ذی الحجہ کی فجر سے لے کر تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک، فرض نماز کے فوراً بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے، یہاں تک کہ اگر جان بوجھ کر وضو توڑ ڈالا تو تکبیرِ تشریق ساقط ہو جائیگی، تکبیرِ تشریق کہنا مقیم، مسافر، مرد، عورت، امام، مقتدی سب پر واجب ہے، اگر تکبیرِ تشریق کہنا بھول گیا تو پھر بعد میں اس کی قضا=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "تبيين الحقائق": إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل لأن ذلک جهة التقرب إلى الله تبارک وتعالى بالشكر على ما أنعم عليه من الولد .... إذا أراد أحدهم الوليمة وهي ضيافة التزوج وينبغي أن يجوز لأنها إنما تقام شكر الله تعالى على نعمة النكاح.

(۶/۴۸۵، بدائع الصنائع: ۴/۲۰۹، شرط جواز إقامة الواجب)

ما في "البحر المحيط": والبقر والبعير كل واحد منهما يجزي عن سبعة إذا كانوا يريدون بها وجه الله اتفقت جهات القربة أو اختلفت. (۶/۴۸۵، الفصل الثامن)

= نہیں ہے، توبہ کرنا لازم ہوگا تاکہ گناہ معاف ہو جائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في "الفتاوى الهندية": وأما وقته فأوله عقب صلوة الفجر من يوم عرفة وأخره في قول أبي يوسف ومحمد رحمهما الله عقيب صلوة العصر من آخر أيام التشريق هكذا في التبيين والفتوى والعمل في عامة الأمصار وكانة الأعصار على قولهما كذا في الزاهدي.

(۱/۱۵۲، بدائع الصنائع : ۱/۲۱۹، كتاب الصلاة، فصل : وأما بيان وقت أدائها، دار الكتاب ديوبند ، البحر الرائق: ۲/۱۶۵، الشامية: ۲/۱۷۸، سعيديه)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية ": (وقالا بوجوبه فور كل فرض مطلقا) ولو منفردا أو مسافرا أو امرأة لأنه تبع للمكتوبة .

(۲/۱۸۰، سعيديه ، بدائع الصنائع: ۱/۱۹۷، البحرائق ۲/۱۶۶، الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۲)

ما في "الفتاوى الهندية": وينبغي أن يكبر متصلا بالسلام حتى لو تكلم أو أحدث متعمداً سقط، كذا في التهذيب . (۱/۱۵۲، البحر الرائق: /۲/۱۶۵)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " :(ويجب تكبير التشريق) في الأصح للأمر به مرة وإن زاد عليها يكون فضلا . (۲/۱۷۷،سعيديه ، الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۲، البحر الرائق: ۲/۱۶۴)

ما في "البحر الرائق": قال في البحر: وأما محل أدائه فدبر الصلاة وفورها من غير أن يتخلل ما يقطع يقطع حرمة الصلاة حتى لو ضحک .... أو تكلم عائدا أو ساهياً أو خرج لا يكبر لأن تكبير من خصائص الصلاة حيث لا يوتى بها إلا عقب الصلاة فيراعى لإتيانه حرمتها وهذه العوارض تقطع حرمتها . (۲/۲۸۸، بدائع الصنائع: ۱/۱۹۶، أما محل أدائه)

ایامِ اضحیہ میں قربانی نہ کرسکا تو قربانی کی قیمت صدقہ کردے

مسئلہ (۱۳۵): اگر قربانی کے دن گزر گئے اور ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر کی بنا پر قربانی نہیں کرسکا تو قربانی کی قیمت فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، لیکن قربانی کے دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کردینے سے واجب قربانی ادا نہیں ہوگی اور وہ آدمی گنہگار رہوگا، کیوں کہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "ردالمحتار على الدرالمختار": ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حيّة وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها لأن الإراقة إنما عرفت قربة في زمان مخصوص.

(۹/۳۸۸، الفتاوى الهندية: ۱/۲۹۴، كتاب الأضحية، الباب الأول، بدائع الصنائع: ۵/۶۸، أما كيفية الوجوب)

ما في "المحيط البرهاني": وفي الأضاحي للزعفراني: إذا اشترى أضحية فأوجبها ثم باعها ولم يضح ببدلها حتى مضى أيام النحر تصدق بقيمتها التي باع فإن لم يبعها حتى مضت أيام النحر تصدق بها حية فإن ذبحها وتصدق بلحمها جاز فإن كان قيمتها حية أكثر تصدق بالفضل ولو أكل منها شيئا غرم قيمته لأنه فوت المبدل فيجب عليه البدل.

(۶/۴۷۷، الفصل الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان)

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

عاقل بالغ مرد وعورت بذاتِ خود نکاح کر سکتے ہیں

مسئلہ (۱۳۶): ہر عاقل، بالغ کو خواہ مرد ہو یا عورت خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے، اور جو بالغ نہیں یا جس کا دماغی توازن صحیح نہ ہو تو ان کے نکاح کا اختیار ان کے اولیاء کو حاصل ہے، اس سلسلے میں لڑکی اور لڑکے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا

ما في ''فتح باب العناية'': نفذ نكاح حرة مكلفة سواء كانت ثيباً أو بكراً وسواء زوجت نفسها أو غيرها.

(۲/۳۰، فصل في الأولياء والأكفاء، الاختيار لتعليل المختار: ۲/۱۱۱، فصل في الأولياء والأكفاء)

ما في ''مجمع البحرين'': ونجيزه بعبارة النساء فلو زوجت نفسها وهي حرة عاقلة أو وكلت غيرها أو توكلت به جاز من غير ولي.

(ص۵۱۷، فصل في الأولياء ولأكفاء، الفتاوى الهندية: ۱/۲۸۴، فصل في الأولياء والأكفاء، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۱/۴۸۸، باب الأولياء والأكفاء، الدر المنتقى في شرح الملتقى مع المجمع: ۱/۴۸۹)

عاقلہ بالغہ لڑکی کا اولیاء کی رضامندی سے نکاح کرنا بہتر ہے

مسئلہ (۱۳۷): عاقلہ بالغہ لڑکی کو ولی کی مرضی کے بغیر نکاح کرنے کا حق حاصل ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ نکاح اولیاء اور لڑکی کی رضامندی سے ہو۔[۱]

غیر کفو میں نکاح کی صورت میں اولیاء کو طلبِ فسخ کا حق حاصل ہے

مسئلہ (۱۳۸): عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں کفائت (برابری) یا مہر کے مطلوبہ معیار کا لحاظ نہ کرے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے تک اولیاء کو قاضی کے ذریعے تفریق کا حق حاصل ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا

ما في ''الدر المختار مع الشامية'': والولاية تنفيذ القول على الغير تثبت بأربع : قرابة وملك وولاء وإمامة شاء أو أبى، وهي نوعان: ولاية ندب على المكلفة ولو بكراً وولاية إجبار على الصغيرة ولو ثيباً ومعتوهة ومرقوقة . قال الشامي : ولاية ندب أي يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة . (۱۱۳/۴ ، باب الولي)

ما في ''الهداية'': وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولي بكراً كانت أو ثيباً. (۳۱۳/۱، كتاب النكاح ، فصل في الأولياء والأكفاء ، فتح باب العناية : ۳۰/۲ ، كتاب النكاح ، فصل في الأولياء والأكفاء ، مجمع البحرين في ملتقى النيرين : ص۵۱۷، فصل في الأولياء والأكفاء)

ما في ''الاختيار لتعليل المختار'': وعبارة النساء معتبرة في النكاح حتى لو زوجت الحرة العاقلة البالغة نفسها جاز .(۱۱۱/۲ ، فصل في الأولياء والأكفاء)

الحجة على ما قلنا

ما في ''فتاوى قاضيخان على هامش الهندية'': إذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء كان للأولياء حق الفسخ ما لم تلد منه. (۳۵۱/۱ ، فصل في كفاءة ، الفتاوى الهندية : ۲۹۳/۱، فصل في الأكفاء، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۱۱۶/۴) =

عاقل بالغ لڑکا یا لڑکی کو کسی رشتہ پر مجبور نہیں کیا جا سکتا

مسئلہ (۱۳۹): اولیاء کی جانب سے بالغ لڑکے یا لڑکی کو ان کی خواہش اور رضا کا خیال کیے بغیر کسی رشتہ پر مجبور کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، لہٰذا اولیاء کا اپنی رائے پر اصرار اور اس پر مجبور کرنے کے لیے طرح طرح کی دھمکیاں دینا اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے محروم کرنے کی ناروا کوشش ہے، جو کسی طرح درست نہیں ہے۔[۱]

= ما في "ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر": نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي وله الاعتراض في غير الكفؤ، ..... (وله) أي لكل من الأولياء إذا لم يرض واحد منهم (الاعتراض) أي ولاية المرافعة إلى القاضي ليفسخ . (۱/ ۴۸۹ ، باب الأولياء والأكفاء)

وما في " الدر المنتقى": (الاعتراض في غير الكفؤ) بأن يطلب من الحاكم التفريق ما لم تلد منه لئلا يضيع الولد . (۱/ ۴۸۹، باب الأولياء والأكفاء ، العناية شرح الهداية مع فتح القدير: ۳/ ۳۸۴ ، فصل في الكفاءة)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الدر المنتقى في شرح الملتقى": ولا يجبر ولي بالغة على النكاح ولو بكراً لانقطاع الولاية بالبلوغ فلا يجبر حر بالغ بالأولى.

(۱/ ۴۹۰ ، فصل في الأولياء والأكفاء ، الدر المختار مع الشامية : ۴/ ۱۱۸ ، باب الولي، مجمع الأنهر : ۱/ ۴۹۰ ، مختصر الوقاية: ۱/ ۳۵۵)

ما في "الفتاوى الهندية": لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أوسلطان بغير إذنها بكراً كانت أوثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل . (۱/ ۲۸۷)

ما في "الاختيار لتعليل المختار": ولا إجبار على البكر البالغة في النكاح والسنة للولي أن يستأمر البكر قبل النكاح . (۲/ ۱۱۴ ، فصل في الأولياء والأكفاء)

لڑکے والوں کا غلط نسب ظاہر کرکے نکاح کرنا

مسئلہ (۱۴۰): کسی لڑکے اور اس کے گھر والوں نے رشتۂ نکاح طے کرتے وقت غلط بیانی سے کام لیا اور اپنے نسب وخاندان یا معاشی وسماجی حالت کے بارے میں خلافِ واقعہ باتیں بیان کرکے نکاح کرلیا، لیکن بعد میں دھوکہ دہی اور غلط بیانی ظاہر ہوئی، تو نکاح منعقد ہوگا، مگر لڑکی یا اس کے اولیاء کو قاضی کے پاس فسخِ نکاح کے لیے مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في ''المبسوط للسرخسي'': (وإذا تسمى الرجل لإمرأة بغير إسمه وانتسب لها إلى غير نسبه فتزوجته) فالمسئلة على ثلاثة أوجه: .... (والثاني) : إذا كان نسبه المكتوم دون ما أظهره ولكنه في النسب المكتوم غير كفؤ لها بأن تزوج قرشية على أنه من قريش ثم تبين أنه من العرب أو من الموالي ، وفي هذا لها الخيار وإن رضيت هي فللأولياء أن يفرقوا بينهما لعدم الكفاءة . (۲۸/۵، كتاب النكاح ، باب الأكفاء)

ما في ''فتاوى قاضيخان على هامش الهندية'': رجل تزوج امرأة وانتسب إلى قبيلة ثم ظهر أنه من غيرهم ...... بأن تزوج عربية على أنه عربي فإذا هو عجمي كان لها حق الفسخ ، وإن رضيت كان للأولياء حق الفسخ .

(۳۵۳/۱ ، فصل في الأكفاء ، فتح القدير: ۲۸۵/۳ ، فصل في الكفاءة ، الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية: ۱۱۶/۴)

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا

مسئلہ (۱۴۱): آج کل تبلیغی اجتماعات وغیرہ میں نکاحوں کا انعقاد عام ہوتا جارہا ہے، یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، کیوں کہ اس سے معاشرہ فضول خرچی سے محفوظ رہتا ہے اور نکاح کی خوب شہرت بھی ہوتی ہے، جو نکاح میں مندوب ومستحب ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": قال النبي ﷺ : " إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة ".

(شعب الإيمان للبيهقي: ۲۵۴/۵، باب الاقتصاد في النفقة، رقم الحديث: ۶۵۶۶)

ما في "السنن الترمذي": عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف ".

(۲۰۷/۱، كتاب النكاح، باب ما جاء في إعلان النكاح، رقم الحديث: ۱۰۸۹)

ما في "مرقاة المفاتيح": أي بالبينة، فالأمر للوجوب أو بالإظهار أو الاشتهار فالأمر للاستحباب كما في قوله: "واجعلوه في المساجد" وهو أما لأنه ادعى إلى الإعلان أو الحصول بركة المكان وينبغي أن يراعي فيه أيضاً فضيلة الزمان ليكون نوراً على نور وسروراً على سرور، قال ابن الهمام : ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد لكونه عبادة وكونه في يوم الجمعة، وهو إما تفاؤلاً للاجتماع أو توقع زيادة الثواب أو لأنه يحصل به كمال الإعلان.

(۲۸۵/۶، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح، رقم الحديث: ۳۰۱۵۲)

ما في "إعلاء السنن": فإن العلة إنما هي الإعلان والمسجد أولى له لكونه جامعاً للمسلمين من غير حاجة إلى الاهتمام بالتداعي ولذا استحب له يوم الجمعة لهذه العلة بعينها.

(۱۱/۹، كتاب النكاح، باب استحباب الإعلان بالنكاح والخطبة لكونه مسجداً، رقم الحديث: ۳۰۶۲، الشامية: ۵۷/۴، فتح القدير: ۱۹۲/۲، الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۵۶۲/۹)

شادی کے موقعہ پر چھوہارے لٹانا سنت ہے

(۱۴۲) شادی کے موقعہ پر چھوہارے، مصری، اخروٹ وغیرہ لٹانا سنت ہے نہ کہ ان کو تقسیم کرنا(۱)، اگر یہ عمل مسجد میں ہو تو مسجد کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہونا چاہئے، کیونکہ احترامِ مسجد واجب ہے۔(۲)

چھوہارے وغیرہ لٹاتے وقت اگر وہ کسی کی گود یا آستین میں گرے تو وہی اس کا مالک ہے کسی اور کو اس کی گود سے لینا جائز نہیں ہے، بشرطیکہ اس نے دامن یا آستین کو اس لئے پھیلا یا ہو اور اگر دامن یا آستین کو اس لئے نہیں پھیلایا تو دوسرے کے لئے لینا جائز ہے، اور اگر کسی کے سر پر گرے تو دوسرے شخص کو لینا جائز ہے اور اگر کسی نے چھوارے کو ہاتھ میں=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الحديث": عن معاذ بن جبل رضي الله عنه أن النبي ﷺ حضر في أملاک (أي نکاح) فأتي بطباق عليها جوز ولوز وثمر فنثرت فقبضنا أيدينا، فقال : ما بالکم لا تأخذون ؟ فقالوا: لأنک نهيت عن النهبیٰ، فقال : " ما نهيتکم عن نهبی العساکر خذوا على إسم الله فجازينا وجازيناه". (إعلاء السنن ۱۱/۱۷ کتاب النکاح باب جوازالوليمة)

(۲) ما في " القرآن الکريم ": ﴿وأن المساجد لله فلا تدعوا مع الله أحدا﴾ . (سورة الجن :۱۸)

ما في "الجامع لأحکام القرآن للقرطبي": أفردوا المساجد لذکر الله ولا تتخذوها هزواً ومتجراً و مجلساً و لا طرقاً ولا تجعلوا لغيرها فيها نصيباً . (۲۲/۱۹)

ما في "موسوعة القواعد الفقهية": بقاعدة فقهية :" الواجب لا يترک لسنة" . (۱۳۸/۱۲)

= لے لیا اور پھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور دوسرے شخص نے اسے لے لیا تو یہ اس کے لئے جائز نہیں، بلکہ پہلا شخص ہی اس کا مستحق ہے۔[1]

---

(۱) وما في "الملتقط في فتاویٰ الحنفية": وإذا وضع سكرا بين يدي قوم وقال: خذوه فمن أخذه فهو له وإن نثر السكر أوالدراهم أواللوز فوقع من حجر رجل أو كمه فهو له، وإن وقع على رأسه فأخذه آخر جاز وإن أخذه رجل فسقط من يده فأخذه آخر فهو للأول.

(ص ۳۱۰، کتاب الهبة والصدقة، فتاوی حقانیه: ۳/ ۳۲۱، خیر الفتاوی: ۴/ ۵۸۵)

ما في "الفتاوى الهندية": ولا بأس بنثر السكر والدراهم في الضيافة وعقد النكاح كذا في السراجية . (۵/ ۳۴۵ ،كتاب الكراهية ، الباب الثالث عشر في النهبة و نثر الدراهم)

ما فی "الفتاوی الهندية": قال: إن كان بسط ذيله أوكمه ليقع عليه السكر لا يكون لأحد أخذه ولو أخذه كان لصاحب الذيل والكم أن يسترده منه . وإن لم يبسط ذيله أوكمه لذلک فالسكر للآخذ وليس لصاحب الذيل والكم أن يسترده منه كذا في المحيط.

(۵/ ۳۴۵، ۳۴۶، كتاب الكراهية ، المحيط البرهاني: ۶/ ۹۳، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثالث عشر في النهبة ونثر الدراهم)

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

ووٹ کی خرید وفروخت کا حکم شرعی

مسئلہ (۱۴۳): شرعاً ووٹ کی حیثیت شہادت، شفاعت اور وکالت کی سی ہے، گویا کہ جس شخص کو ووٹ دیا جاتا ہے اس کے حق میں ملک وملت کے خیر خواہ ہونیکی شہادت دی جاتی ہے، متعلقہ وکیل اور نمائندہ بنایا جاتا ہے اور ان تینوں حیثیتوں کے اعتبار سے ووٹ مالِ متقوم نہیں یعنی ایسا مال نہیں ہے جس سے شرعاً نفع اٹھانا ممکن ہو، جبکہ شرعاً کسی بھی چیز کی خرید وفروخت جائز ہونے کیلئے اس کا مالِ متقوم ہونا ضروری ہے، اس لیے ووٹ کی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ماقلنا

(۱) ما في " الشامية ": الشهادة إخبار صدق لإثبات حق . (۱۱/۷۰)

ما في " الموسوعة الفقهية ": الشفاعة هي التوسط بالقول في وصول شخص إلى منفعة دنيوية أو أخروية أو إلى خلاص من مضرة كذلک. (۲۶/۱۳۱)

مـا فـي " حـاشية الجوهرة النيرة ": الوكالة عقد تفويض ينيب فيه شخص شخصاً آخر عن نفسه في التصرف . (۱/۲۳٦، كتاب الوكالة)

ما في " معجم لغة الفقهاء ": المال المتقوم المال الذي يمكن الانتفاع به . things with commercial value. (ص۳۹۷)

مـا في " الفقه الإسلامي وأدلته ": اتفق الفقهاء على صحة البيع إذا كان المعقود عليه مالاً متقوماً محرزاً موجوداً مقدوراً على تسليمه معلوماً للعاقدين لم يتعلق به حق الغير .

(۵/۳۴۹٦، البيوع الممنوعة لسبب المعقود عليه)

مبیع پر پانی چھڑک کر فروخت کرنا

مسئلہ (۱۴۴): بعض لوگ روئی کا کاروبار کرتے ہیں، کاشتکاروں سے روئی خرید کر بڑے بازاروں میں اسے فروخت کرتے ہیں، جب یہ لوگ روئی کو بڑی لاری میں بھرکر مارکیٹ لیجاتے ہیں تو اس پر پانی چھڑکتے ہیں، تاکہ اس کا وزن بڑھ جائے، شرعاً یہ عمل درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ خریدار کو دھوکہ دینا ہے، جب کہ اسلام ہمیں دھوکہ دینے سے منع کرتا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾.

(سورة النساء: ۲۹)

ما في " الحديث ": عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ مر على صبرة من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال : " يا صاحب الطعام ! ما هذا " ؟ قال : أصابته السماء يا رسول الله ، قال : " أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس" ثم قال :" من غش فليس منا " .

(السنن للترمذي : ۱/ ۲۴۵، أبواب البيوع ، ما جاء في كراهية الغش)

ما في " الموسوعة الفقهية ": اتفق الفقهاء على أن الغش حرام سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱/ ۲۱۹)

ما في " البدائع الصنائع": " ما أدى إلى الحرام فهو حرام ". (۱/ ۲٦۸)

مالکِ زمین کا بلڈر سے فلیٹس خریدنا

مسئلہ (۱۴۵) آج کل ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بلڈنگ ڈیولپمنٹ کا کام اس طرح ہوتا ہے کہ ایک شخص کی زمین ہوتی ہے، دوسرا شخص (بلڈر) اس پر بلڈنگ بناتا ہے، دونوں کے درمیان یہ معاملہ طے پاتا ہے کہ تعمیر کے بعد مثلاً سو (۱۰۰) فلیٹس ہیں تو ان میں سے چالیس (۴۰) فلیٹس مالکِ زمین کے اور ساٹھ (۶۰) فلیٹس بلڈر یعنی بلڈنگ بنانے والے کے ہونگے، اور بعد از تقسیم دونوں اپنے فلیٹس فروخت کرنے یا کرایہ پر دینے کے مُجاز ہوتے ہیں، شرعاً یہ صورت جائز ہے، کیوں کہ مالکِ زمین نے فلیٹس کے بدلہ زمین دی اور بلڈر نے زمین کے بدلہ فلیٹس دیئے اور جس طرح روپیہ سے کوئی چیز خریدی جاسکتی ہے، ایسے ہی سامان کے بدلہ بھی خرید وفروخت ہوسکتی ہے، فقہ کی اصطلاح میں اسے بیعِ مقایضہ کہتے ہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة: ۲۷۵)

ما في " العناية شرح الهداية ": البيع في الشرع هو مبادلة المال بالمال بالتراضي بطريق الاكتساب . (۳/۴۵۷ ، كتاب البيوع)

ما في " القواعد والضوابط الفقهية للأحكام المبيع في الشريعة الإسلامية ": أنواع البيع باعتبار البدلين يرجع إلى أربعة أقسام : أولاً بيع المقايضة وهو بيع العين بالعين والسلعة بالسلعة وصورة هذا البيع أن يعطي الفلاح التاجر قمحاً ويأخذ بدلاً منه خضاراً أو فاكهة أو أرزاً أو سكراً ونحوها . (ص: ۴۸)=

آرڈر دینے والے کا قیمت ادا نہ کرنے کی صورت میں بلڈر کا کسی دوسرے کے ہاتھ فلیٹ فروخت کرنا

مسئلہ (١٤٦): اگر کسی بلڈر کو کوئی مکان کے بنانے کا آرڈر دیا جائے اور اس میں مکانیت، رقبہ، لمبائی، چوڑائی، اونچائی، دروازوں اور کھڑکیوں وغیرہ کی تفصیلات کی وضاحت بھی کردی جائے، مکان بن کر تیار ہوجائے اور آرڈر دینے والا اس کی قیمت ادا نہ کرے، تو بلڈر اس مکان کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے، جب کہ یہ مکان آرڈر دینے والے شخص کو نہ بتایا گیا ہو، کیوں کہ معاملہ کی اس صورت کو استصناع کہتے ہیں، اور اس میں جب تک آرڈر دینے والا آرڈر کردہ شیٔ کو دیکھ نہیں لیتا وہ متعین نہیں ہوتی ہے، اور صانع یعنی کاریگر کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوتا ہے۔[1]

= ما في " البدائع الصنائع": ...... أما الأول فنقول : البيع في حق البدلين ينقسم أربعة أقسام : بيع العين بالعين وهو بيع السلع بالسلع ويسمى بيع المقايضة .

(٥٣٢/٦، كتاب البيوع ، فصل في شروط الركن ، حاشية الهداية: ٢/٢، حاشية القدوري: ص ٧٠)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز ": بيع المقايضة بيع العين بالعين أي مبادلة مال بمال غير النقدين . (ص ٦٩، المادة: ١٢٢ ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ١٢٢/١ ، المادة: ١٢٢)

ما في " معجم لغة الفقهاء " : بيع المقايضة : أن تباع السلعة بسلعة أخرى لا بنقد . (ص ١١٤)

ما في " القاموس الفقهي ": السلعة كل ما يتجر به من البضاعة . (ص ١٨٠)

الحجة على ما قلنا

(١) ما في " الشامية ": الاستصناع هو لغة طالب الصنعة وأما شرعاً فهو طالب العمل منه في شيء خاص على وجه مخصوص . (٣٦٥/٧ ، كتاب البيوع، باب السلم ، مطلب الاستصناع)=

قبضہ سے پہلے فلیٹ کی خرید وفروخت

مسئلہ(۱۴۷): اگر کسی شخص نے قسطوں پر فلیٹ خریدا اور وہ قسطوں کے ادا کرنے کے موقف میں نہ ہوا اور فلیٹ ابھی بن کر تیار نہ ہوا ہو تو وہ شخص اس فلیٹ کو کسی اور کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتا، کیوں کہ شرعِ اسلامی نے اس چیز کی بیع سے منع کیا ہے جو ابھی=

= ما في" الفقه الإسلامي وأدلته": وحكم الاستصناع : ثبوت الملك للمستصنع في العين المصنوعة في الذمة وثبوت للصانع في البدل المتفق عليه وإنه عقد غير لازم قبل الصنع وبعد الفراغ من الصنع في حق الصانع والمستصنع معاً فيكون لكل من العاقدين الخيار في إمضاء العقد أو فسخه والعدول عنه قبل رؤية المستصنع الشيء المصنوع . (۵/۳٦۵۰)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد ": الاستصناع عقد غير لازم قبل العمل من الجانبين بلا خلاف حتى كان لكل واحد منهما خيار الامتناع عن العمل كالبيع بالخيار للمتابعين فإن لكل منهما الفسخ .... وإن باعه الصانع قبل أن يراه المستصنع جاز وهذا هو ظاهر الرواية .

(۴/۳۰۲ - ۳۰۴ ، الاستصناع)

ما في " المبسوط للسرخسي ": وإذا عمله الصانع فقبل أن يراه المستصنع باعه يجوز بيعه من غيره لأن العقد لم يتعين في هذا . (۱۲/۱٦۷ ، كتاب البيوع)

ما في" الدر المختار مع الشامية ": وإن باعه الصانع قبل يراه جاز بيعه.

(۷/۳٦۷ ، كتاب البيوع، باب السلم ، مطلب في ترجمة البردعي)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته ": فلو باع الصانع الشيء المصنوع قبل أن يراه المستصنع جاز لأن العقد غير لازم والمعقود عليه ليس هو عين المصنوع وإنما مثله في الذمة .

(۵/۳٦۵۰ ، ۳٦۵۱ ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۱/۴۲۵ ، المادة : ۳۹۲)

= وجود میں نہیں آئی [۱]، لیکن اگر فلیٹ تیار ہو چکا ہو تو اس کو فروخت کرسکتا ہے چاہے زیادہ قیمت میں یا کم قیمت میں، خواہ ابھی یہ فلیٹ اس کے قبضہ میں نہ آیا ہو، کیوں کہ اموالِ غیر منقولہ (جن چیزوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا) کو قبضہ سے پہلے بھی فروخت کیا جاسکتا ہے [۲]۔

قسطیں ادا نہ کرنے پر فلیٹ دوسرے کو فروخت کردینا

مسئلہ (۱۴۸): اگر کسی شخص نے بلڈر کے پاس فلیٹ کی بکنگ کرائی اور قیمت ادا کرنے کے لیے کوئی مدت متعین کی اور بلڈر نے معاملہ طے کرتے وقت یہ شرط لگائی کہ اگر وقت پر قسطیں ادا نہیں کی گئیں تو مجھے اس معاملہ کو ختم کرنے کا اختیار ہوگا اور بکنگ کرنے =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية ": للمبيع شروط هي أن يكون المبيع موجوداً حين العقد فلا يصح بيع المعدوم وذلک باتفاق الفقهاء . (۹/۱۴، البيع)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام ": المال هو يميل إليه طبع الإنسان ويمكن ادخاره إلى وقت الحاجة منقولاً أو غير منقولاً .... ولما كان المعدوم لا يمكن إحرازه ولا ادخاره فليس بمال والبيع بما ليس بمال باطل فبيع المعدوم باطل . (۱/۱۷۷، المادة :۱۹۷)

(۲) وفيه أيضاً : للمشتري أن يبيع المبيع للآخر قبل قبضه إن كان عقاراً وإلا فلا .

(۱/۲۳۷ ، المادة :۲۵۳)

ما في " الهداية ": ويجوز بيع العقار قبل البقض عند أبي حنيفة وأبي يوسف .

(۲/۷۴ ،كتاب البيوع ، باب التولية ، مجمع الأنهر :۳/۱۱۳ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، البحر الرائق : ۶/۱۹۳ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، فصل)

=والے شخص نے اس شرط کو تسلیم بھی کرلیا، تو مقررہ مدت میں قسطیں ادا نہ کرنے کی صورت میں بلڈر کو یک طرفہ معاملہ کو ختم کرنے کا اختیار ہوگا، فقہ کی اصطلاح میں اس کو خیارِ نقد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (۱)

تاخیر سے قسطیں ادا کرنے پر خریدار سے جرمانہ لینا

مسئلہ (۱۴۹): اگر کوئی شخص قسطوں پر فلیٹ خریدے اور وقت پر اپنی قسطیں ادا نہ کرے تو اس سے نہ صرف بلڈر کو بلکہ دیگر خریداروں کو بھی دقت ودشواری کا سامنا ہوتا ہے، لیکن اس تاخیر پر بلڈر کا خریدار سے زائد رقم لینا شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ مدت کے عوض زائد رقم لینا ہے اور یہ سود ہے (۲)، البتہ خریدار کو چاہیے کہ وہ وقت پر قسطیں ادا=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الهداية ": ولو اشترى شيئًا شخص على أنه إن لم ينقد الثمن إلى ثلاثة أيام فلا بيع بينهما جاز وإلى أربعة أيام لا يجوز عندهما وقال محمد : يجوز إلى أربعة أيام وأكثر .

(۲/۳۰، باب خيار الشرط ، الجوهرة النيرة: ۱/۴۴۳ ، الدر المختار مع الشامية : ۸۴/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب خيار النقد، فتح باب العناية : ۲/۳۱۰ ، باب خيار الشرط ، الفتاوى الهندية: ۳۹/۳ ، في خيار الشرط)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة:۲۷۵)

ما في " الطبري ": عن قتادة : أن ربا الجاهلية يبيع الرجل البيع إلى أجل مسمى فإذا حل الأجل ولم يكن عند صاحبه قضاء زاده وأخر عنه . (۶۷/۳، الدر المنثور: ۱/۶۴۴)=

= کردے، تاکہ اپنے عمل سے دوسروں کو تکلیف نہ پہونچے جو شرعاً ممنوع ہے۔(۱)

قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر پر خریدار کا بلڈر کو مقررہ قیمت سے زیادہ قیمت دینا

مسئلہ (۱۵۰): اگر کسی شخص نے قسطوں پر فلیٹ خریدا اور مقررہ مدت میں پوری قسط ادا نہ کرسکا اور تاخیر سے قسطوں کی ادائیگی کی وجہ سے بیچنے والے کے مطالبہ کے بغیر قیمت بڑھا کر ادا کرے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور بیچنے والے کو اس کا لینا بھی جائز ہے۔(۲)

= ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد ": ربا النسيئة وهو ربا التاخير أو الزيادة المشروطة المقابلة للأجل وهو الربا الذي كان معروفاً لأهل الجاهلية من دفعهم المال مؤجلاً إلى مدة على أن يدفع الآخر قدراً معيناً كل شهر مثلاً ويكون رأس المال باقياً ، وعند حلول الأجل يطالب المدين برأس المال فإن تعذر عليه زادوا في القسط والأجل جميعاً . (۲۳۵/۴، الربا)

(۱) ما في " الحديث ": عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده " . (الصحيح البخاري : ۶/۱، كتاب الإيمان)

ما في " مرقاة المفاتيح لملا علي القاري : فيه إشارة إلى أن علامة الإسلام هي السلامة من إيذاء الخلائق كما أن الكذب والخيانة وخلف الوعد وعلامة المنافق . (۱۳۸/۱)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما فی "البناية فی شرح الهداية": ويجوز للمشترى أن يزيد للبائع فی الثمن، قال تاج الشريعة: شرط صحة الزيادة فی الثمن فی ظاهر الرواية بقاء المبيع وكون المبيع محلاً للمقابلة فی حق المشترى حقيقةً . (۳۲۹/۷، باب المرابحة والتولية)

ما فی " الهداية " : ويجوز للمشترى أن يزيد للبائع فی الثمن .

(۷۵/۲، باب المرابحة والتولية، المختصر القدوری: ۸۱)

ما فی "خلاصة الفتاوى": فی الجامع الكبير : الزيادة فی الثمن والمثمن جائز حال قيامهما سواء كانت الزيادة من جنس الثمن أو من غير جنسه ويلتحق بأصل العقد ولو ندم المشترى بعد ما زاد يجبر ان امتنع . (۹۳/۳، كتاب البيوع، جنس آخر)

ما فی "المعتصر الضروری": ويجوز للمشترى أن يزيد للبائع ما دام قيام المبيع فی الثمن .

(۳۱۹، باب المرابحة والتولية)

باب الربوا

(سود کا بیان)

ملازمت دلوانے کے لیے رشوت لینا

مسئلہ (۱۵۱): کچھ لوگ ملازمتیں دلوانے کے لیے امیدواروں سے رشوت لیتے ہیں، رشوت لینے والا ہر حال میں جہنمی ہے، البتہ رشوت دینے والا شخص اگر ظلم سے بچنے اور اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لیے رشوت دے تو امید ہے کہ اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا، رشوت دیکر جو ملازمت حاصل کی گئی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس نوکری کا اہل ہے اور جو کام اس کے سپرد کیا گیا وہ اسے ٹھیک ٹھاک انجام دیتا ہے تو اس کی تنخواہ حلال ہے، اور اگر وہ اس کام کا اہل ہی نہیں تو تنخواہ بھی حلال نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في '' القرآن الکریم '': ﴿سمّٰعون للکذب أکّٰلون للسحت﴾ . (سورة المائدة: ۴۲)

ما في '' الحدیث '': عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : '' کل لحم نبت من سحت فالنار أولی به . قیل یا رسول الله ! ما السحت؟ قال : الرشوة في الحکم ''.

(روح المعاني: ۴/۲۰۵)

ما في '' الجامع الصغیر '' :'' لعن الله الراشي والمرتشي الذي یمشي بینهما ''.

(ص ۴۴ ، رقم الحدیث :۷۲۵۵)

ما في '' السنن للترمذي '':'' لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي ''.

(السنن للترمذي : رقم الحدیث: ۱۳۳۶ ،کتاب الأحکام ، السنن لأبي داود: رقم الحدیث: ۳۵۸۰ ،کتاب الأقضیة ، باب کراهیة الرشوة ، السنن لإبن ماجه: رقم الحدیث: ۲۳۱۳، کتاب الأحکام ، باب التغلیظ في الرشوة) =

کسی ادارہ کے اجیرِ خاص یا افسران کا رشوت لینا

مسئلہ (۱۵۲): اگر کسی شعبہ اور ڈپارٹمنٹ کا ملازم جس کی تنخواہ اس ڈپارٹمنٹ کی طرف سے معلوم ومتعین ہے، پھر بھی وہ اپنے کام کے عوض کسی شخص سے کوئی رقم لیتا ہے، مثلاً اسکول کا کلرک، جس کا کام یہ ہے کہ وہ طلباء اوران کے سرپرستوں کو درکار کاغذات بنوادے، اوراسکول کی طرف سے اس کی تنخواہ بھی دی جاتی ہے، اس کے باوجود=

= ما في " الموسوعة الفقهية ": يجوز للإنسان عند الجمهور أن يدفع رشوة للحصول على حق أو لدفع ظلم أو ضرر ويكون الإثم على المرتشي دون الراشي .

(۲۲/۲۲۲، الرشوة ، الدر المختار مع الشامية :۸/۳۳ ، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية)

ما في "أحكام القرآن للجصاص": ولا خلاف في تحريم الرشا على الأحكام لأنه في السحت الذي حرمه الله في كتابه واتفقت الأمة عليه وهي محرمة على الراشي والمرتشي .... ووجه آخر من الرشوة وهو الذي يرشوا السلطان لدفع ظلمه منه فهذه الرشوة محرمة على آخذها غير محظورة على معطيها، وروي عن جابر بن زيد والشعبي قالا : لا بأس بأن يصانع الرجل عن نفسه وماله إذا خاف الظلم ، وعن عطاء وإبراهيم مثله .

(۲/ ۵۴۱ ، سورة المائدة ، باب الرشوة)

ما في " الموسوعة الفقهية ": الرشوة على تقليد القضاء والإمارة وهي حرام على الآخذ والمعطي . (۲۲/۲۲۲، الدر المختار مع الشامية :۸/۳۳، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ، البحر الرائق : ۶/ ۴۴۱ ، كتاب الفتاوى: ۶/۲۴۷)

ما في" سبل السلام شرح بلوغ المرام لمحمد بن إسماعيل الصنعاني": الرشوة حرام بالإجماع سواء كانت للقاضي أو للعامل على الصدقة أو لغيرهما .

(۴/ ۱۴۷۱، الرشوة للقاضي والهدية ، المال المأخوذ ظلماً : ۱/۴۰۸)

= وہ طلباء یا ان کے سرپرستوں سے کچھ رقم کا مطالبہ کرے یا سرپرست از خود اس کام کے عوض ہی اس کو کچھ دیدیں اور وہ لے لے، تو یہ رشوت ہے، جس کا لینا اور دینا دونوں کام حرام ہیں، اور رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (۱)

خادم کا قیمت سے زیادہ کا بل بنوانا

مسئلہ (۱۵۳): اگر کسی ادارہ کا خادم ادارہ کے لیے کوئی چیز خرید کر لاتا ہے، اور دوکاندار سے اس کا بل اس کی اصل قیمت سے بڑھوا کر بنواتا ہے، جب کہ اس کا آفیسر اس بات کو جانتا ہے، پھر بھی بل منظوری کے لیے اس پر اپنی دستخط ثبت کر دیتا ہے، تو خادم =

الحجة علی ماقلنا

(۱) ما في " القرآن الکریم ": ﴿یآیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما في "الحدیث ": " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " .

(السنن الترمذي: ۱/۲۴۸، أبواب الأحکام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي)

ما في " سبل السلام شرح بلوغ المرام لمحمد بن إسمعیل الصنعاني " : والرشوة حرام بالإجماع سواء کانت للقاضي أو للعامل علی الصدقة أو لغیرهما وقد قال تعالی : ﴿ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها إلی الحکام لتأکلوا فریقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ .[سورة البقرة:۱۸۸] وحاصل ما یأخذه القضاة من الأموال علی أربعة أقسام رشوة وهدیة وأجرة ورزق ..... وأما الأجرة وهي الثالث فإن کان للحاکم جرایة من بیت المال ورزق حرمت بالاتفاق لأنه إنما أجری له الرزق لأجل الاشتغال بالحکم فلا وجه للأجرة.

(۴/۱۴۷۱، ۱۴۷۲، الرشوة للقاضي والهدیة، فتح القدیر: ۷/۲۵۴، الدر المختار مع الشامیة : ۸/۳۴، المال المأخوذ ظلماً: ۱/۴۰۸) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۶۵،فتاوی حقانیہ:۶/۲۶۸)

= کے ساتھ ساتھ آفیسر بھی گنہگار ہوگا، کیوں کہ آفیسر کا یہ عمل گناہ کے کام میں تعاون اور دوسروں کی دنیا کے خاطر اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآ يها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما في " روح المعاني ": والمراد بالباطل ما يخالف الشرع كالربا والقمار والبخس والظلم . وعن الحسن هو ما كان بغير استحقاق في طريق الأعواض . (۲۲/۵)

ما في " الحديث ": " من غشنا فليس منا " . (الصحيح لمسلم: ۱/۷۰، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا، السنن الترمذي: ۱/۲۴۵، أبواب البيوع ، ما جاء في كراهية الغش في البيوع)

ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في " روح المعاني ": فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴)

ما في " الحديث ": " كبرت خيانة أن تحدث أخاك هو لك به مصدق وأنت به كاذب " .

(السنن لأبي داود: ص ۶۷۹، كتاب الأدب، باب المعاريض)

وما في " القرآن الكريم ": ﴿وإما تخافن من قوم خيانة فانبذ إليهم على سواء إن الله لا يحب الخائنين﴾ . (سورة الأنفال: ۵۸)

ما في " الموسوعة الفقهية ": وقد عد الذهبي وابن حجر الهيثمي الخيانة من الكبائر ثم قال : الخيانة قبيحة في كل شيء لكن بعضها أشد وأقبح من بعض .

(۱۸۶/۲، الزواجر عن اقتراف الكبائر لإبن حجر الهيثمي: ۵۱۳/۲)

ما في " الشامية ": بقاعدة فقهية : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " .

(۲۳۳/۵ ، مكتبه نعمانيه)

ما في " إعلام الموقعين ": " وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود ". (۱۷۵/۳)

''جیونا'' کمپنی کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۱۵۴): آج کل ''جیونا'' نام سے ایک کمپنی قائم ہے، جس کی اسکیم یہ ہے کہ پینتیس سو(۳۵۰۰)روپے دیکر اس کے ممبر بن جاؤ اور ان ساڑھے تین ہزار کے عوض کمپنی کوئی شئ نہیں دے گی، لیکن اگر یہ ممبر کم سے کم مزید دو ممبر کمپنی کے لئے بنا دیتا ہے، یعنی یوں کہیے کہ کمپنی کو سات ہزار(۷۰۰۰) روپے دوسرے دو فردوں سے لا دیتا ہے، تو کمپنی اسے اس میں سے بطورِ کمیشن چھ سو(۶۰۰) روپئے ادا کرے گی اور اگر ان دو ممبروں میں سے ہر ممبر دو دو ممبر بناتا ہے، تو جہاں ان دو ممبروں کو چھ چھ سو(۶۰۰-۶۰۰) روپئے بطورِ کمیشن ملیں گے، وہیں پہلے ممبر کو مزید بارہ سو(۱۲۰۰) روپئے ملیں گے، یعنی کل اٹھارہ سو(۱۸۰۰) روپئے ملیں گے اور اگر یہ چار ممبروں میں سے ہر ممبر دو دو ممبر بناتا ہے، تو ان میں سے ہر ایک کو چھ چھ سو(۶۰۰-۶۰۰) اور پہلے کو گذشتہ کے اٹھارہ سو(۱۸۰۰) میں مزید چوبیس سو(۲۴۰۰) روپئے ملا کر، یعنی کل بیالیس سو(۴۲۰۰) روپئے دیئے جائینگے اور جیسے جیسے یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہیگا ویسے ویسے پہلے ممبر کو بھی ہر ممبر پر کمیشن ملتا رہیگا۔

اسکیم کی یہ صورت جوا اور باطل طریقہ سے لوگوں کے اموال کھانے کی حرمتِ صریحہ پر مشتمل ہے، اس لئے اس طرح کی اسکیموں کا ممبر بننا اور بنانا دونوں عمل شرعاً ناجائز وحرام ہے اور اس پر ملنے والا کمیشن بھی حرام ہے، اس لئے اس طرح کی اسکیموں میں شرکت سے کلی اجتناب ضروری ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في '' القرآن الكريم '':﴿يآيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة:۹۰) =

....

....

....

....

= ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي ": بين تعالى تحريم الخمر والميسر لأن هذه اللذة يقارنها مفسدة عظيمة . والميسر فيه أخذ المال بالباطل . (۲۰/۴)

وما في " القرآن الكريم ": ﴿يآيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما في " تفسير الكبير " : لا تأكلوا أموالكم التي جعلتموه بينكم بطريق غير مشروع . (۵۶/۴)

ما في " الموسوعة الفقهية ": ما يكسبه المقامرة هو كسب خبيث وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع والمقامر ، والواجب في الكسب خبيث تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا وإلا إلى الفقراء . (۴۰۷/۳۹ ، الميسر)

وما في " الموسوعة الفقهية ": قال ابن حجر المكي : الميسر القمار بأي نوع كان.......... اتفق الفقهاء على تحريم ميسر القمار . (۴۰۶/۳۹)

ما في " الموسوعة القواعد الفقهية " : " ما أفضى إلى الحرام كان حراماً ". (۴۲/۹)

ما في " الشامية ":" ما كان سبباً لمحظور فهو محظور ". (۲۳۳/۵ ، مكتبه نعمانيه)

کتاب الإجارة

(اجارہ کا بیان)

ٹیوشن پڑھانے کی اجرت لینا جائز ہے

مسئلہ (۱۵۵): بعض لوگ اپنے گھروں پر اسی طرح بعض گھر گھر جا کر بچوں کو قرآن کریم، دینیات کی تعلیم دیتے ہیں، اور ہر بچہ سے ماہانہ یا ہفتہ واری فیس وصول کرتے ہیں، شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " المحيط البرهاني ": أما أجرة المعلم فنقول لا بأس بها في زماننا وحكي عن الإمام أبي الليث أنه كان يقول : كنت أفتي أنه لا يحل للمعلم أخذ الأجر على تعليم القرآن، وكنت أفتي أنه لا ينبغي للعالم أن يدخل على السلطان. وكنت أفتي أن لا ينبغي لصاحب العلم أن يخرج إلى القرى فيذكرهم بشيء ليجمعوا له شيئاً فرجعت عن ذلک كله ، وإنما رجع تحرزاً عن ضياع القرآن والحقوق والعلم . (۶/۱۱۱ ، كتاب الاستحسان والكراهية)

وما في " الدر المختار مع الشامية ": قال في الهداية: بعض مشايخنا رحمهم الله تعالى استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى . (۹/۶۵، ۶۶، كتاب الإجارة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل، الهداية على صدر فتح القدير: ۹/۱۰۰ ، باب الإجارات)

وما في " البناية ": وذكر السرخسي مشايخ بلخ اختاروا قول أهل المدينة في جواز استئجار المعلم على تعليم القرآن . (۹/۳۴۲، باب الإجارات)

متعینہ کرایہ سے زیادہ وصول کرنے کی ایک شکل اور اس کا حکم

مسئلہ (۱۵۶): بعض طلباء اپنے طور پر گاڑی کرایہ پر لیتے ہیں پھر دوسرے طلباء سے اتنا کرایہ وصول کرتے ہیں کہ گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کے بعد بھی کچھ رقم باقی رہتی ہے جسے وہ رکھ لیتے ہیں شرعاً یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کا یہ عمل اجارۂ ثانیہ ہے اور جب اجارۂ اولیٰ وثانیہ دونوں کی اجرت ہم جنس ہو تو اجارۂ ثانیہ میں اجارۂ اولیٰ کی اجرت سے زائد اجرت لینا جائز نہیں ہے، لیکن اگر یہ طلباء اپنے ساتھیوں کی طرف سے وکیل یا دلال بن کر گاڑی کرایہ پر لے لیں اور پہلے سے اپنی محنت کی اجرت متعین کریں تو وہ اپنی متعینہ اجرت کے حقدار ہونگے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية ": وذهب الحنفية إلى جواز الإجارة الثانية إن لم تكن الاجرة فيها من جنس الأجرة الأولىٰ للمعنى السابق أما إن اتحد جنس الأجرتين فإن الزيادة لا تطيب للمستأجر وعليه أن يتصدق وصحت الإجارة الثانية لأن الفضل فيه شبهة . (۱/۲۶۸)

ما في "الفتاوى الهندية ": وإذا استأجر دارًا وقبضها ثم أجرها فإنه يجوز إن آجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وإن آجرها بأكثر مما استأجرها فهي جائز أيضا إلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من جنس الأجرة الأولىٰ فإن الزيادة لا تطيب له ويتصدق بها وإن كانت من خلاف جنسها طابت له الزيادة في إجارة المستأجر . (۴/۴۲۵)

ما في "الفقه الإسلامي وأدلته": تصح الوكالة بأجر وبغير أجر لأن النبي ﷺ كان يبعث عماله لقبض الصدقات ويجعل لهم عمولة ولأن الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل القيام بها فتجوز أخذ الأجرة فيها . (۵/۴۰۵۸)

پرائیوٹ گاڑیوں میں چھوٹے بڑے بچوں کا یکساں کرایہ لینا

مسئلہ(۱۵۷): بہت سے طلباء تعطیلات کے موقع پر پرائیوٹ گاڑیاں کرایہ پر کرتے ہیں اور چھوٹے بڑے بچوں سے یکساں کرایہ وصول کرتے ہیں، اگر کرایہ کا یہ معاملہ خود صبی ممیّز یا اس کا سرپرست طالب علم کرتا ہے تو جائز ہے، اور اگر صبی غیر ممیّز یا غیر سرپرست طالب علم کرتا ہے تو جائز نہیں ہے۔[1]

رحمِ مادر کو کرایہ پر دینے کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۱۵۸): اصول وضوابط کی بے قاعدگیوں، سست طبی نگہداشت اور معاشی پریشانیوں کے سبب اپنا رحم کرائے پر دینے والی خواتین کی بآسانی دستیابی کی وجہ سے آج ہمارے ملک ہندوستان میں سروگیٹ پریگنینسی یعنی رحمِ مادر کرایہ پر دینے کی تجارت بڑی تیزی سے پھل پھول رہی ہے اور بیرون ہند کے بہت سے لوگ اس تجارت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہندوستان کا رخ کررہے ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں رحمِ مادر کو تجارتی مقصد کے لئے کرایہ پر دینے کے جواز کو دو ہزار تین (۲۰۰۳) سے قانونی حیثیت حاصل ہے۔

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية ": إجارة الصبي المميز نفسه بأجر لا غبن فيه تصح إن كان ماذونا له من وليه . (۱/۲۵۸)

ما في "الفتاوى الهندية": وإجارة الوكيل نافذة لوجود الولاية وكذلك الإجارة من الأب والوصي والقاضي وأمينه نافذة لوجود الإنابة من الشرع . (۴/۴۱۱، مطلب من أنواع الإجارة)

ہندوستان کے متوسط طبقہ کی خواتین کوکبھی اپنے خاندان کوبہتر معیارِ زندگی فراہم کرنے کے لیے ،کبھی کارخریدنے کے لیے ،کبھی مکان بنانے کے لیے ،کبھی اپنے گھر کی اندرونی سجاوٹ کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے ،وہ مجبور و بے بس ہوتی ہیں تو اپنے رحم کوکسی اور مرد کے نطفہ کی نشو ونما کے لیے اپنے رحم کوکرایہ پر دیکراس سے رقم حاصل کرتی ہیں ۔

اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ عمل محرماتِ شرعیہ مثلاً جلق دوسرے کے رحم میں اپنا نطفہ ڈالنا ،ڈاکٹر کا بلاضرورت اجنبیہ کے ستر کا دیکھنا ،اختلاطِ نسب ،بلاضرورت برائے معصیت منافع کا اجارہ اوراس طریقہ کے طبائعِ سلیمہ کے مخالف ،مزاجِ شرع وشارع سے متصادم اورانتہائی بے شرمی و بے حمیتی اورحدودِ شرع سے تجاوز کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے ۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته ": ويحرم الاستمناء لقوله عز وجل ﴿والذين هم لفروجهم حافظون ○ إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين﴾(سورة المؤمنون :۵-۶) ولأنها مباشرة تفضي إلى قطع النسل فإن فعل عزر ولم يحد لأنها مباشرة محرمة من غير إيلاج فأشبهت مباشرة الأجنبية في ما دون الفرج . (۵۳۴۸/۷)

ما في" فتح القدير": لا يحل الاستمناء بالكف ذكر المشايخ فيه أنه عليه الصلاة والسلام قال : " ناكح اليد ملعون ". فإن غلبته الشهوة ففعل إرادة تسكينها به فالرجاء أن لا يعاقب.

(۳۳۴/۲، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء والكفارة، الدر المختار مع الشامية : ۳۳۲/۳ ،كتاب الصوم ، مطلب الاستمناء بالكف)

ما في " الحديث ": " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسق ماءه ولد غيره ".

(السنن للترمذي: ۲۱۴/۱،كتاب النكاح، السنن الكبرى للبيهقي: ۱۰۵/۹، رقم الحديث: ۱۸۰۱۱)=

....

....

....

....

= ما في " الموسوعة الفقهية ": لا يجوز النظر إلى فرج المرأة إلا إذا كان لايتوصل إلى معرفة ذلك إلا برؤيته بنفسه أما لو كان الطبيب يكتفي برؤية النساء لفرج المريضة فلا يجوز له النظر إليه . (۱۲/۱۳۷)

ما في " النتف للسغدي ": الإجاره الفاسدة على أحد عشر وجهاً ؛ أحدها الإجارة على المعاصي ولا أجرة على المعاصي لا المسماة ولا المثل .

(ص۳۴۸، الدر المختار مع الشامية : ۹/۶۴،)

وما في " الهداية ": لا يجوز الاستئجار على الغناء والنوح وكذا سائر الملاهي لأنه استئجار على المعصية والمعصية لا تستحق بالعقد .....قوله: لا تستحق بالعقد لأن عقد الإجارة يستحق به تسليم المعقود عليه شرعاً ولا يجوز أن يستحق على المرء شيء يكون به عاصياً شرعاً كيلا يصير المعصية مضافة إلى الشرع .

(حاشية الهداية :۳/۳۰۲) (نظام الفتاوی:۱/۳۳۹)

کتاب الوقف

(وقف کا بیان)

شئ موقوفہ واپس نہیں لیجا سکتی ہے

مسئلہ (۱۵۹): اگر کوئی شخص اپنی دوکان، مکان یا زمین بنامِ مسجد یا مدرسہ وقف کردے تو بعداز وقف نہ واقف اس کو باطل کرسکتا ہے اور نہ اس کی اولاد۔

اسی طرح واقف یا اس کے وارثین کے لیے اس میں مالکانہ تصرفات کا بھی کوئی حق باقی نہیں رہتا، کیوں کہ صحتِ تصرفات کے لیے ملک شرط ہے، جب کہ موقوف ملک سے خارج ہو چکا ہے، اس لیے موقوف میں مالکانہ تصرفات صحیح نہیں ہوں گے۔ [1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": فإذا تم ولزم لا يملک ولا يُملَّک ولا يعار ولا يرهن ....قوله : (لا يملک) أي لا يكون مملوكاً لصاحبه ولا يملّک أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه ولا يعار ولا يرهن لاقتضائهما الملک . (۶/ ۴۲۱ ، كتاب الوقف)

ما في " فتاوى النوازل للإمام الفقيه أبي الليث السمرقندي ": وعندهما الوقف حبس العين على حكم ملک الله تعالى لأن له فيه حق التملک ولا يباع ولا يرهن ولا يورث فصار بمنزلة المسجد أو جعل أرضه مسجداً . (ص۳۳۷ ، كتاب الوقف)

ما في " حاشية فتاوى النوازل ": قال النووي : هذا مذهبنا ومذهب الجمهور ، ويدل عليه أيضاً إجماع المسلمين على صحة وقف المساجد والسقايات وفيه أن الوقف لا يباع ولا يوهب ولا يورث إنما يتبع فيه شرط الواقف . (ص۳۳۷)

وما في " بدائع الصنائع": وقال أبو يوسف وعامة علماء رحمهم الله:....حتى لا يباع ولا يوهب ولا يورث. (۵/ ۳۲۶ ، كتاب الوقف)

موقوفہ عمارتوں سے شہد کا چھتہ نکالنے کا حکم

مسئلہ (۱۶۰): اگر شہد کی مکھیاں موقوفہ عمارتوں میں اپنا چھتہ بنالیں تو اس سے حاصل ہونے والا شہد وقف کی ملک ہے، متولیٔ وقف اسے بیچ کر اس کی قیمت مصالحِ وقف میں خرچ کرے، عام لوگوں کیلئے اس کو نکال کر استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الشامية " : عسل النحل في أرضه ملكه لأنه صار من إنزالها .

(۷/۳۷۸، كتاب البيوع ، مسائل شتى ، مطلب في النهرجة والزيوف والستوقة)

ما في " البحر الرائق " : لو دخل صيد داره أو وقع ما نثر من الدراهم في ثيابه بخلاف معسل النحل في أرضه حيث يملكه وإن لم تكن أرضه معدة لذلک لأنه من إنزال الأرض حتى يملكه تبعاً لها كالأشجار النابتة والتراب المجتمع فيها بجريان الماء وإن لم تكن معدة.

(۶/۲۹۲، باب المتفرقات، تبيين الحقائق : ۴/۵۴۱، باب المتفرقات، النهر الفائق: ۳/۵۱۹، باب المتفرقات ، فتح القدير: ۷/۱۲۵، مسائل منثورة)

ما في " الشامية ": ليس للمتولي التصرف في أمور الوقف بدون إذن المشرف واطلاعه .

(۶/۵۳۵، كتاب الوقف ، مطلب ليس للمتولي التصرف)

ما في " تنقيح الفتاویٰ الحامدية ": ويتصرف القيم في الوقف بما فيه من النفع للوقف . (۱/۲۰۹)

ما في " الهندية ": الفاضل من وقف المسجد هل يصرف إلى الفقراء قيل لا يصرف وإنه صحيح ولكن يشترى به شغلاً للمسجد . (۲/۴۶۳، كتاب الوقف، باب الحادي العشر، الفصل الثاني)

ما في " الهندية ": مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف للمسجد دهناً أو حصيراً أو حشيشاً قالوا : إن وسع الواقف ذلک للقيم وقال : تفعل ما ترى من مصلحة المسجد كان له أن يشتري للمسجد ما شاء . (۲/۴۶۱، الباب الحادى العشر، الفصل الثاني)=

وقف کی دواؤں کا مصرف

مسئلہ (۱۶۱) اگر کسی شخص نے ہسپتال میں مریضوں کیلئے دوائیں وقف کی تو ان دواؤں سے فقراء ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں مالداروں کیلئے ان کا استعمال درست نہیں، مگر یہ کہ واقف یوں کہے کہ یہ دوائیں تمام لوگوں کیلئے وقف ہیں یا یہ صراحت کردے کہ ان سے مالدار بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو اس صورت میں ان کیلئے فائدہ اٹھانا درست ہے۔[1]

= ما في " الدر المختار مع الشامية ": ولو وقف داراً بجميع ما فيها وفيها حمامات يطرن أو بيتاً وفيه كورات عسل يدخل الحمام والنحل تبعاً للدار والعسل كما لو وقف ضيعة وذكر ما فيها من العبيد والدواليب وآلات الحراثة .

(۶/ ۴۳۱، كتاب الوقف ، مطلب في وقف المنقول تبعاً للعقار، البحر الرائق : ۵/۳۳۵، الاختيار لتعليل المختار : ۲/ ۵۲، كتاب الوقف ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية: ۶/ ۲۶۵، كتاب الوقف، نوع في ألفاظ جارية الوقف)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام ": بقاعدة فقهية :" التابع لا يفرد بالحكم ".

(درر الحكام : ۱/ ۵۲، المادة :۴۸ ، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي: ۱/ ۴۵۹)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الوقف على ثلاثة أوجه ؛ إما للفقراء أو الأغنياء ثم للفقراء أو يستوي فيه الفريقان كرباط وخان ومقابر وسقايات وقناطر ونحو ذلك كمساجد وطواحين وطست لاحتياج الكل لذلك بخلاف الأدوية فلم يجز لغني بلا تعميم أو تنصيص فيدخل الأغنياء تبعاً للفقراء. درمختار. قوله : (بخلاف الأدوية) أي الموقوفة في التيمارخانة .

(۶/ ۴۷۲، مطلب في وقف الراهن والمريض والمديون) =

جن اوقاف کے مصارف معلوم نہ ہوں تو کیا کیا جائے؟

مسئلہ (۱۶۲): جن اوقاف کے مصارف معلوم نہ ہوں تو ان کے متولیان اب تک جن مصارف میں صرف کرتے رہے ہیں انہی میں ان کو صرف کیا جائے، کسی جدید مصرف میں صرف نہیں کیا جائے گا۔[1]

= ما في " الجوهرة النيرة " : ويشترک الأغنياء والفقراء في الدفن في المقبرة والصلاة في المسجد والشرب من السقاية لأن ذلک إباحة وما كان إباحة لا يختص به الفقير دون الغني بخلاف غلة الصدقة لأن مقتضاها التمليک . (۲/۳۸، كتاب الوقف)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : يسلک بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه ومصارفه ما كان عليه في دواوين القضاة انتهى . درمختار .

قال الشامي رحمه الله : وبه صرح في الذخيرة حيث قال : سئل شيخ الإسلام عن وقف مشهور اشتبهت مصارفه وقدر ما يصرف إلى مستحقيه قال ينظر إلى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان من أن قوّامه كيف يعملون فيه وإلى من يصرفونه فيبني على ذلک .

(۶/۴۸۶ ، مطلب في حكم الوقف القديم المجهولة شرائطه ومصارفه)

أحكام المساجد

(مساجد کے احکام)

مسجد میں جگہ روکنا کیسا ہے؟

مسئلہ (۱۶۳): مسجد میں کسی شخص کا اپنا رومال، ٹوپی یا مصلی رکھ کر جگہ روک لینا مکروہ ہے، اور وہ شخص اس صورت میں اس جگہ کا مستحق نہ ہوگا، بلکہ مسجد میں پہلے پہنچ کر جو شخص جس جگہ بیٹھ جائے وہی اس کا حقدار ہے، ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں کسی جگہ کچھ دیر عبادت کرے پھر کسی ضرورت سے تھوڑی دیر کے لیے جانا چاہے اور رومال وغیرہ رکھ کر جگہ روک لے تو یہ جائز ہے اور وہ اس جگہ کا حقدار ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " البحر الرائق ": ويكره تخصيص مكان في المسجد لأنه يخل بالخشوع .

(۲/ ۶۲، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتخصيص مكان لنفسه لأنه يخل بالخشوع كذا في القنية، أي لأنه إذا اعتاده ثم صلى في غيره يبقى باله مشغولاً بالأول .... قال في القنية : له في المسجد موضع معين يواظب عليه وقد شغله غيره قال الأوزاعي : له أن يزعجه وليس له ذلک عندنا أي لأن المسجد ليس ملكاً لأحد .

(۲/ ۳۷۹، كتاب الصلاة ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد)

(احسن الفتاوی: ۶/ ۴۵۷، فتاوی محمودیہ: ۱۵/ ۳۲۲)

متولی بننے کا مستحق کون؟

مسئلہ (۱۶۴): اگر کوئی شخص مسجد کیلئے زمین وقف کرے اور اسکی تعمیر بھی اپنی ذاتی رقم سے کرے تو وہ خود یا اسکی اولاد متولی بننے کے حقدار ہیں، اور اگر مسجد کی زمین چندے کی رقم سے خریدی گئی اور اسکی تعمیر بھی چندہ کی رقم سے کی گئی تو اکثر مسلمان جس کو لائق تر سمجھیں اس کو متولی بنادیں، چندہ کرنے والا شخص متولی بننے کا حقدار نہیں ہے، مگر یہ کہ تمام مسلمان اس کے لائق تر ہونے کی وجہ سے اس کو متولی بنادیں تو وہ متولی ہوسکتا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": ولاية نصب القيم إلى الواقف ثم لوصيه لقيامه مقامه ....ومادام أحد يصلح للتولية من أقارب الواقف لا يجعل المتولي من الأجانب لأنه أشفق ومن قصده نسبة الوقف إليهم .

(۶/۴۹۶/۴۹۹، مطلب الوصي يصير متولياً بلا نص، مطلب لا يجعل الناظر من الأجانب عن الوقف)

ما في " الشامية " : ثم ذكر عن التاتارخانية حاصله أن أهل المسجد لو اتفقوا على نصب رجل متولياً لمصالح المسجد فعند المتقدمين يصح ولكن الأفضل كونه بإذن القاضي .

(۶/۴۹۶، مطلب الأفضل في زماننا نصب المتولي بلا إعلام القاضي)

ما في "البحر الرائق " : وفي الخلاصة : إذا شرط الواقف أن يكون هو المتولي عند أبي يوسف الوقف والشرط كلاهما صحيحان.......... وفي الخلاصة : إذا شرط في الوقف الولاية لنفسه وأولاده في عزل القيم واستبداله لهم وما هو من نوع الولاية وأخرجه من يد المتولي جاز .

(۵/ ۳۷۷)

ما في " الإسعاف " : لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه لأن الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لأنه يخل بالمقصود. (۵/۳۷۸) (فتاوی دارالعلوم:۱۳/ ۴۲۸)

مسجد کے پھول اور پھل توڑنے کا حکم

مسئلہ (۱۶۵): پھل یا پھول کے جو درخت مسجد کے احاطے میں اسی لیے لگائے گئے کہ سب لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں تو نمازی اور غیر نمازی سب کے لیے اس سے انتفاع درست ہے، اور اگر مسجد کے لیے لگائے گئے یا کچھ حال معلوم نہیں تو ان کو فروخت کر کے مسجد کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔ (۱)

مسجد کے نیچے دوکانیں تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ (۱۶۶): بالائی منزل کو مسجد قرار دینا اور تحتانی حصہ میں دوکانیں بنالینا کہ اوپر نماز ہوتی رہے اور نیچے خرید وفروحت ہوتی رہے احترامِ مسجد کے خلاف ہے، اوپر نیچے سب جگہ مسجد ہی ہونی چاہئے، مسجد کے کسی حصہ کو آمدنی کا ذریعہ بنالینا درست نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : غرس في المسجد أشجاراً تثمر إن غرس للسبيل فلكل مسلم الأكل والافتباع لمصالح المسجد . (۶/۵۰۷، مطلب استأجر دارا فيها أشجار)

ما في " البحر الرائق ": وما غرس في المساجد من الأشجار المثمرة إن غرس للسبيل وهو وقف على العامة كان لكل من دخل المسجد من المسلمين أن يأكل منها ، وإن غرس للمسجد لا يجوز صرفها إلا إلى مصالح المسجد الأهم فالأهم كسائر الوقف.

(۵/ ۳۴۱، ۳۴۲) (فتاوی دار العلوم:۱۳/۱۴۳،فتاوی حقانیہ:۵/۱۲۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئا منه مستغلا ولاسكنى ."بزازيه" (۶/ ۴۲۹، في أحكام المسجد) =

مسجد کے نیچے اوپر دوکان ومکانات کا حکم

مسئلہ (۱۶۷): اس طرح مسجد بنانا کہ اسکے نیچے دکانیں یا مکانات ہوں یا اول مسجد بنا کر اسکی چھت پر دوکانیں یا مکانات بنانا، تاکہ ان کو کرایہ پر دیکر مسجد کے لیے ذریعۂ آمدنی بنایا جا سکے تو شرعاً ایسا کرنا درست نہیں، کیونکہ مسجد اپنے اوپر عنانِ سماء تک اور نیچے تحت الثریٰ تک مسجد ہوتی ہے، اس کے کسی حصے کو کرایہ پر دیکر ذریعۂ آمدنی بنانا درست نہیں ہے۔[1]

= ما في " المحيط البرهاني ": إذا أراد إنسان أن يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة يلزمه المسجد أوفوقه ليس له ذلك . (۱۳۰/۷)

ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية ": ولو أن قيم المسجد أراد أن يبني حوانيت في حريم المسجد وفنائه قال الفقيه أبو الليث السمرقندي: لا يجوز له أن يجعل شيئا من المسجد مسكنا أو مستغلا . (۲۹۳/۳)

الحجة على ماقلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وأن المسٰجد لله﴾ . (سورة الجن:۱۸)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولاسكنٰى . (۴۲۹/۶، كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد)

ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية ": ولو إن قيم المسجد أراد أن يبني حوانيت في حريم المسجد وفنائه قال الفقيه أبو الليث رحمه الله : لا يجوز له أن يجعل شيئاً من المسجد مسكناً أو مستغلاً . (۲۹۳/۳، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية ": ولا يجوز للقيم أن يجعل شيئاً من المسجد مسكناً أو مستغلًّا ولا أن يبني في فناء المسجد حوانيت . (۲۸۵/۶) =

مسجد کے قرآن دوسری جگہ لے جانا

مسئلہ (۱۶۸): جو قرآنِ کریم یا پنج پارے واقف نے کسی مسجد کے لیے اس شرط کے ساتھ وقف کیے ہو کہ ان سے مسجد ہی میں انتفاع کیا جائے تو انہیں اپنے کمروں اور درسگاہوں، گھروں یا کسی اور جگہ منتقل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (۱)

= ما في "الدر المختار مع الشامية": وكره تحريماً الوطء فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلى عنان السماء وكذا إلى تحت الثرى. (۲/۳۷۰، مطلب في أحكام المسجد)

ما في " الفتاوى الهندية ": إذا أراد إنسان أن يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد أو فوقه ليس له ذلک كذا في الذخيرة.

(۲/۴۵۵،كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ": لو عمم الواقف بأن وقفه على طلبة العلم لكنه شرط أن لا يخرج من المسجد أو المدرسة كما هو العادة. ......لا يبعد وجوب اتباع شرطه لأن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مفهوم قولهم: " شرط الواقف كنص الشارع " أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به..........إذا وقف كتبا وعين موضعها فإن وقفها على أهل ذلک الموضع لم يجز نقلها منه لا لهم ولا لغيرهم وظاهره أنه لا يحل لغيرهم الانتفاع بها وإن وقفها على طلبة العلم فلكل طالب الانتفاع بها في محلها. (۶/۴۳۷، مطلب في نقل كتب الوقف في محلها)

ما في " الشامية ": ليس للمتولي التصرف في أمور الوقف بدون إذن المشرف واطلاعه .

(۶/۵۳۵ ،كتاب الوقف، مطلب ليس للمشرف التصرف)

ما في" الهندية " : متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته وله أن يحمله من البيت إلى المسجد . (۲/۴۶۲ ،كتاب الوقف، الباب الثاني عشر)

ما في " البدائع ": ولا يجوز أن يصرفه إلى مستحقى الوقف لأن حقهم في المنفعة والغلة لا في العين . (۵/۳۳۰ ، كتاب الوقف)

مسجد کے چندہ کا مصرف

مسئلہ(۱۶۹): اگر چندہ دہندگان کسی خاص مسجد ہی کی تعمیر کیلئے چندہ کی رقومات دیں تو چندہ جمع کرنے والوں پرلازم ہے کہ وہ اسی مسجد کی تعمیر میں صرف کریں، بدونِ اجازت چندہ دہندگان کسی اورمسجد یا مصرف میں خرچ کرنا درست نہیں، کیوں کہ چندہ کا روپیہ جب تک اس کام میں صرف نہ ہو جس کے لیے وہ دیا گیا، چندہ دہندگان کی ملکیت میں رہتا ہے، پس ان کی اجازت کے بغیر ان کی تعیین کے خلاف دوسرے مصارف میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔(۱)

زکوۃ و چرمِ قربانی کی رقم تعمیرِ مسجد کے لیے دینا

مسئلہ(۱۷۰): زکوۃ و چرمِ قربانی کی رقم اسی طرح صدقۂ فطر کا روپیہ تعمیرِ مسجد و مدرسہ میں بدونِ حیلۂ تملیک کے صرف کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ صدقاتِ واجبہ میں=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الشامية " : الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره . (۲/ ۲۶۹، كتاب الزكاة، سعيديه)

ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية ": رجل جمع مالاً من الناس لينفقه في بناء المسجد وأنفق من تلك الدراهم في حاجة نفسه ثم رد بدلها في نفقة المسجد لا يسعه أن يفعل ذلك، وإذا فعل إن كان يعرف صاحب المال رد الضمان عليه، أو يسأله ليأذن له بإنفاق الضمان في المسجد . (۳/ ۲۹۹، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً)

(فتاوی دار العلوم:۱۳/ ۵۰۰، ۵۰۷، فتاوی محمودیہ:۱۵/ ۱۵۲، امداد الفتاوی:۲/ ۵۷۲)

= تملیک یعنی مستحقِ صدقہ کو مالک بنانا ضروری ہے اور تعمیر میں صرف کرنے سے تملیک نہیں ہوسکتی، اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرلیا تو صدقاتِ واجبہ کی یہ رقم اپنے پاس سے دوبارہ اس کے مصرف میں خرچ کریں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿إنما الصدقات للفقراء والمسٰكين﴾ . (سورة التوبة : ٦٠)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : الصدقة تقتضي تمليكاً ...... وشرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق عليه . (۳/۱٦۱)

ما في " الفتاوى الولوالجية ": ولا يجوز الحج والعتق وبناء المسجد من زكاة ماله لأنهم مامورون بالإيتاء للفقير وهو عبارة عن التمليک من الفقير ولم يوجد .

(۱/۱۸۰، كتاب الزكاة ، الفصل الثاني)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويشترط أن يكون تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرف إلى بناء مسجد ونحوه .... قال الشامي : قوله : (مسجد ونحوه) كبناء القناطير والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار وكل ما لا تمليک فيه .

(۳/۲۹۱، باب المصرف ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۸، باب المصارف)

ما في " البدائع ": فإذا ظهر بيقين أنه ليس بمحل الصدقة ظهر أنه لم يجز وتجب عليه الإعادة وليس له أن يسترد ما دفع إليه ويقع تطوعاً .

(۲/۴۸۴ ، كتاب الزكاة ، فصل في ركن الشرائط) (فتاوی دارالعلوم:۱۳/۵۱۴)

مسجد کی آمدنی سے خطیب وواعظ کو تنخواہ دینا

مسئلہ (۱۷۱): اگر کسی مسجد کی آمدنی اس کے اخراجات سے زائد ہوں تو اس کی آمدنی سے خطیب، واعظ اور مکتب کے معلم کو تنخواہ دینا جائز ہے، گرچہ واقف کی شرط معلوم نہ ہو۔(۱)

متولی کا مسجد کی آمدنی میں تصرف کرنا

مسئلہ (۱۷۲): متولی کا مسجد کی آمدنی اپنی ضرورت میں خرچ کرنا پھر مسجد کی ضرورت کے وقت اس کو ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ خرچ کرلیا تو اس پر ضمان واجب ہے اور وہ رقم ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلک إلى آخر المصالح .
(۴۳۸/۶ ، البحر الرائق : ۳۵۶/۵)

ما في " منحة الخالق على البحر الرائق ": وفي الحاوي القدسي من كتاب الوقف بما لفظه : الذي يبدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أولا، ثم ما هو أقرب الى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف إليهم قدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلک. (۳۵۶/۵) (فتاوی دار العلوم:۱۳/ ۴۴۸)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته وله أن يحمله من البيت إلى المسجد .
(۴۶۲/۲ ، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ، فتاوی قاضيخان على هامش الهندية :۲۹۴/۳ ، باب الرجل يجعل داره مسجداً ، البحر الرائق : ۴۲۰/۵ ، دار الكتاب ديوبند) =

مسجد کا مال کسی کو قرض دینا

مسئلہ (۱۷۳): مسجد کے متولیوں، کمیٹیوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ وقف کی جائداد کی آمدنی میں سے کسی کو قرض دے، اگر دیدیا اور وہ ضائع ہوا تو ان پر اس کا ضمان یعنی تاوان واجب ہوگا۔ (۱)

= ما في " البحر الرائق ": إن القيم ليس له إقراض مال المسجد قال في جامع الفصولين : ليس للمتولي إيداع مال الوقف والمسجد إلا ممن في عياله ولا إقراضه فلو أقرضه ضمن ....

وفي القنية : القيم ضمن مال الوقف بالاستهلاک ثم صرف قدر الضمان إلى المصرف بدون إذن القاضي يخرج عن العهدة . (۵/ ۴۰۱/ ۴۰۲)

ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : رجل جمع مالا من الناس لينفقه في بناء المسجد وأنفق من تلک الدراهم في حاجة نفسه ثم رد بدلها في نفقة المسجد ، لا يسعه أن يفعل ذلک ، وإذا فعل إن کان يعرف صاحب المال رد الضمان عليه أو يسأله ليأذن له بإنفاق الضمان في المسجد .

(۳/ ۲۹۹ ، کتاب الوقف ، باب الرجل يجعل داره مسجداً ، الفتاوى الولوالجية : ۱/ ۵۴ ، الفصل الرابع في أحكام الحمام وأحكام المسجد) (فتاوی دار العلوم: ۱۳/ ۲۳۰)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " البحر الرائق " : إن القيم ليس له إقراض مال المسجد . قال في جامع الفصولين : ليس للمتولي إيداع مال الوقف والمسجد إلا ممن فی عياله، ولا اقراضه، فلو أقرضه ضمن .

(۵/ ۴۰۱) (فتاوی دار العلوم: ۱۳/ ۱۸۳، نظام الفتاوی: ۴/ ۱۶۶)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية ": وإقراضه ما فضل من غلة الوقف يرجى أن يجوز إذا کان أجود للوقف . أما الإنفاق على نفسه ليؤديه إذا احتاج إليه الوقف فلا . ويحترز عنه كل الاحتراز فإن فعل ذلک ثم رده إلى الوقف يبرأ . (۶/ ۲۷۰)

مقروض متولیٔ مسجد کوقرض سے بری کرنے کا کسی کوحق نہیں

مسئلہ (۱۷۴): اگر متولی کے ذمہ مسجد کی کوئی رقم واجب الاداء ہو اور وہ ادا کرنے کی قدرت نہ رکھنے کی صورت میں عام مسلمانوں یا جدید متولی سے معافی کا خواستگار ہو تو کسی کو معاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، کیوں کہ یہ وقف کی رقم ہے جو اللہ کی ملک ہے اور بندہ اللہ کی ملک میں تصرف کا مجاز نہیں ہے۔(۱)

مسجد میں حرام مال لگانا

مسئلہ (۱۷۵): اللہ رب العزت کی ذات طیب ہے اور طیب ہی کو قبول کرتا ہے، اس لیے جس شخص کی آمدنی حرام مال ہو، مثلاً وہ سودی کاروبار کرتا ہو یا اس کا بزنس=

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الوقف هو حبسها على حكم ملك الله تعالى ...
.... قوله : (على حكم ملك الله تعالى) المراد أنه لم يبق على ملك الواقف ولا انتقل إلى ملك غيره بل صار على حكم ملك الله تعالى الذي لا ملك فيه لأحد سواه .
(۶/۴۰۸ ، كتاب الوقف)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأصل أن حقوق الله سبحانه وتعالى لاتقبل الإسقاط من أحد من العباد لأنه لا يملك الحق في ذلك ومن حاول إسقاط حق من حقوق الله تعالى فإنه يقاتل كما فعل أبو بكر رضي الله عنه بمانعي الزكاة . (۱۸/۲۴)

وما في " البحر الرائق " : ومنها اكار تناول من مال الوقف فصالحه المتولي على شيء والأكار غني لا يجوز الحط من مال الوقف وإن كان الأكار فقيراً جاز ذلك وهو محمول على ما إذا كان الوقف على الفقراء . (۵/۴۰۶) (فتاوی دارالعلوم:۱۳/۴۳۳)

= ایسی چیزوں کا ہو جو بنگاہِ شرع حرام ہیں اور وہ اپنی اسی حرام آمدنی کو مسجد میں لگانا چاہے، تو شرعاً یہ ناجائز اور مکروہِ تحریمی یعنی بمنزلہ حرام ہے، کیوں کہ اس میں اللہ کے گھر کو ایسے مال سے ملوث کرنا لازم آتا ہی جس کو وہ قبول نہیں کرتا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث " : قال رسول الله ﷺ : " أيها الناس ! إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً ".

(الصحيح لمسلم : ۱/۳۲۶ ، رقم الحديث :۱۰۱۵ ، كتاب الزكاة)

ما في " شرح النووي على المسلم " : قال النووي : فيه الحث على الإنفاق من الحلال والنهي عن الإنفاق من غيره وفيه أن المشروب والمأكول والملبوس ونحو ذلک ينبغي أن يكون حلالاً خالصاً لا شبهة فيه . (۳۳۸/۴ ، كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب..الخ)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من تصدق بمال الحرام ويرجو الثواب كفر .

(۲/۲۷، رقم الحديث : ۳۰۱)

وما في " الشامية " : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله .

(۲/۳۷۳ ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب..الخ)

وما في " الشامية " : رجل دفع إلى فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب يكفر....... قلت : الدفع إلى الفقير غير قيد بل مثله فيما يظهر لو بنى من الحرام بعينه مسجداً ونحوه مما يرجو به التقرب لأن العلة رجاء الثواب فيما فيه العقاب ولا يكون ذلک إلا باعتقاد حله .

(۳/۲۰۲ ، كتاب الزكاة ، مطلب في التصدق من المال الحرام)

مسجد ویران ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۱۷۶): اگر کسی مسجد کے اردگرد بسنے والے تمام مسلمانوں کے کسی اور جگہ منتقل ہونے کی وجہ سے مسجد ویران ہوجائے، تو اس کے ویران ہونے کی وجہ سے وہ مسجد یت سے خارج نہیں ہوگی، کیوں کہ جب کوئی جگہ مسجد بن جاتی ہے تو وہ ابدالآباد یعنی ہمیشہ ہمیش تک مسجد ہی باقی رہتی ہے، خواہ وہ ویران ہوجائے، مسلمانوں پر اس کا احترام اور اس کی حفاظت لازم ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام . والثاني أبداً إلى قيام الساعة وبه يفتى .

(۶/ ۴۲۹، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره)

ما في " البحر الرائق " : قال محمد : إذا خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه فإنه يعود إلى ملك الواقف أو ورثته قال أبو يوسف : هو مسجد أبداً إلى قيام الساعة لا يعود ميراثاً ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أو لا ، وهو الفتوى كذا في الحاوي القدسي، وفي المجتبى: وأكثر المشايخ على قول أبي يوسف ورجح في فتح القدير قول أبي يوسف . (۵/ ۴۲۱ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " فتح القدير " : ولو خرب ما حول المسجد واستغنى عنه أي استغنى عن الصلاة فيه أهل تلك المحلة أو القرية بأن كان في قرية فخربت وحولت مزارع يبقى مسجداً على حاله عند أبي يوسف وهو قول أبي حنيفة ومالك والشافعي . (۶/ ۲۱۹ ، كتاب الوقف)

(فتاوی دار العلوم :۱۳/ ۳۳۹)

بستی ویران ہونے پر مسجد اور سامانِ مسجد کا حکم

مسئلہ (۱۷۷): اگر کسی علاقے کے لوگ اپنے علاقے کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں منتقل ہورہے ہوں، تو اس صورت میں مسجد کی ضرورت باقی نہ رہنے کی بناء پر مسجد کے سامان کو فروخت کرکے کسی دوسری مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے، تاکہ مسجد کا سامان ضائع نہ ہو، البتہ مسجد کی زمین ابدالآباد تک مسجد ہی باقی رہے گی، اس کو کسی اور مصرف میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية ": عن الحلواني رحمه الله في المسجد والحوض إذا خرب وتفرق الناس يصرف أوقافه إلى حوض ومسجد آخر . (۲۷۱/۶)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : سئل شيخ الإسلام عن أهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب .... هل لواحد لأهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ويمسك الثمن ليصرفه إلى بعض المساجد أو إلى هذا المسجد ؟ قال: نعم ؛.

(۴۳۰/۶، مطلب في نقل انقاض المسجد)

ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : رباط في طريق بعيد استغنى عنه المارة وبجنبه رباط آخر قال السيد الإمام أبو شجاع رحمه الله تعالى : يصرف غلته إلى الرباط الثاني كالمسجد إذا خرب واستغنى عنه أهل القرية فرفع ذلک إلى القاضي فباع الخشب وصرف الثمن إلى مسجد آخر جاز . (۳۱۵/۳ ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۲۷۰/۶)

مسجد کی شکستہ کتابیں کسی کو دینا

مسئلہ(۱۷۸): مسجد یا مدرسہ کا موقوفہ قرآنِ کریم اور کتبِ دینیہ شکستہ ہوجائیں، ان میں کوئی شخص شوق ورغبت سے نہ پڑھتا ہوتو ان کو پڑھنے اور درست کرنے کے لیے کسی شخص کو دیا جاسکتا ہے، اس کو ان کا مالک نہیں بنایا جاسکتا۔(۱)

کسی حصۂ مسجد کو تعمیر سے خارج کرنا

مسئلہ(۱۷۹): جب پرانی مسجد کو شہید کر کے اسکی نئی تعمیر کی جارہی ہوتو نئی تعمیر میں پرانی مسجد کے کسی حصہ کو تعمیر سے خارج کرنا جائز نہیں، اور اگر کسی حصہ کو خارج کر بھی دیا گیا تو وہ مسجد ہی رہیگی، جنبی، حائضہ وغیرہ کو اس میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور نہ=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار" : فإذا تم ولزم لا يملک ولا يُملَّک ولا يعار ولا يرهن. درمختار.
قوله : لا يملک أي لا يكون مملوكاً لصاحبه ، ولا يُملَّک أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليک الخارج عن ملک . (۶/ ۴۲۱، كتاب الوقف)

ما في " فتاوى النوازل للإمام الفقيه أبي الليث السمرقندي ": وعندهما الوقف حبس العين على حكم ملک الله تعالىٰ لان له فيه حق التمليک ولا يباع ولا يرهن ولا يورث فصار بمنزلة المسجد أو جعل أرضه مسجداً .... وفي حاشية فتاوى النوازل: قال النووي : وهذا مذهبنا ومذهب الجمهور ويدل عليه أيضاً إجماع المسلمين على صحة وقف المساجد والسقايات وفيه أن الوقف لا يباع ولا يوهب ولا يورث إنما يتبع فيه شرط الواقف. (ص:۳۳۷)
(فتاوی دار العلوم:۱۳۰/۱۴۰۴)

=ہی اس حصہ میں امام ومؤذن یا جماعتوں کے رکنے کے لیے حجرہ یا مسافر خانہ بنانا جائز ہے، کیونکہ جوزمین ایک دفعہ مسجد ہوجاتی ہے وہ ابداً آباد یعنی ہمیشہ ہمیشہ تک مسجد رہتی ہے۔ (۱)

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا

مسئلہ (۱۸۰): مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانے کی اجازت نہیں، کیوں کہ اس سے مسجد کا احترام باقی نہ رہے گا، اور لانے والوں کو اطمینانِ قلب نہ رہے گا، نماز میں=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبدا إلى قيام الساعة وبه يفتى. (۴۲۹/۶)

ما في " الهندية " : قيم المسجد لا يجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد أو في فنائه لأن المسجد إذا جعل حانوتاً ومسكناً تسقط حرمته وهذا لا يجوز . (۴۶۲/۲)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية ": ولا يجوز للقيم أن يجعل شيئاً من المسجد مسكناً أو مستغلاً ولا أن يبنى في فناء المسجد حوانيت . (۲۸۵/۶)

ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : ولو إن قيم المسجد أراد أن يبني حوانيت في حريم المسجد وفنائه قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالىٰ :لا يجوز له أن يجعل شيئاً من المسجد مسكناً أو مستغلاً . (۲۹۳/۳)

ما في " البحر الرائق " : يمنع الحيض دخول المسجد وكذا الجنابة... ...... وحرمة الدخول للجنب ، وفناء المسجد له حكم المسجد في حق جواز الاقتداء بالإمام وإن لم تكن الصفوف متصلة ولا المسجد ملآناً . (۳۳۸/۱، كتاب الطهارة، الفصل الرابع)

= کھڑے ہوں گے مگر خشوع وخضوع نہ ہوگا، بچوں کی طرف دل لگا رہے گا، ہاں اگر بچہ سمجھدار ہو نماز پڑھتا ہو، مسجد کے ادب واحترام کا پاس ولحاظ رکھتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعهدنا إلى إبراهيم وإسمعيل أن طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود﴾ . (سورة البقرة:۱۲۵)

ما في " التفسير المنير": وهذا البيت طاهر مطهر وصينا إبراهيم وإسماعيل بتطهيره من الأوثان وعبادة الأصنام وتطهير من كل رجس حسي أو دنس معنوي كاللغو والرفث والتنازع فيه.

(۱/ ۳۳۱)

ما في " الحديث ": عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال: "جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم " .

(السنن لإبن ماجه: ص ۵۴، باب ما يكره في المساجد)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يكره إدخال البهائم والمجانين والصبيان الذين لا يميزون المسجد لأنه يؤمن من تلويثهم إياه . (۱/ ۵۵۰، في أحكام المسجد، الفصل الخامس الغسل)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : حرمة إدخال الصبيان والمجانين حيث غلب تنجيسهم وإلا فيكره . (۳۲۰ ، القول في أحكام المسجد، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الهندية " : ذكر الفقيه رحمه الله تعالى في التنبيه : حرمة المسجد خمسة عشر: ..... والرابع عشر أن ينزهه عن النجاسات والصبيان والمجانين وإقامة الحدود .

(۵/ ۳۲۱ ،كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد)

وما في " الدر المختار مع الشامية " : ويحرم إدخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم وإلا فيكره .

(۲/ ۳۷۱ ، كتاب الصلاة، مطلب في أحكام المسجد، حلبي كبير: ص ۶۱۰)

(فتاوی رحیمیہ: ۹/ ۱۲۰، فتاوی محمودیہ: ۱۵/ ۲۱۶، کفایت المفتی: ۳/ ۱۷۲)

کتاب الجنایات

(جنایات کا بیان)

ایک گاڑی دوسری گاڑی پر گر جائے تو نقصان کی صورت میں ضمان کس پر آئے گا؟

مسئلہ (۱۸۱): بسا اوقات بہت سے لوگ کسی پارکنگ (Parking) میں اپنی گاڑیاں ترتیب سے کھڑی کرتے ہیں، جہاں انہیں پارکنگ کا حق حاصل ہوتا ہے، اگر کسی گاڑی کا اسٹینڈ ٹوٹ جانے یا تیز ہوا وغیرہ چلنے کی وجہ سے وہ اپنی قریبی گاڑی پر گر جاتی ہے، جس کی وجہ سے یکے بعد دیگرے سب یا اکثر گاڑیاں گر جاتی ہیں، جس میں گاڑی مالکوں کا نقصان ہوجاتا ہے، اس صورت میں اس شخص پر کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا، جس کی گاڑی گرنے کی وجہ سے دوسری گاڑیاں گر گئیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " جرح العجماء جبار ، والبئر جبار، والمعدن جبار ، وفي الركاز الخمس" .

(السنن الكبرى للبيهقي :۵۹۵/۸، رقم الحديث: ۱۷۶۸۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا ربط شخصان دابتيهما في محل لهما حق الربط فيه فأتلفت إحدى الدابتين الأخرى لا يلزم الضمان .

(۲۸۰/۲۸، شرح المجلة لسليم رستم باز: ص۵۳۳، المادة: ۹۳۹۵)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : لا ضمان عليه إذا أوقف الدابة في الأسواق أو الأماكن المخصصة من قبل السلطان للوقوف اوالماذون بها من جهته كالمحطات الجانبية أو في الفلاة لأن الوقوف فيها مباح لعدم الإضرار بالناس.

(۵۷۸۳/۷، كتاب الجنايات، ما لا يمكن الاحتراز عنه لا ضمان عليه) =

ایکسیڈنٹ کا ضمان گاڑی مالک پر ہوگا

مسئلہ (۱۸۲): اگر کسی شخص کا سرکاری یا کسی کی ذاتی سواری سے ایکسیڈنٹ ہوجائے اوروہ حادثہ میں فوت یا زخمی ہوجائے، تو فوت ہونے کی صورت میں اس کے ورثاء کو اور زخمی ہونے کی صورت میں خود اسے سرکار یا گاڑی مالک سے مالی معاوضہ لینا اوران کے نہ دینے کی صورت میں ان کے خلاف مقدمہ دائر کرنا دونوں باتیں درست ہیں، البتہ معاف کردینا بہتر ہے۔(۱)

= وما في " مجمع الضمانات " : ولو أن دابة انفلتت ليلاً أو نهاراً فأصابت مالاً أو آدمياً لا ضمان على صاحبها لأن فعل العجماء هدر كما صرح في الحديث الصحيح . (ص: ۲۰۶)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : إذا ربط شخصان دابتيهما في محل لهما حق الربط فيه فأتلفت إحدى الدابتين الأخرى فلا يلزم الضمان مثلاً لو أتلفت دابة أحد الشريكين في دار دابة الآخر عندما ربطاهما في تلك الدار لا يلزم الضمان... (المادة: ۹۳۹) .... مثلاً لو أتلفت دابة أحد الشريكين في دار دابة الآخر عند ما ربطاهما في مكان من تلك الدار لا يلزم الضمان الدابة المتلفة صاحب الدابة الأخرى . (۲/۶۴۳/۶۴۴)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا وأصلح فأجره على الله﴾.
(سورة الشوریٰ: ۴۰)

ما في " الهندية " : الراكب ضامن لما وطئت الدابة وما أصابت بيدها أو رجلها أو رأسها أو كدمت أو خبطت وكذا إذا صدمت . (۶/۵۰، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم، الهداية : ۲/۵۹۴، كتاب الجناية ، باب الجناية البهيمة والجناية عليها، فتاوى النوازل: ص: ۴۴۳، كتاب الجنايات) (قاموس الفقہ :۲/۲۰۲،مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)=

جب دوسوار آپس میں ٹکرا جائیں تو نقصان کا ضمان کس پر ہوگا؟

مسئلہ (۱۸۳): جب دوسوار آپس میں ٹکرا جائیں اور ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کی غلطی ہو تو اس پر دوسرے کے لیے ضمانِ نقصان واجب ہوگا، اور اگر دونوں کی غلطی ہو تو ہر ایک دوسرے کے لیے نقصان کا ضامن ہوگا۔ (۱)

= ما في" الموسوعة الفقهية الكويتية ": فراكب الدابة يضمن ما وطئته برجلها أو يدها كما يقول الكاساني أي مات لوجود الخطا في هذا القتل وحصوله على سبيل المباشرة لأن ثقل الراكب على الدابة والدابة آلة له مكان القتل ، الحاصل بثقلها مضافاً إلى الراكب ولو كدمت أو صدمت فهو ضامن . (۲۸۱/۲۸)

ما في " حاشية الهداية " : إنما وجبت الدية في الخطإ بخلاف القياس لأن القتل أعظم العقوبات والخاطي معذور فيتعذر إيجاب المال عليه ونفس المقتول محرمة لا يسقط حرمتها بعذر الخطإ فوجب المال صيانة للدم عن الهدر منه . (۵۴۴/۲، كتاب الجنايات، رقم الحاشية:۶)

ما في " الموسوعة الفقهية الكويتية " : اتفق الفقهاء على أن من قتل مومناً خطأً فعليه الدية والكفارة ...... ويجري هذا الحكم على الكافر والمعاهد . (۳۲۸/۳۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أما إذا كان المخطئ أحد المتصادمين كان الضمان عليه باتفاق الفقهاء . (۵۷۹۰/۷)

وما فيه أيضاً: إذا تصادم راكبان أو فارسان أو ملاحان أو سائقا سيارة أو ماشيان أو راكب وماش فماتا أو تلف شيء بسبب التصادم وجب الضمان على كل واحد منهما عند الحنفية والحنابلة . (۵۷۸۸/۷)

ما في " مجمع الضمانات ": ولو اصطدم فارسان حران فماتا فعلى عاقلة كل واحد منهما الدية للأخرى كما في الهداية . (ص۴۰۳)=

دورانِ سفر گاڑی حادثہ کا شکار ہو جائے تو ضامن کون؟

مسئلہ (۱۸۴): اگر دورانِ سفر ڈرائیور کے ہاتھوں گاڑی کا ایکسیڈنٹ (Accident) ہو جائے تو اس پر نقصان کی تلافی لازم نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ اجیرِ خاص یعنی تنخواہ دار ملازم ہے، اس کی حیثیت امین (Trustee) کی ہے اور امانت کے ضائع ہونے پر امین پر ضمان لازم نہیں ہوتا، ہاں اگر ڈرائیور کی طرف سے کوئی مخالفت یا تعدی (Trespass) یا تعمد (Intention) پایا جائے تو ان صورتوں میں وہ ضامن ہوگا۔[1]

= ما في " شرح المجلة لسليم رستم ابن باز " : وإن اصطدم فارسان أو راجلان وماتا منه فإن كان الاصطدام خطأ ضمن عاقلة كل منهما دية الآخر لأن موت كل منهما مضاف إلى فعل صاحبه لأن فعله وهو المشي في الطريق مباح .

(ص ۵۲۸ ، المادة: ۱۳۱ ۹، فتاوى النوازل :ص ۴۴۴ ، كتاب الجنايات ، فصل في جناية البهيمة)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " النتف في الفتاوى للسغدي ": فأما الأجير الخاص فهو الذي يعمل لک وحدک دون غيرک ، ويقال : أجير الواحد وهو لا يضمن ما يهلک على يديه إلا في ثلاثة أوجه إذا خالف أو تعدى أو تعمد . (ص ۳۰۴ ، كتاب الإجارة ، الأجير الخاص)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته ": اتفق أئمة المذاهب على أنه لا يكون ضامناً العين التي تسلم إليه للعمل فيها لأن يده يد أمانة كالوكيل والمضارب ما لم يحصل منه تعد أو تقصير في حفظه سواء تلف الشيء في يده أو اثناء عمله . (۵/ ۳۸۴۷)

وما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : والثاني وهو الأجير الخاص وهو من يعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل .... ولا يضمن ما هلک في يده أو بعمله كتخريق الثوب من دقه إلا إذا تعمل الفساد فيضمن كالمودع ..... قوله : (كالمودع) أي إذا تعمد الفساد فإنه يضمن . (۹/ ۸۱-۸۳)

كتاب الحظر والإباحة

(ممنوع ومباح کا بیان)

عبادتوں میں ریاء (دکھلاوا) حرام ہے

مسئلہ (۱۸۵): نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے کہ عبادتوں میں اخلاص واجب ہے اور ریاء ودکھلاوا حرام ہے، اپنی عبادتوں میں اللہ کی رضا کا مقصود ہونا اخلاص ہے، کسی اور چیز کا مقصود ہونا ریاء ہے، آپ ﷺ نے ریاء کو شرکِ اصغر فرمایا ہے، اگر کوئی شخص اس لئے نماز پڑھے کہ لوگ ترکِ صلوٰۃ کرتے ہوئے دیکھیں گے تو کیا کہیں گے، یا کوئی طالبِ علم نماز چھوڑنے پر سزا کے ڈر سے نماز پڑھے تو یہ بھی ریاء میں داخل ہے، اس طرح سے پڑھی جانیوالی نماز صحیح تو ہو جائے گی مگر ثواب سے خالی ہوگی، کیوں کہ صحت ثواب کو اور ثواب صحت کو مستلزم نہیں ہے، صحت شرائط وارکان سے متعلق ہے اور ثواب اخلاص سے، لہٰذا جب کوئی عبادت کی جارہی ہو تو اخلاص کے ساتھ کی جائے تا کہ وہ صحیح بھی ہو جائے اور آخرت میں ثواب بھی حاصل ہو اور یہی عبادت کی غرض ہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ . (سورة البينة:۵)
وقال تعالى : ﴿فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه أحدًا﴾ .
(سورة الكهف: ۱۱۰)

ما في " أدب الدنيا والدين " : قال جميع أهل التاويل معنى قوله : ﴿ولا يشرك بعبادة ربه أحدًا﴾ أي لا يرائي بعمله أحداً فجعل الرياء شركاً . وقال تعالى : ﴿ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها﴾. [سورة الإسراء: ۱۱۰] قال الحسن البصري : لا تجهر بها رياء ولا تخافت بها حياء . (ص ۸۵) =

....

....

....

= وما في " حديث جبرئيل ": قال :" فأخبرني عن الإحسان قال : أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك ".

(الصحيح لمسلم : ۱/۲٦ ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان الخ، دار احياء التراث العربي)

ما في " المرقاة المفاتيح" : المخلص في الطاعة يوصل الفعل الحسن إلى نفسه والمرائي يبطل عمل نفسه . (۱/۱۲۰)

وما في " الحديث " : قال النبي صلى الله عليه وسلم : " من سمع سمع الله به ، ومن يرائي يرائي الله به ". متفق عليه.

(الصحيح للبخاري : رقم الحديث: ٦٤٩٩، الصحيح لمسلم : رقم الحديث:۲۹۸۷[٤٨])

ما في " المرقاة ": درجات الرياء أربعة أقسام : الأولى وهي أغلظها أن لا يكون مراده الثواب أصلاً كالذي يصلي بين أظهر الناس ولو انفرد لكان لايصلي .... فهو الممقوت عند الله تعالى . (۹/۵۰۳،كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة)

وما في " الحديث " : عن شداد بن أوس رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " من صلى يرائي فقد أشرك ومن صام يرائي فقد أشرك ومن تصدق يرائي فقد أشرك ".

(المسند للإمام أحمد بن حنبل :۱۳/۲۷٦، رقم الحديث :۱۷۰۷۵)

ما في " الشامية " : اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالى واجب والرياء ... . فيها حرام بالإجماع للنصوص القطعية وقد سمى عليه الصلاة والسلام الرياء الشرك الأصغر وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان والنية هي شرط لصحة الصلاة ..... الرياء الكامل المحبط للثواب من أصله كما إذا صلى لأجل الناس ولولا هم ما صلى .

(۹/۵۲۲،كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع، البحر الرائق :۸/۳۷۸ ، فصل في البيع ، الأشباه والنظائر:ص ۱۲۱ ، القاعدة الأولى، الباب الخامس)

کمپنی کا سامان ملازم کے پاس امانت ہے

مسئلہ (۱۸۶): اگر کوئی شخص کسی ادارہ یا کمپنی میں ملازم ہو اور ادارہ نے اسے مفوضہ کام کی انجام دہی کے لیے کچھ چیزیں مثلاً فون، فیکس مشین، زیراکس مشین، سواری اور کمپیوٹر وغیرہ دے رکھا ہو، تو یہ چیزیں بطورِ امانت اس کی تحویل میں ہوگی، اس لیے اپنی ذاتی ضرورتوں میں ان کا استعمال خیانت ہوگا، جو شرعاً ناجائز وحرام ہے، لہٰذا اس سے بچنا واجب ہے، ہاں اگر کمپنی یا ادارہ اپنی ذاتی ضرورتوں میں استعمال کی اجازت دے تو جائز ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا أماناتكم وأنتم تعلمون﴾ . (سورة الأنفال:۲۷)

ما في " الحديث " : " آية المنافق ثلاث : إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان ".

(صحيح البخاري : ۱/۱۰ ، كتاب الإيمان ، علامة المنافق)

ما في " الموسوعة الفقهية " : خيانة الأمانة حرام لقوله تعالى : ﴿يآيها الذين آمنوا لا تخونوا الله والرسول﴾ . (۲۰/۱۸۵ ، الزواجر عن اقتراف الكبائر : ۲/۵۱۳)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " التصرف في مال الغير بغير إذن حرام " .

(۲/۶۸۸ ، رقم القاعدة : ۲۰۶)

ما في " الشامية ": بقاعدة فقهية سداً للذرائع: " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " .

(۵/۳۲۲ ، مكتبه نعمانيه)

مختلف کمپنیوں کے کیلنڈر اور ڈائری کے احکام

مسئلہ (۱۸۷): آج کل سالِ نو کے آغاز میں کیلنڈر اور ڈائریاں تقسیم کرنے کا رواج ہے، اصلاً یہ کسی کمپنی یا ادارہ کا اشتہار ہوتی ہیں، اگر یہ کیلنڈر اور ڈائریاں ایسی کمپنی کی ہیں جن کا کاروبار حرام ہے، مثلاً سودی بینک، تو ان کو اپنی آفسوں میں رکھنا اور استعمال کرنا حرام میں تعاون کے مترادف ہے، اس سے بچنا لازم ہے، اور اگر ان کا کاروبار جائز اور مباح ہے، مثلاً بکڈ پو، جوتا یا کپڑے کی کمپنی، تعمیرات میں لگنے والی اشیاء کی کمپنی، یا ملبوسات ومطعومات کی کمپنی، تو ان کے رکھنے اور استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في" القرآن الكريم ": ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾.
(سورة المائدة: ۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص ": قوله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ يقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة لله تعالى لأن البر هو طاعات الله، وقوله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى. (۲/ ۳۸۱)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية ": بقاعد فقهية: " الإعانة على المحظور محظور ".
(۲/ ٦۴۴)

ما في " الأشباه والنظائر للسيوطي ": " الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم ". (۱/ ۱۳۱)

بال یا ناخن جلانا یا فروخت کرنا

مسئلہ (۱۸۸): ناخن یا بال وغیرہ کو جلانا یا ایسے مقام پر جہاں ان کی توہین وتذلیل ہو، مثلاً بیت الخلاء وغیرہ میں ڈالنا یا فروخت کرنا جائز نہیں ہے[۱]، کیوں کہ بال اور ناخن اعضاء انسانی کا جز ہے اور انسان کا ہر جز محترم ومکرم ہے[۲]، لہٰذا بال اور ناخن کو دفن کر دینا چاہیے۔[۳]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " فتح القدير " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها لأن الآدمي مكرم لا مبتذل . (فتح القدير:۶/۳۹۰، باب بيع الفاسد، ردالمحتار:۷/۱۲۹، كتاب البيوع، مطلب الآدمي مكرم شرعا ولو كافرا)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرمنا بني آدم وحملناهم في البر والبحر ورزقناهم من الطيبات وفضلنٰهم على كثيرٍ ممن خلقنا تفضيلا﴾ . (بني اسرائيل:۷۰)

(۳) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وروي أن النبي ﷺ أمر بدفن الشعر والظفر........... وفي الخانية : ينبغي أن يُدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره وإن رماه فلا بأس . (ص۵۲۷، الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۶۴، الفتاوى الهندية :۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر)

ما في " المغني " : عن ميل بنت مشرح الأشعرية قالت: "رأيت أبي يقلم ويدفنها ويقول:" رأيت النبي ﷺ يفعل ذلک"............ وعن ابن جريج عن النبي ﷺ قال: كان يعجبه دفن الدم، وكان ابن عمر يدفن شعره وأظفاره ..... كلهم .

(۱/۱۰۲، كشاف القناع: ۱/۸۴، حاشية الفقه الإسلامي وأدلته : ۱/۴۶۵)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي ": بقاعدة فقهية: "إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا " . (ص: ۴۶)

ہوٹلوں میں کھانے کا ایک مروّج طریقہ اور اس کا حکم

مسئلہ (۱۸۹): آج کل بڑے بڑے ہوٹلوں میں یہ طریقہ مروج ہے کہ خریدار کے سامنے مختلف قسم کے کھانے پیش کئے جاتے ہیں، جن کی ایک متعینہ قیمت ہوتی ہے، اس میں خریدار کو اختیار ہوتا ہے کہ جو چاہے کھانا پسند کرے، کم کھائے یا زیادہ کھائے لیکن قیمت ایک ہی ہوگی، اگر چہ اس صورت میں مبیع کی مقدار مجہول ہے کہ خریدار کتنا کھائے گا، مگر چوں کہ اس طرح کرنے سے باہمی کوئی نزاع نہیں ہوتا، نیز عرفِ عام بھی ہوگیا ہے اس لیے ایسا کرنا جائز ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث ": " نهى عن بيع الحصاة وبيع الغرر ".

(المسند للإمام أحمد بن حنبل: ۹/ ۲۶۶، رقم الحديث: ۹۵۹۴)

وما في " جامع الأصول ": الغرر ماله ظاهر تؤثرة وباطن تكرهه فظاهره يغر المشترى وباطنه مجهول. (۱/ ۵۲۷، بحواله تكملة فتح الملهم: ۱/ ۳۱۹)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني ": الغرر: عرفه الجرجاني بأنه ما يكون مجهول العاقبة لا يدرى أيكون أم لا. (ص ۱۶۴)

ما في " الموسوعة الفقهية ": وقال ابن رشد الحفيد: الفقهاء المتفقون على أن الغرر الكثير في المبيعات لا يجوز وأن القليل يجوز .... يشترط في الغرر حتى يكون مؤثراً أن يكون كثيراً، أما إذا كان الغرر يسيراً فإنه لا تاثير له على العقد .... قال القرافي: الغرر والجهالة أي في البيع ثلاثة أقسام؛ كثير ممتنع إجماعاً كالطير في الهواء، وقليل جائز إجماعاً كأساس الدار وقطن الجبة، ومتوسط اختلف فيه هل يلحق بالأول أم بالثاني.

(۳۱/ ۱۵۱، غرر) =

....

....

....

وما في " تكملة فتح الملهم " : فأما الغرر بمعنى جهالة المبيع فربما يتحمل إذا كان يسيراً دعت الحاجة إليه ، ولم يكن مفضياً إلى المنازعة في العرف وفي مثله، قال النووي : أجمع المسلمون على جواز دخول الحمام بالأجرة مع اختلاف الناس في استعمالهم الماء وفي قدر مكثهم ، وأجمعوا على جواز الشرب من السقاء بالعوض مع جهالة قدر المشروب واختلاف عادة الشاربين .

(تكملة فتح الملهم : ۱/ ۳۲۰ ،كتاب البيوع ، الموسوعة الفقهية: ۳۱/ ۱۵۱ غرر، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج : ۸/۲، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذى فيه غرر، عقود رسم المفتي: ص ۱۸۴ ، تغير الأحكام بتغير الزمان ، الهداية :۳/ ۲۳۴ ،كتاب الإجارة)

ما في " الشامية " : لأن الناس في سائر الأمصار يدفعون أجرة الحمام وإن لم يكن يعلم مقدار ما يستعمل من الماء ولا مقدار القعود فدل إجماعهم على جواز ذلک وإن كان القياس يأباه لوروده على إتلاف العين مع الجهالة .

(۹/ ۲۰، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب فى حديث دخوله عليه الصلاة والسلام الحمام، مكتبه زكريا، ودارالكتب العلمية بيروت)

وما في " الشامية " : وفي البزازية : إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاک وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل . (۹/ ۶۴، باب الإجارة الفاسد)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي ": بقاعدة فقهية : "المعروف عرفاً كالمشروط شرعاً ". (ص: ۳۴۳ ، مبحث الثالث، القاعدة العادة محكمة)

فصل في الأكل والشرب

(فصل ہے کھانے پینے کے بیان میں)

کھانے کی اقسام اور ان کا حکم

مسئلہ (۱۹۰): کھانا کھانے کی پانچ صورتیں ہیں: فرض۔ مباح۔ حرام۔ مندوب۔ مکروہ۔

(۱) فرض: اس قدر کھانا کہ جان بچ جائے اور فرائض کو ادا کر سکے فرض ہے۔

(۲) مباح: پیٹ بھر کر کھانا تاکہ قوی اور مضبوط ہو مباح ہے۔

(۳) حرام: پیٹ بھر جانے کے بعد اس قدر کھانا جو مضر ہو حرام ہے، مگر یہ کہ روزہ کے لئے قوت حاصل کرنا یا اپنے مہمان کو شرم سے بچانا وغیرہ مقصود ہو تو یہ حرام نہ ہوگا۔ [1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى :﴿كلوا واشربوا ولا تسرفوا، إنه لا يحب المسرفين﴾ . (سورة الأعراف: ۳۱)

ما في " التفسير الكبير" : أن يأكل ويشرب بحيث لا يتعدي إلى الحرام و لا يكثر الإنفاق المستقبح ولا يتناول مقداراً كثيراً يضره ولا يحتاج إليه . (۲۳۰/۵)

وما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة:۱۹۵)

ما في " الحديث " :" ما ملأ ابن آدم وعاء شرّا من البطن بحسب ابن آدم أكلات يقمن صلبه فإن كان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه ". (سنن الترمذي : ۶۳/۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية ": الأكل فرض مقدار ما يدفع الهلاك عن نفسه ويتمكن به من الصلاة قائماً ومباح إلى الشبع لتزيد قوته وحرام وهو ما فوقه أي الشبع إلا أن يقصد قوة صوم الغد أو لئلا يستحيي ضيفه." تنوير" . (۴۱۲/۹، كتاب الحظر والإباحة) =

(۴) مندوب: وہ کھانا جو تحصیلِ نوافل اور تعلیم وتعلم میں معاون ہو۔

(۵) مکروہ: پیٹ بھر جانے کے بعد اس قدر کھانا جو مضر نہ ہو۔[۱]

نمک سے کھانے کی ابتدا اور اختتام، سنت نہیں

مسئلہ (۱۹۱): نمک سے کھانے کی ابتدا اور نمک ہی پر کھانیکا اختتام کا سنت ہونا کتبِ فقہ میں تو مذکور ہے، لیکن اس بارے میں کسی حدیثِ صحیح کے موجود نہ ہونیکی وجہ سے اس کو مستحب بمعنی محبوب ومرغوب کہنا درست ہوگا، مگر سنت کہنا صحیح نہیں ہے۔[۲]

= (۱) ما في " الشامية ": ومندوب وهو ما يعينه على تحصيل النوافل و تعليم العلم وتعلمه، ومكروه وهو مازاد على الشبع قليلاً ولم يتضرر به.

(۹/۴۱۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، الفتاوى الهندية :۵/۳۳۶،كتاب الكراهية ، الباب الحادي العشر في الكراهية)

الحجة على ماقلنا

(۲) ما في " خلاصة الفتاوى " : ومن السنة أن يبدأ بالملح ويختم بالملح.

(۴/۳۶۰،كتاب الكراهية، الفتاوى الهندية: ۵/۳۳۷، الباب الحادي العشر)

ما في " الشامية " : ومن السنة البداء ة بالملح والختم به بل فيه شفاء من سبعين داء .

(۹/۴۱۴، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " حاشية قرة عيون الأخيار على الشامية ": قال السيد محمد علاء الدين آفندي في حاشية قرة عيون الأخبار تكملة ردالمحتار على الدرالمختار: أخرج هذا الحديث ابن الجوزي في "الموضوعات "وقال : هذا حديث لا يصح عن رسول الله، والمتهم به عبد الله بن أحمد بن عامر أو أبوه فإنهما يرويان نسخة عن أهل البيت كلها باطلة . (۹/۴۱۴) =

کھانے کے درمیان گفتگو کا حکم

مسئلہ (۱۹۲): بہت سے حضرات کھانے کے درمیان گفتگو کرنے کو خلافِ ادب وسنت سمجھتے ہیں، جب کہ بالکل خاموش رہنے کو فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ یہ مجوسیوں کی عادت ہے، اس لیے اس تشبہ سے بچنے کے لئے کھانے کے دوران نیکی اور بھلائی کی بات کرے، لیکن اس کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ اتنے زور زور سے نیکی اور بھلائی کی بات کرے جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے، کیونکہ اس قدر بلند آواز سے گفتگو کرنا جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے شرعاً منع ہے۔(۱)

= ما في " اللآلي المصنوعة " : وقال العلامة السيوطي رحمه الله تعالى : حديث يا علي عليك بالملح فإنه شفاء من سبعين داء ؛ الجذام والبرص والجنون لا يصح والمتهم به عبد الله بن أحمد بن عامر أو أبوه فإنهما يرويان نسخة من أهل البيت كلها باطلة . (۲/ ۲۱۱،کتاب الأطعمة)

ما في " حاشية الفردوس الأخبار" : سيد إدامكم الملح . وفي إسناده عيسى بن عيسٰى متروک كما في التقريب لإبن حجر رحمه الله تعالى عليه. وقال الذهبي في ترجمة عيسى : ضعّفه أحمد وغيره، وقال الفلاس والنسائي: متروک . (۲/۲۶۳)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الشامية " : يكره السكوت حالة الأكل لأنه تشبه بالمجوس ويتكلم بالمعروف . (۹/ ۴۱۳ ،كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الهندية " : يكره السكوت حالة الأكل لأنه تشبه بالمجوس ولا يسكت على الطعام ولكن يتكلم بالمعروف أو حكايات الصالحين . (۵/ ۳۴۵ كتاب الكراهية، الهدايا والضيافة)

وما في " القرآن الكريم " : ﴿واقصد في مشيک واغضض من صوتک إن أنكر الأصوات لصوت الحمير﴾ . (سورة لقمان : ۱۹)

وما في " أحكام القرآن للجصاص" : فيه أمر بخفض الصوت لأنه أقرب إلى التواضع . (۳/ ۴۵۹)

ما في " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : بقاعدة فقهية : " الضرر لا يزال بمثله ". (ص ۱۸۵)

نقصان دہ چیزوں کے استعمال کا حکم

مسئلہ (۱۹۳): لغۃً صحت بیماری کی ضد ہے اور ذہابِ مرض کو کہتے ہیں، بدنی صحت سے مراد وہ حالتِ طبعی ہے جس کے ساتھ انسانی افعال طبعی طور پر جاری ہوتے ہیں[۱]، صحت وتندرستی شرعاً مطلوب ہے[۲]، اسی لئے آپ ﷺ نے بیماریوں سے پناہ مانگی ہے[۳] اور شریعتِ اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو ان چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے، جو صحت کیلئے مضر اور نقصان دہ ہیں[۴]، اس لئے گٹکھا کھانا، تمبا کو استعمال کرنا، =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الصحة في اللغة ضد السقم والصحة في البدن حالة طبيعية تجري أفعاله معها على المجرى الطبيعي . (۳۱۷/۲۶ ، الصحة)

(۲) ما في " الحديث " : " المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف ".

(الصحيح لمسلم : ۳۳۸/۲ ،باب الإيمان بالقدر ولإذعان له،رقم الحديث: ۲۶۲۶، موسوعة فتح الملهم : ۳۹۳/۱۱)

(۳) ما في " الحديث " : " اللهم إني أعوذ بک من منكرات الأخلاق و الأعمال والأهواء والأدواء ". (كنز العمال : ۸۲/۲، رقم ۳۶۶۸ ، السنن الترمذي : ۱۹۹/۲ ،كتاب الدعاء ، دعاء أم سلمة ، رقم الحديث: ۳۵۹۱)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾. (سورة البقرة: ۱۹۵)

ما في " روح المعاني " : استدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس .

(۱۱۸/۲)

ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي " : والظاهر أنهم نهوا عن كل ما يؤول بهم إلى الهلاک في غير طاعة الله .... ولا تجعلوا أنفسكم لقى إلى التهلكة فتهلک .(۱۱۹/۲،۱۲۰) =

= راستوں اور سیڑھیوں پر تھوکنا جس سے عام لوگوں کو تکلیف پہنچے شرعاً ناجائز ہے۔[1]

ہدیہ وضیافت کس کا قبول کیا جائے اور کس کا نہیں؟

مسئلہ (۱۹۴): اگر کوئی شخص کسی کو کوئی ہدیہ دے، یا اس کی ضیافت ومہمانی کرے اور اس کا غالب واکثر مال حرام ہے، تو اس وقت تک اس کا ہدیہ یا ضیافت قبول نہ کرے جب تک کہ وہ اس بات کی وضاحت نہ کردے کہ یہ ہدیہ یا ضیافت مالِ حلال سے ہے، میں نے فلاں سے قرض لیکر یا وراثت میں ملے مال سے اس کا انتظام کیا ہے، اور=

= ما في " روضة الطالبين " : ويحرم ما يضر من البدن والعقل .(۳/ ۲۸۱)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يوذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً عظيماً﴾. (سورة الأحزاب :۵۸)

ما في " روح المعاني " : أي ما يفعلو ن بهم ما يتأذون به من قول أو فعل .

(روح المعاني :۱۲/ ۱۲۶)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذى المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة . (۱۴/ ۲۴۰)

ما في " الحديث " :" الإيمان بضع وستون أو بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق " .

(الصحيح لمسلم: ۱/ ۴۷ ، رقم الحديث:۱۵۲ [۵۸]،كتاب الإيمان ، با ب بيان عدد شعب الإيمان)

ما في" تكملة فتح الملهم " : قال الحسن البصري رحمه الله في تفسير الأبرار : هم الذين لا يؤذون الذر ولا يرضون الشر . (۱/ ۵۶۷، رقم الحديث :۱۵۲ [۵۸])

ما في" شرح الطيبي على مشكوة المصابيح " : الأذى في الحديث إسم ما يؤذي للناس نحو الشوك والحجر والطين وما أشبهها . (۱/ ۱۰۷ ، رقم الحديث:۳)

= اگر ہدیہ دینے والے یا ضیافت کرنے والے کا غالب واکثر مال حلال ہے تو اس کا ہدیہ یا ضیافت قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، تا آنکہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مالِ حرام سے ہے۔ یہ تفصیل اس لیے کی جاتی ہے کہ لوگوں کے مال، حرامِ قلیل سے خالی نہیں ہوتے جب کہ حرامِ کثیر سے خالی ہوتے ہیں، اس لیے غالب کا اعتبار کرتے ہوئے حکم اسی پر مبنی ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " شرح السير الكبير " : وعن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: " للسلطان نصيب من الحلال والحرام فإذا أعطاک شيئاً فخذه فإن ما يعطيه حلال لک " . وحاصل المذهب فيه أنه إن كان أكثر ماله من الرشوة والحرام لم يحل قبول الجائزة منه ما لم يعلم إن ذلک له من وجه حلال ، وإن كان صاحب تجارة أو زرع أكثر ماله من ذلک فلا بأس بقبول الجائزة منه ما لم يعلم أن ذلک له من وجه حرام .

(۱/۴۲، باب صلة المشرک)

ما في " المحيط البرهاني في الفقه النعماني " : رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذلک المال حلال استقرضه أو ورثه . وإن كان غالب ماله من حلال فلا بأس بأن يقبل ما لم يتبين له أن ذلک من الحرام وهذا لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام وتخلو عن كثيرة فيعتبر الغالب ويبني الحكم عليه .

(۶/۱۱۰، الفتاوى الهندية :۵/۳۴۲ ،كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : لا يجوز قبول الهدية أمراء الجور لأن الغالب في مالهم الحرمة.قال: إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام والمعتبر الغالب وكذلک أكل طعامهم .

(۲/۴۳۶،كتاب الكراهية ، باب في الكسب ، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر:۴/۱۸۶، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۶/۳۶۰، كتاب الكراهية ، في الهدية والميراث، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية :۳/۴۰۰ ، كتاب الكراهية)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الحكم على الغالب دون الفاسد ". (۲/۴۲۷، رقم القاعدة: ۱۳۸)

فصل في اللبس

(فصل ہے پہننے کے بیان میں)

انگوٹھی میں مختلف پتھروں کے نگینے کا حکم

مسئلہ(۱۹۵): بعض لوگ چاندی کی انگوٹھی پہنتے ہیں اور اس میں مختلف قسم کے پتھر لگواتے ہیں، مثلاً عقیق، فیروز، یاقوت وغیرہ اور یہ اعتقاد ویقین رکھتے ہیں کہ فلاں پتھر میری زندگی پر اچھے اثرات ڈالتا ہے، زندگی پر اچھے برے اثرات انسان کے اپنے عملِ صالح یا عملِ بد سے ہیں نہ کہ پتھر سے، لہذا اس عقیدے کے ساتھ انگوٹھیوں کو پہننا ناجائز وحرام ہے۔[1] =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في" القرآن الكريم ": ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في" روح المعاني ": أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح . فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

وما في" الإبانة عن أصول الديانة ": أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن ورداً لقول الله عز وجل ﴿وما تشاء ون إلا أن يشاء الله﴾ . (ص ۱۲)

ما في" المرقاة ": من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركاً جلياً . (۳۹۸/۸ ، رقم الحديث:۴۵۸۷)

ما في" القول المفيد على كتاب التوحيد ": وأما النوع الثاني فالشرك في الربوبية ، فإن الرب سبحانه هو المالك المدبر المعطي المانع النافع الضار الخافض الرافع المعز المذل . فمن =

= لیکن اگر کسی کا یہ عقیدہ نہ ہو اور وہ ان پتھروں کو اپنی انگوٹھی میں محض نگینہ کے طور پر لگا لیں تو جائز ہے۔ (۱)

مختلف دھاتوں کی انگوٹھی کا حکم

مسئلہ (۱۹٦): مرد کیلئے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات مثلاً سونا، لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی سونا چاندی کے =

= شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرک بربوبيته ..
...... قوله ﷺ لإبن عباس رضي الله عنهما : " واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوک لم ينفعوک إلا بشيء قد كتبه الله لک ". فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا الله ولا يضر غيره . (۱/۱۲ ، للشيخ محمد بن صالح العثيمين ، تعريف التوحيد وأقسامه)
ما في " موسوعة القواعد الفقهية " : " ما أفضى إلى الحرام كان حراماً ". (۹/۴۲)
(۱) ما في " الحديث " : " كان خاتم النبي ﷺ من ورق فصه حبشي ".
(السنن لأبي داود: رقم الحديث: ۴۲۱٦ ، كتاب الخاتم ، ما جاء في اتخاذ الخاتم)
ما في " الموسوعة الفقهية " : يجوز للرجل أن يجعل فص خاتمه عقيقاً أو فيروزجاً أو ياقوتاً أو نحوه . (۱۱/۲۹)
وما في " الدر المختار مع الشامية " : والعبرة بالحلقة من الفضة بالفص فيجوز من حجر وعقيق وياقوت وغيرها . (۹/۴۳۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)
ما في " البحر الرائق " : ولا بأس بأن يتخذ الرجل خاتم فضة فإن جعل فصه من عقيق أو ياقوت أو فيروزج أو زمرد فلا بأس به . (۸/۳۵ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)
ما في " الأشباه والنظائر " : بقاعده فقهية : "الأمور بمقاصدها " . (۱/۱۱۳)

= علاوہ دوسرے دھاتوں کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، البتہ لوہے کی وہ انگوٹھی جس پر چاندی چڑھائی گئی ہو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث " : عن عبد الله بن بريدة عن أبيه أن رجلاً جاء إلى النبي ﷺ وعليه خاتم من شبه فقال له : " ما لي أجد منك ريح الأصنام فطرحه ، ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال : ما لي أرى عليك حلية أهل النار فطرحه ، فقال: يا رسول الله ؛ من أيّ شيء أتخذه ؟ قال: اتخذه من ورق ولا تتخذه مثقالاً ". (السنن لأبي داود : رقم الحديث: ۴۲۲۳ ،كتاب الخاتم)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فعلم أن التختم بالذهب والحديد والصفر حرام .

(۴۳۸/۹،كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الهندية " : ويكره للرجال التختم بما سوى الفضة والتختم بالذهب حرام في الصحيح، وفي الخجندي : التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعاً .

(۳۳۵/۵، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة، الدر المختار مع الشامية : ۴۳۷/۹، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الاختيار لتعليل المختار" : ويكره التختم بالحديد والصفر للرجال والنساء لأنه حلية أهل النار .

(۴۱۳/۲)

ما في "الجوهرة النيرة " : وفي الخجندي : التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء لأنه زيّ أهل النار . (۲/ ۲۱۶)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء فيحرم بغيرها كحجر وذهب وحديد وصفر ورصاص وزجاج وغيرها. (۴۳۸،۴۳۷/۹)

ما في " الحديث " :" كان خاتم النبي ﷺ من حديد مَلْوِيّ عليه فضة ".

(السنن لأبي داود: رقم الحديث : ۴۲۲۴ ،كتاب الخاتم ، باب ما جاء في خاتم الحديد)

ما في " الهندية " : ولا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة أو ألبس بفضة حتى لا يُرى.

(۳۳۵/۵)

فصل في اللعب

(کھیل کود کے بیان میں)

کھیل کے جواز وعدمِ جواز کے چند اصول

مسئلہ (۱۹۷): شریعتِ اسلامیہ میں وقت کی حفاظت اور با مقصد زندگی کے قیام کا حکم دیا گیا، لہو ولعب اور لغو کی ممانعت کی گئی، ممانعت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ تفریح کی بھی ممانعت ہے، بلکہ شرعاً ایک حد تک مستحسن ومطلوب ہے، تاکہ اس تفریح کے ذریعے جسم وروح کی سستی دور ہوکر طبیعت میں نشاط وچستی، حوصلہ وہمت پیدا ہو، اور انسان مکمل طور پر زندگی کے اعلیٰ مقصد عبادت کی طرف متوجہ ہو سکے، لہذا تفریحی کھیل کود کے سلسلے میں فقہاء وعلماء نے قرآن وحدیث سے چند ضوابط اخذ کئے ہیں۔

۱/......ایسا کھیل جس میں دینی ودنیوی کوئی مصلحت ومقصد نہ ہو، نہ اس کی غرض، غرضِ صحیح ہو، بلکہ محض وقت گذاری ہو تو ایسا کھیل ناجائز ہے۔

۲/......ایسا کھیل جس میں کوئی مصلحت وغرضِ دینی یا دنیوی تو ہو مگر اس کی ممانعت کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ سے ثابت ہو، تو وہ بھی ناجائز ہے۔

۳/......ایسا کھیل جس میں لوگوں کے لیے مصلحت وفوائد تو ہوں، مگر تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہو کہ اس کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں، اور ان کا کھیلنا انسان کو اللہ کی یاد، نماز اور فرائضِ شرعیہ سے غافل کر دیتا ہے، تو یہ کھیل بھی ناجائز ہے۔=

=۴۳/......ایسا کھیل جس کا مقصد دینی یا دنیوی مصلحت وفوائد کو حاصل کرنا ہو تو مباح ہے، بشرطیکہ یہ کھیل کفار وفساق کا شعار نہ ہو اور اس میں ہار جیت پر مال کی شرط نہ ہو۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في" تكملة فتح الملهم ": اعلم أن الشريعة المصطفوية السمحة البيضاء لا تمنع الارتفاقات والمصالح التي فطرت عليها الطبيعة البشرية ولا ترتضي الرهبانية والتبتل بل تقتضي المدنية والمعاشرة الصالحة ...... ومن المعلوم أن من الحاجة المفطور عليها الإنسان تمرين البدن وترويح القلب وتفريحه ساعة فساعة ومن هنا قال عليه الصلاة والسلام : " روحوا القلوب ساعة فساعة ". [أخرجه أبوداود في مراسيله] .... وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها . نعم . تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد .... فالضابط في هذا الباب عند مشايخنا الحنفية المستفاد من أصولهم وأقوالهم :.......... أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش ولا المعاد حرام أو مكروه تحريماً . وهذا أمر مجمع عليه في الأمة متفق عليه بين الأئمة ..... وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة [كما في النرد شير] كان حراماً أو مكروهاً تحريماً ... وألفيت تلك المصلحة والغرض لمعارضتها للنهي الماثور حكماً بأن ضرره أعظم من نفعه . وهذا أيضاً متفق عليه بين الأئمة .... وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع وفيه فائدة ومصلحة للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين : الأول : ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ومفاسده أغلب على منافعه وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده وعن الصلوات والمساجد التحق ذلك بالمنهي عنه لاشتراك العلة فكان حراماً أو مكروهاً. والثاني : ما ليس كذلك فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب فهو مكروه وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة وبنية استجلاب المصلحة فهو مباح بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه . (۴/۴۳۴ ،كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنرد شير ، حكم الألعاب في الشريعة ، أحكام القرآن للتهانوي :۳/۱۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، سورة لقمان:٦)

(معارف القرآن:۷/۲۳، کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت:ص۱۳)

مستحب تفریحی کھیل

مسئلہ(۱۹۸): اسلام میں بامقصد تفریح کی جو اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اسلام سستی اور کاہلی کو ناپسند کرتا ہے، اور چستی وفرحت کو پسند کرتا ہے، کیوں کہ شریعت عین انسانوں کی مصلحت کے مطابق نازل کی گئی ہے، اس لیے اسلامی تعلیمات پر مسلمانوں کو خوشی خوشی عمل کرنا چاہیے، اور جسم وروح کے نشاط کے ساتھ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

چنانچہ اسلام نے چند تفریحات کی اجازت ہی نہیں بلکہ ترغیب دی ہے، جن پر اجر وثواب کا بھی وعدہ ہے، مثلاً نشانہ بازی، سواری کی مشق، تیراکی کی مشق، پیدل دوڑنا، شریعت کے اصول وقوانین کی پاسداری کرتے ہوئے ان سب چیزوں میں مسابقت کرنا جہاں اجر وثواب کا باعث ہے وہیں روحانی وجسمانی ورزش بھی ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا سبق إلا في نصل أو خف أو حافر ". (السنن لأبي داود: ص۳۴۸ ، كتاب الجهاد، باب في السبق)

وما في " الحديث " : " كل شيء ليس من ذكر الله فهو سهو ولهو إلا أربع مشى الرجل بين الغرضين وتاديبه فرسه وتعلمه السباحة وملاعبته أهله " .

(السنن الكبرى للبيهقي : ۲۶/۱۰، رقم الحديث : ۱۹۷۴۱ ، كتاب السبق والرمي ، باب التحريض على الرمى) =

....

....

....

= وما في " الحديث " : " وكل شيء يلهو به الرجل باطل إلا رمي الرجل بقوسه وتأديبه فرسه وملاعبته امرأته فإنهن من الحق ومن ترك الرمي بعدما علمه فقد كفر الذي علمه ".

(السنن الكبري للبيهقي: ۱۰/۲۳،۲۴)

وما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن أبي رافع قال : قلت : يا رسول الله ! أللولد علينا حق كحقنا عليهم ؟ قال :" نعم . حق الولد على الوالد أن يعلمه الكتابة والسباحة والرمي وأن يورثه طيباً " . (۱۰/۲٦، رقم الحديث: ۱۹۷۴۲)

ما في" التنوير وشرحه مع الشامية " : ولا بأس بالمسابقة في الرمي والفرس والإبل وعلى الأقدام لأنه من أسباب الجهاد فكان مندوباً ...... وأما السباق بلا جعل فيجوز كل شيء كما يأتي ، وقال الشامي : وأما المسابقة بالبقر والسفن والسباحة فظاهر كلامهم الجواز ورمي البندي والحجر كالرمي بالسهم وأما إشالة الحجر باليد وما بعده فالظاهر أنه إن قصد به التمرن والتقوى على الشجاعة لا بأس به . (۹/۴۹۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في" الحديث " : " خير لهو المؤمن السباحة وخير لهو المرأة المغزل .

(الجامع الصغير: ص۲۴۸ ، رقم الحديث: ۴۰۷٦)

وفيه أيضاً : عن ابن عمر : " الرمي خير ما لهوتم به " . (ص: ۲۷۸، رقم الحديث: ۴۵۴۴)

وما فيه أيضاً : " أحب اللهو إلى الله تعالى إجراء الخيل والرمي ". (ص۲۰، رقم الحديث: ۲۱٦)

ما في" أحكام القرآن للتهانوی " : وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها ، نعم تمنع الغلو =

ممنوع تفریحی کھیل

مسئلہ (۱۹۹): شریعتِ اسلامیہ نے جہاں بہت سے تفریحی کھیلوں کی اجازت دی ہے، وہیں چند ایسے کھیلوں کو جو آپسی جھگڑوں، تضییعِ اوقات، جوا، قمار کا ذریعہ ہیں، سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، مثلاً چوسر، شطرنج، کبوتر بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی، پتنگ بازی، جانوروں کو لڑانا، ویڈیو گیم، گوٹی، لوڈو، تاش کھیلنا وغیرہ، ان تمام کھیلوں میں سوائے نقصانات کے دینی یا دنیوی کوئی فائدہ نہیں، اس لیے یہ سب ممنوع ہیں۔[1]

= والانهماک فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد ، وهذا هو السر في إباحة بعض الملاهي في بعض الأحيان ، فإن هذا اللهو على هذه النية والغرض لم يبق لهواً بل عاد مصلحة . وفائدة كما سبق في الأحاديث المذكورة من إباحة السباحة والرماية والانتضال بالقوس والمسابقة بالإبل والبهائم وإجراء الخيل وملاعبة الأهل فإنها وإن كانت في صورة اللهو ولكنها لما كان الاشتغال فيها على غرض صحيح ومصالح معاشية أو معادية خرجت عن اللهوية حقيقة فأبيحت وربما استحبت .

(۱۹۶/۳ ، سورة لقمان، تكملة فتح الملهم : ۴/۴۳۴، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنرد شير)

ما في "الموسوعة الفقهية الكويتية" : فمن اللعب المباح المسابقة المشروعة على الأقدام والسفن ونحو ذلک .... ومن اللعب المستحب المناضلة على السهام والرماح والمزاريق وكل نافع في الحرب. (۲۶۸/۳۵، لعب)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "أحكام القرآن للتهانوي" : والمحرم المكروه من الملاهي الرائجة في عصرنا هي كل لهو اشتمل على القمار أي لهو كان ، فإن القمار والميسر حرام بنص القرآن والنرد والشطرنج والأربعة عشر [بالهندية جوسر] واللعب بالحمام وما يقال له [تاش] إذا لم يكن فيه تعليم علم مفيد أو كان يفضي =

....
....

= إلى الإلهاء ، أو اشتمل على القمار وما يلعب به الصبيان من الجواز والبوتام والكرات الزجاجية [كوليان] وأمثالها فإنها تشتمل على القمار ، فالواجب على أوليائهم أن يمنعوهم عنها ، وكذلک ما يقال له في عرفنا [كنكوا] سواء اشتمل على القمار أم لا ، وكذا التحريش بين البهائم والطيور واللعب بالناريات [آتشبازي] وأمثالها فإنها كلها لو لم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة فهي في نفسها من اللهو المجرد الذي وقع الإجماع على تحريمه أو كراهته. (۲۰۲/۳، سورة لقمان : ۲)

وما في " السنن لأبي داود" : " نهى رسول الله ﷺ عن التحريش بين البهائم ". (ص ۳۴۶)

ما في "بذل المجهود " : التحريش هو الإغراء وتهييج بعضها على بعض كما يفعل بين الجمال والكباش والديوک وغيرها وإنما نهى عن ذلک لأنه من الملاهي وفيه إيلام الدواب وإهلاكهم وإن كان بشرط من الجانبين فهو قمار أيضاً. (۱۳۷/۹ ، كتاب الجهاد، باب في التحريش بين البهائم)

ما في " الحديث " : " من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله " وفيه أيضاً: " من لعب بالنرد شير فكأنما غمس يده في لحم خنزير ودمه ". (السنن لأبي داود: ص ۶۷۵ ، كتاب الأدب، باب في النهي عن اللعب بالنرد)

ما في" الأثر " : عن جعفر بن محمد عن أبيه عن علي رضي الله عنه أنه كان يقول : " الشطرنج هو ميسر الأعاجم ". (السنن الكبرى للبيهقي: ۳۵۸/۱۰، رقم الحديث:۲۰۹۲۸)

وما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ابن عمر أنه سئل عن الشطرنج فقال : " هو شر من النرد ".

(۳۵۹/۱۰ ، كتاب الشهادات ، باب الاختلافات بالشطرنج)

وما في " السنن لأبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ رأى رجلاً يتبع حمامة فقال : " شيطان يتبع شيطانة ". (ص ۶۷۵)

ما في" الموسوعة الفقهية " : ومن اللعب المكروه اللعب بالطير والحمام لأنه لا يليق بأصحاب المروءات والإدمان عليه قد يؤدي إلى إهمال المصالح ويشغل عن العبادات والطاعات. ومن اللعب المحرم كل لعبة فيه قمار لأنها من الميسر الذي أمر الله تعالى باجتنابه............ اللعب بالنرد محرم عند جمهور الفقهاء ......أجمع المسلمون على أن اللعب بالشطرنج حرام إذا كان على عوض أو تضمن كذباً أو ضرراً أو غير ذلک من المحرمات . (۲۶۹/۳۵)

وما في " الموسوعة الفقهية ": فأما سائر ما يتلهى به البطالون من أنواع اللهو كالنرد والشطرنج والمزاجلة بالحمام وسائر ضروب اللعب مما لا يستعان به في حق ، ولا يستجم به لدرک واجب فمحظور كله .(۳۳۸/۳۵، الألعاب الرياضية :ص ۲۱۲) (کھیل کود کی شرعی حیثیت:ص۵۸-۶۵)

لہو ولعب میں مشغول ہونا

مسئلہ (۲۰۰): وقت گزاری کے لیے گیم یا لوڈو وغیرہ کا کھیلنا اور ہر ایسی چیز جو طلب علم کے عظیم مقصد میں مخل ہو اور تضییعِ اوقات کا ذریعہ بنے، شرعاً سخت ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔[1]

کرکٹ دیکھنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۲۰۱): بعض لوگ کرکٹ میچ ٹی وی پر دیکھنے کو جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ بے شمار منکرات ومفاسد مثلاً، نیم عریاں عورتوں کا اسکرین پر دکھائی دینا[2]، اس میں مشغول=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في" القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقناكم عبثا وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ .

(المؤمنون:۱۱۵)

ما في " جمع الجوامع " : لقوله عليه السلام :" من حسن الإسلام تركه ما لا يعنيه ". (۳۹۳/۶)

ما في " الصحيح للبخاري " : لقوله عليه السلام :" نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ ". (۹۴۹/۲، كتاب الرقاق)

ما في " فتح الباري لإبن حجر": فإن من لا يستعملهما فيما ينبغي فقد غبن . (۲۷۶/۱۱)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سوآتكم وريشاً﴾ .

(سورة الأعراف:۲۶)

وقال تعالى : ﴿والله جعل لكم مما خلق ظلٰلاً وجعل لكم من الجبال أكناناً وجعل لكم سرابيل تقيكم الحر وسرابيل تقيكم بأسكم﴾ . (سورة النحل:۸۱) =

ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت ہوجانا[۱]، ملازمین کے فرائض وواجبات میں کوتاہی وخلل کا واقع ہونا[۲]، مساجد جوعبادت کی جگہیں ہیں ان میں اسی عنوان پر گفت وشنید، تذکرہ وتبصرہ کا ہونا[۳]، کھیل کے دنوں میں سرکاری ونیم سرکاری، شخصی ونجی اداروں کا معطل ہوکررہ جانا وغیرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

= ما في " الحديث " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " صنفان من أهل النار لم أرهما ، قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا ". (الصحيح لمسلم: رقم الحديث:۵۵۴۷، كتاب اللباس، باب النساء الكاسيات العاريات الخ)

ما في " الحديث " : عن عبد الرحمن بن سعيد الخدري عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ولا المرأة إلى عورة المرأة ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد ولا تفضي المرأة إلى المرأة في ثوب واحد " .

(الصحيح لمسلم : ۱/۱۵۴، كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى عورات)

ما في" شرح النووي على هامش المسلم " : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل والمرأة إلى عورة المرأة وهذا لا خلاف فيه وكذلک نظر الرجل إلى عورة المرأة والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۱/۱۵۴)

(۱) ما في " الشامية " : والجماعة سنة مؤكدة للرجال ، قال الزاهدي: أرادوا بالتاكيد الوجوب. درمختار. وفي الشامية: وفي النهر عن المفيد : الجماعة واجبة وسنة لوجوبها بالسنة .

(۲/۲۸۷، باب الإمامة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " :﴿ويل للمطففين﴾

(سورة التطفيف، معارف القرآن:۸/۶۹۳، التفسير المظهري:۱۰/۱۸۹)

(۳) ما في " مشكاة المصابيح " : عن الحسن مرسلاً قال: قال رسول الله ﷺ : " يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة ". رواه البيهقي في شعب الإيمان . (ص ۷۱، باب المسجد ومواضع الصلاة) =

اس لیے کرکٹ کھیلنا، کھلانا، اسے میدان یا ٹی وی پر دیکھنا، دکھانا، اسی طرح ریڈیو پر اس کی کمنٹری (Commentory) سننا اور سنانا اور اس پر بحث ومباحثہ کرنا یہ سب معصیت کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے (۱)، اور زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنے میں داخل ہے، جب کہ یہ دونوں چیزیں شرعاً حرام ہیں۔ (۲)

ٹی وی دیکھنے اور دکھانے کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۲۰۲): ٹی وی (T.V) اور ویڈیو فلم (Video film) کا کیمرہ جو تصویریں لیتا ہے، وہ اگر چہ غیر مرئی (دکھائی نہ دینے والی) ہوتی ہیں، لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہوتی ہیں، اور اس کو ٹی وی پر دیکھا اور دکھایا جاتا ہے، اس کو تصویر کے حکم سے خارج نہیں کیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے پرانے فن کے بجائے سائنسی ترقی میں تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ ایجاد کرلیا گیا ہے، جب شارع=

= ما في" البحر الرائق ": الكلام المباح في المسجد مكروه يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب . (۲/۴۷۷ ، الشامية : ۲/۴۳۶)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

(۲) ما في" القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمان: ٦)

ما في" الألعاب الرياضية لعلي حسين أمين يونس " : يقول يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في الإنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص ۳۲۰ ، مكتبه دار النفائس اردن)

= نے تصویر حرام قرار دیا ہے تو تصویر سازی کے لیے خواہ کیسا بھی طریقہ اپنایا جائے تصویر بہر حال حرام ہی رہے گی، بلکہ ہاتھ سے تصویر سازی میں وہ قباحتیں اور برائیاں نہیں تھیں جو ٹی وی اور ویڈیو فلم نے پیدا کردی ہیں۔

ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ کے ذریعے ہر گھر سنیما گھر بن گئے ہیں، اور یہ بات معقول بھی نہیں کہ شارع ہاتھ کی تصویروں کو حرام قرار دے، اس کے بنانے والے کو ملعون اور قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا ہونے والا بتائے[۱]، اور فواحش و بے حیائی کے اس طوفان کو جسے ہم عرف میں ٹی وی کہتے ہیں حلال اور جائز قرار دے۔

رہے اس کے کچھ فوائد تو وہ بھی شراب و جوئے کے فوائد کی طرح قابلِ قبول نہیں ہیں اس لیے گھر میں ٹی وی رکھنا، دیکھنا اور دکھانا سب شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔[۲]

نوٹ:...... کسی عالمِ دین یا مقتداء کا ٹی وی پر آنا اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا، کیوں کہ جواز وعدم کی دلیل کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاس ہے، نہ کہ کسی کا عمل۔

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث " : [عن] عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " .

(الصحيح للبخاري : ۲/ ۸۸۰، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

(۲) ما في " الشامية ": بقاعدة فقهية : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور ".

(۵/ ۲۳۳، مکتبہ نعمانیہ)

ما في " البدائع " : " كل ما أدى إلى الحرام حرام ". (۶/ ۴۸۸)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " :" إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً ". (ص: ۴۶)

دوکانوں پر بیٹھ کر گانے سننا

مسئلہ (۲۰۳): بعض طلباء بال بنوانے کے لیے حجام کی دوکان پر جاتے ہیں، وہاں اور لوگوں کے نمبر لگے ہونے کی وجہ سے یہ اپنے نمبر کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں، حالانکہ دوکان میں گانوں کی کیسٹ یا سی ڈی بج رہی ہوتی ہے، یہ بیٹھے بیٹھے گانوں کو سنا کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیوں کہ ہم نے یہ کیسٹ یا سی ڈی نہیں لگائی، جب کہ اس صورت میں بھی گانوں کا سننا حرام ہے، اس لیے یا تو مالکِ دوکان سے اسے بند کرنے کی درخواست کرے یا وہاں سے اٹھ جائے، کسی اور جگہ بال بنوائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث " : " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع والذكر ينبت الإيمان كما ينبت الماء الزرع ".

(سنن الكبرى للبيهقي: ۱۰/۳۳۷، رقم الحديث: ۲۱۰۰۷، الدر المنثور: ۵/۳۰۸، سورة لقمان)

وما في " الحديث " : " استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر ".

(نيل الأوطار: ۸/۱۰۳، رقم الحديث: ۳۵۵۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظّٰلمين﴾ . (سورة الأنعام: ٦٨)

ما في " أحكام القرآن للجصاص ": بعدما تذكر نهى الله تعالى لا تقعد مع الظّٰلمين وذلك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظّٰلمين من أهل الشرك وأهل الملة لوقوع الإسم عليهم جميعاً ..... لأن النهي عام عن مجالسة الظّٰلمين لأن في مجالستهم مختاراً مع ترك النكير دلالة على الرضا بفعلهم . (۳/۳، باب النهي عن مجالسة الظالمين)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت: وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام : " استماع الملاهي معصية والجلوس عليها =

نعتوں اور نظموں کو فلمی دھنوں پر پڑھنے کا حکم شرعی

مسئلہ (۲۰۴): آج کل نعتوں، نظموں اور حمدوں کو فلمی دھنوں اور سروں میں پڑھنے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے، جو بلا شبہ نعت و نظم جیسی روح پرور عبادت کو کھیل تماشا بنانے اور اسکے ساتھ کھلا مذاق ہونے، عبادت کو حرام کے متشابہ بنا کر پیش کرنے اور موسیقی کو رواج دینے جیسی قباحتوں کی بنا پر شرعاً نا جائز و مکروہِ تحریمی ہے، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

= فسق والتلذذ بها كفر". أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع لما روي أنه " عليه الصلاة والسلام أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه". در مختار.

(۴۲۵/۹ ، كتاب الحظر والإباحة، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۳۵۹/۶ ، الفتاوى الولوالجية :۳/۳۴۰ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل السادس، المحيط البرهاني : ۱۱۲/۶ ، كتاب الاستحسان والكراهية)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الحديث " : عن حذيفة بن اليمان عن رسول الله ﷺ أنه قال: " اقرؤا القرآن بلحون العرب وأصواتها وإياكم ولحون أهل الفسق وأهل الكتابين فإنه سيجيء من بعدي قوم يرجّعون بالقرآن ترجيع الغناء والرهبانية والنوح لا يجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب من يعجبهم شأنهم " . (شعب الإيمان للبيهقي: ۵۴۰/۲، رقم الحديث: ۲۶۴۹)

ما في " شرح الفقة الأكبر " : إذا قرء القرآن على ضرب الدف والقصيب يكفر قلت : ويقرب منه ضرب الدف والقصيب مع ذكر الله تعالى ونعت النبي ﷺ وكذا التصفيق على الذكر .

(ص: ۲۷۸) =

کھلونوں اور گڑیوں کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۲۰۵): آج کل گھروں میں بچوں کے کھلونے تقریباً ہر جگہ موجود ہوتے ہیں، کوئی جانوروں کی شکل میں ہوتے ہیں تو کوئی گڑیا وغیرہ کے مجسمہ کی صورت میں، ان کا حکمِ شرعی یہ ہے کہ جن گڑیوں کے نقوش یعنی ناک، کان اور دیگر اعضاء نمایاں نہیں ہوتے، بلکہ وہ محض ایک ہیولا سا ہوتا ہے، ان کے ساتھ بچوں کا کھیلنا اور ان کو گھروں میں رکھنا جائز ہے، لیکن پلاسٹک کے جو کھلونے بازار میں ملتے ہیں عام طور پر ان کے اعضاء چونکہ پوری طرح نمایاں ہوتے ہیں، اس لیے وہ مجسمے ہیں اور مجسموں کی خرید وفروخت کرنا اور ان کو گھر میں رکھنا جائز نہیں۔ (۱)

= ما في " خلاصة الفتاوى " : وفي النصاب ورجل قرأ القرآن على ضرب الدف أو القصب يكفر لاستخفافه بالقرآن .

(۳۸۸/۴، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني في ألفاظ الكفر وما يكون كفر وما لا يكون، الجنس الثامن) (نوادر الفقہ علامہ مفتی محمد رفیع عثمانی:۳۵۲/۲، مکتبہ دار العلوم کراچی)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : ﴿لا تدخل الملٰئكة بيتاً فيه كلب ولا صورة﴾ .

(۲۰۰/۲ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البيوت ممنوع شرعاً واتفق عليه جمهور الفقهاء . (۱۵۵/۴)

وما في " الدر المختار مع الشامية " : قال في البحر : ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر وأقره المصنف أو كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائماً وهي على الأرض . (۳۶۱/۲ ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة) =

....
....
....
....

= ومـا فـي " البـحر الرائق " : رجل في يديه تصاوير وهو يؤم الناس لا تكره إمامته لأنها مستورة بـالثياب فصار كصورة في نقش خاتم وهو غير مستبين ، وهو يفيد أن المستبين في الخاتم تكره الـصـلاة معه ويفيد أنه لا يكره أن يصلي ومعه صرة أو كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار لاستتارها .

(٢/٢٨ ، كـتـاب الـصـلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، النهر الفائق: ١/٢٨٣، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

مـا فـي " الدر المنتقى في شرح الملتقى مع مجمع الأنهر" : ولبس ثوب فيه تصاوير .... إلا أن تكون صغيرة لا تبدو أي لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر إذا كان قائماً وهي على الأرض .

(١/١٨٨ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

مـا فـي "الـدر الـمـنـتـقـى " : وكـذا بـطـل بيـع مال غير متقوم أي ما لا يباح الانتفاع به كالخمر والـخنزير........ ويدخل فيه فرس أو ثور من خزف الاستيناس الصبي لأنه لا قيمة له ولا تضمن متلفه . (٣/٧٨ ، كتاب البيوع، باب بيع الفاسد)

ما في " حاشية المشكاة معزياً إلى اللمعات ":والمراد ههنا ما تلعب به الصبية من الخرق والرقع ولم يكن لها صورة مشخصة كالتصاوير المحرمة. (٢٨٢، كتاب النكاح ، باب عشرة النساء)

مسائل متفرقة

(متفرق مسائل)

آپس میں سلام کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۲۰۶): جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے تو اسے چاہیے کہ اس کو سلام کرے [۱]، سلام کے الفاظِ مسنونہ یہ ہیں: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔ لیکن بعض لوگ سلام میں ''السلام علیک'' یا جواب میں ''وعلیک السلام'' کہتے ہیں، جبکہ سلام اور جواب دونوں میں افضل یہ ہے کہ لفظِ جمع سے سلام کرے اور لفظِ جمع سے ہی جواب دے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " السنن لأبي داود" : " إذا لقي أحدكم أخاه فليسلم عليه فإن حالت بينهما شجرة أو جدار أو حجر ثم لقيه فليسلم عليه أيضاً ". (رقم الحديث: ۵۲۰۰)

(۲) عن أبي جُرىَ جابر بن سليم قال : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : عليك السلام يا رسول الله ! قال : " لا تقل عليك السلام فإن عليك السلام تحية الميّت قل السلام عليك " .

(السنن لأبي داود :ص۷۰۷، كتاب الآدب ، رقم الحديث: ۴۰۸۴، السنن للترمذي : رقم الحديث : ۲۷۲۲)

وما في " الهندية " : ينبغي لمن يسلم على أحد أن يسلم بلفظ الجماعة وكذلك الجواب كذا في السراجية والأفضل للمسلم أن يقول : السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والمجيب كذلك يرد ولا ينبغي أن يزاد على البركات شيء .

(۳۲۵/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع في السلام وتشميت العاطس)

اسی طرح بعض لوگ جواب میں الفاظِ مسنونہ ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' پر اضافہ ''جنت المقام دوزخ الحرام'' وغیرہ کہتے ہیں جو غیر مناسب ہے۔ کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر چیز کا ایک منتہا ہے اور سلام کا منتہا لفظ البرکات ہے۔[1]

ما في " المحيط البرهاني " : وينبغي للمسلم إذا سلم على غيره أن يسلم بلفظ الجماعة لأن المخاطب تكون معه الملائكة وكذلك المجيب إذ رد الجواب ينبغي أن يذكر بلفظ الجماعة .
(۵۸/٦، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل الثامن في السلام)

وما في " الدر المختار مع الشامية ": يسلم على الواحد بلفظ الجماعة وكذا الرد ولا يزاد الراد على وبركاته . (۵۰۷/۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

(۱) ما في " جمع الفوائد " : عن ابن عباس رضي الله عنه : " أن السلام قد انتهى إلى البركة ".
(۳۳۹/۳ ، كتاب الآداب والسلام والمصافحة ... الخ ، رقم الحديث :۷۲۹۳)

ما في " الهندية ": قال ابن عباس رضي الله عنهما : لكل شيء منتهى ومنتهى السلام على البركات كذا في المحيط. (۳۲۵/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع في السلام وتشميت العاطس، المحيط البرهاني ٥٧/٦ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل الثامن في السلام)

وما في " الشامية ": والأفضل للمسلم أن يقول : السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والمجيب كذلك يرد ولا ينبغي أن يزاد على البركات شيء .
(۵۰۷/۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

وما في " الموسوعة الفقهية " : إن أكثر ما ينتهى إليه السلام إلى البركة فتقول : السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وهو الذي عليه العمل لما روي عن عروة بن الزبير ؓ أن رجلا سلم عليه فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فقال عروة: ما ترك لنا فضلاً أن السلام قد انتهى إلى وبركاته . (۱۵۸/۲۵ ، السلام)

جب آپس میں دو آدمی ایک دوسرے کو سلام کریں

مسئلہ (۲۰۷): جب دو مسلمانوں کی آپس میں ملاقات ہو اور دونوں ایک ساتھ ایک دوسرے کو سلام کریں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے سلام کا جواب دے۔ (۱)

موبائل وغیرہ پر گفتگو کے آغاز کا سنت طریقہ

مسئلہ (۲۰۸): ٹیلیفون یا موبائل پر لفظِ ''ہیلو'' سے کلام کا آغاز خلافِ سنت ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے ہمیں کلام سے پہلے سلام کی تعلیم فرمائی ہے (۲)، اس لیے جب کال ریسیو کرے تو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہے اور جب گفتگو کے ختم کا وقت =

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في '' الهندية '' : إذا التقيا فأفضلهما أسبقهما فإن سلما معاً يرد كل واحد .

(۵/۳۲۵، البا ب السابع في السلام وتشميت العاطس) (فتاوی محمودیہ:۱۹/۸۸)

الحجة على ما قلنا

(۲) ما في '' الحديث '' : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : '' السلام قبل الكلام '' .

(جمع الفوائد:۳/۳۲۷ ، رقم الحديث : ۸۶۸۱ ، السنن الترمذي:۲/۹۹، رقم الحديث: ۲۶۹۹)

ما في '' تحفة الأحوذي '' : السلام قبل الكلام . أي السنة أن يبدأ به قبل الكلام لأن الابتداء بالسلام إشعاراً بالسلامة وتفاؤلاً بها وإيناساً لمن يخاطبه وتبركاً بالابتداء بذكر الله . وقال القاري : لأنه تحية يبدأ به فيفوت بافتتاح الكلام كتحية المسجد فإنها قبل الجلوس .

(۷/۵۱۰، باب ما جاء في السلام قبل الكلام)

= آجائے تب بھی رخصتی سلام کے ساتھ گفتگو ختم کرے [۱]، البتہ اس صورت میں کبھی ایسا ہوسکتا ہے کہ جو شخص کال کررہا ہے وہ غیر مسلم ہو یا کوئی غیر محرم عورت ہو، تو اس میں کوئی قباحت اور گناہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ سلام کافر کو بے خبری وانجانے میں کیا گیا ہے، جان بوجھ کر نہیں، جو ممنوع ہے۔[۲]

اسی طرح اجنبیہ کو سلام اس وقت ممنوع ہے جب ہیجان اور فتنہ کا خطرہ ہو[۳]، جبکہ بے خبری میں غیر محرم عورت کو سلام کرنے میں نہ کوئی ہیجان ہے اور نہ ہی کوئی فتنہ، اس لیے یہ ممنوع اور موجبِ گناہ بھی نہیں۔

---

(۱) وما في " الحديث " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا انتهى أحدكم إلى المجلس فليسلم فإذا أراد أن يقوم فليسلم فليست الأولى بأحق من الآخرة " .

(السنن لأبي داود: ص۷۰۷، رقم الحديث: ۵۲۰۸، باب السلام إذا قام من المجلس)

(۲) ما في " الحديث " : عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ : " لا تبدأوهم بالسلام وإذا لقيتموهم في الطريق فاضطروهم إلى أضيق الطريق " .

(السنن لأبي داود: ص۷۰۷، رقم الحديث : ۵۲۰۵، باب في السلام على أهل الذمة)

ما في " بذل المجهود " : لا تبدء وهم أي أهل الذمة بالسلام لأن الابتداء إعزازاً لهم ولا يجوز إعزازهم، قال النووي رحمه الله: قال بعض أصحابنا: يكره ابتدائهم بالسلام ولا يحرم وهو ضعيف لأن النهي للتحريم فالصواب تحريم ابتداء هم، وحكى القاضي عياض عن جماعة أنه يجوز الابتداء للضرورة والحاجة . (۱۳/۵۸۹)

ما في " المحيط البرهاني " : وعن علي رضي الله عنه أنه قال :" لا يسلم على اليهود والنصارى والمجوس ". وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي وإن كان له حاجة فلا بأس بالسلام عليه ، لأن النهي عن السلام عليه لتوقيره ولا توقير للذمي إذا كان السلام لحاجة ، ويكره مصافحة الذمي لأن فيه توقير الذمي ولا بأس برد السلام على أهل الذمة ولكن لا يزاد على قوله وعليكم .

(۶/ ۵۹، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل الثامن في السلام)

(۳) ما في " جمع الفوائد " : عن أسماء بنت يزيد رضي الله عنها : " مر علينا النبي ﷺ في نسوة فسلم علينا ". (۳/۳۳۸ ، رقم الحديث :۷۶۸۴ ، السنن لأبي داود:ص۷۰۷ ، رقم الحديث :۵۲۰۴)=

دورانِ درس سلام کرنا مکروہ ہے

مسئلہ (۲۰۹): دورانِ درس جب استاذ کی تقریر جاری ہو، یا وعظ وتقریر کی مجلس میں وعظ ونصیحت جاری ہو، تو ایسی صورت میں بعد میں آنے والا سلام نہ کرے، کیوں کہ ایسے وقت سلام کرنا مکروہ ہے، اگر کسی نے ناواقفیت کی بنا پر سلام کرلیا تو حاضرین پر جواب دینا واجب نہیں۔ (۱)

= ما في " بذل المجهود " : قال ابن الملك : وهو مختص بالنبي ﷺ لأمنه من الوقوع في الفتنة وأما غيره فيكره له أن يسلم على المرأة الأجنبية إلا أن تكون عجوزاً بعيدة من مظنة الفتنة . وقال الحليمي : كان النبي ﷺ ماموناً عن الفتنة فمن وثق من نفسه بالسلامة فليسلم وإلا فالصمت أسلم . (۱۳/ ۵۸۸)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره السلام عند قراء ة القرآن جهراً وكذا عند مذاكرة العلم وعند الأذان والإقامة والصحيح أنه لا يرد في هذه المواضع أيضاً . (۳۲۵/۵ ، كتاب الكراهية)

ما في " الدر المختار مع الشامية " :

سَلامُکَ مَكرُوهٌ على مَن ستُسمِعُ
ومِن بعدِ ما أبْدَى يُسنُّ ويُشرَعُ
مُصَلٍّ وتالٍ ذاكرٌ ومُحدِّثٌ
خطيبٌ ومَن يُصغيُ إليهم ويَسمَعُ
مؤذنٌ أيضاً أو مقيمٌ مدرس
كذا الأجنبياتُ الفتِيَّاتُ أمنَعُ

(۲/ ۲۷۳، ۲۷۴، كتاب الصلاة، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : مر على من يقرأ القرآن أو يؤذن أو يقيم أو يخطب في الجمعة والعيدين أو على جماعة يشتغلون بالصلاة لا يسلم إلا إذا كان فيهم من لا يصلي وكذا في الدرس والاشتغال بفصل القضايا . اهـ. (۳۵۴/۶ ، نوع في السلام) =

دوستی یا دشمنی کا معیار شریعت کی روشنی میں

مسئلہ (۲۱۰): اللہ تعالی نے انسان کو یہ صلاحیت بخشی کہ انسانوں کے ساتھ سچے رشتے قائم کرے اور وہ رشتے جو خون کے نہیں ہوتے ان میں دوستی کا رشتہ سب سے پاکیزہ، مضبوط اور خوبصورت ہوتا ہے۔

اچھے لوگوں کی دوستی نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی مفید ہوتی ہے اور بروں کی دوستی نہ صرف دنیا میں مضر بلکہ آخرت میں بھی باعثِ حسرت وندامت ہوگی، آدمی قدرتی طور پر اپنے ہم نشین کی عادت واخلاق کو اور اعمال سے متاثر ہوتا ہے، اس لیے اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ نے اچھے دوستوں کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ (۱)

= ما في " البحر الرائق " : ثم اعلم أنه يكره السلام على المصلي والقاري والجالس للقضاء أو البحث في الفقه أو التخلي ، ولو سلم عليهم لا يجب عليهم الرد لأنه في غير محله . كذا ذكر الشارح .
(۲/۱۶ ، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، النهر الفائق: ۱/۲۷۱، تبيين الحقائق : ۱/۳۹۵)

الجحة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصٰدقين﴾ . (سورة التوبة : ۱۱۹)
ما في " صفوة التفاسير" تحت هذه الآية : أي راقبوا الله في جميع أقوالكم وأفعالكم وكانوا مع أهل الصدق واليقين الذين صدقوا في الدنيا نية وقولاً وعملاً . (۱/۵۲۸)
وقال تعالى :﴿ويوم يعض الظالم على يديه يقول يليتني لم أتخذ فلاناً خليلا﴾ . (سورة الفرقان :۲۸)
ما في " التفسير الكبير " : فيه إشارة إلى خليله سماه شيطاناً لأنه أضله كما يضل الشيطٰن ثم خذله ولم ينفعه في العاقبة . (۸/۴۵۵)
وقال تعالى : ﴿الأخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو إلا المتقين﴾ . (سورة الزخرف :۶۸)

دوستی یا دشمنی کس سے ہو؟

مسئلہ (۲۱۱): دوستی یا دشمنی کے حقدار ہونے کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ لوگ جو ایسی خالص محبت اور دوستی کے حقدار ہیں کہ جن میں عداوت ونفرت کا کوئی حصہ شامل نہ ہو۔

(۲) وہ لوگ جو ایسی عداوت وبغض کے حقدار ہیں جن میں دوستی ومحبت کا کوئی عنصر شامل نہ ہو۔

(۳) وہ لوگ جو بعض وجوہات کی بناء پر محبت کئے جانے اور بعض وجوہات کے اعتبار سے نفرت وعداوت کے حقدار ہیں۔

پہلی قسم میں خالص مؤمنین جن میں سرِ فہرست حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام پھر صدیقین پھر شہداء اور صالحین داخل ہیں۔

دوسری قسم میں کفار، مشرکین، منافقین اور ملحدین داخل ہیں۔

تیسری قسم میں وہ مؤمنین داخل ہیں جن میں کچھ نافرمانیاں پائی جاتی ہیں لیکن عقیدہ صحیح ہے، یہ لوگ دولتِ ایمان کی وجہ سے محبت کئے جانے اور بعض نافرمانیوں کی وجہ سے ناراضگی کے مستحق ہیں۔ (۱)

ما في " التفسير الكبير" : والمعنى الأخلاء في الدنيا يومئذ يعني في الآخرة بعضهم لبعض عدو يعني أن الخلة إذا كانت على المعصية والكفر صارت عداوة يوم القيٰمة .(إلا المتقين) يعني الموحدين الذين يخالل بعضهم بعضاً على الإيمان والتقوى . (۲۶۱/۹)

ما في " الحديث " : " الرجل على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل ".

(السنن لأبي داود: ص ۲۶۴، كتاب الأدب ، باب من يؤمر أن يجالس)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿والذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلاً للذين آمنوا﴾ . (سورة الحشر: ۱۰) =

دوستی کی حدود

مسئلہ (۲۱۲) جب کوئی شخص کسی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ دھیرے دھیرے محبت کرے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ دوست کسی دن اس کا دشمن بن جائے، اسی طرح جب کسی کے ساتھ دشمنی کرے تو دشمنی بھی دھیرے دھیرے کرے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ دشمن کسی دن اس کا محبوب اور دوست بن جائے، یعنی دوستی ومحبت، دشمنی ونفرت ہر دو میں اعتدال رکھے، کیونکہ اللہ رب العزت نے ہر معاملہ میں اعتدال کا حکم دیا ہے۔ (۱)

= ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : هذه الآية دليل على وجوب محبة الصحابة . (۱۸/ ۳۲)

ما في " الحديث " : عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه : " ولا تصاحب إلا مؤمناً ولا يأكل طعامک إلا تقي " . (سنن الترمذي: ۲/ ۶۵، كتاب الزهد ، باب في صحبة المؤمن)

ما في " بذل المجهود " : ولا تصاحب إلا مؤمناً أي كامل الإيمان فينفعک صحبة في الدنيا والآخرة . (۱۳/ص ۲۵۴)

وما في " القرآن الكريم ": ﴿لا تجد قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله﴾ . (سورة المجادلة : ۲۲)

ما في " الزواجر عن اقتراف الكبائر " : الشرک أخفى من دبيب النمل على الصفا في الليلة الظلماء وأدناه أن يحب على شيء من الجور ويبغض على شيء من العدل وهل الدين إلا الحب في الله والبغض في الله . (۱/ ۲۱۲)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا يجرمنكم شنآن قوم على أن لا تعدلوا، اعدلوا هو أقرب للتقوى واتقوا الله ، إن الله خبير بما تعملون﴾. (سورة المائدة:۸) =

دوستی اور دشمنی اللہ کیلئے ہونی چاہیے

مسئلہ (۲۱۳): شریعتِ اسلامیہ میں اللہ ہی کیلئے محبت اور اللہ ہی کیلئے دشمنی کوسب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جہاں بھی مطلق محبت اور دشمنی کو بیان کیا گیا ہے اس سے مراد اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی ہوتی ہے، اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص سے اس کے تقویٰ وطہارت، اطاعت اور اعمالِ صالحہ میں اشتغال کی وجہ سے محبت کی جائے، اور اس کے =

= ما في " روح المعاني " : اعدلوا أيها المؤمنون في أوليائكم وأعدائكم. (۱۲۲/۴)

ما في " تفسير المنير" : ولا يحملنكم بغض قوم وعداوتهم على ترك العدل فيهم بل استعملوا العدل في معاملتكم مع كل أحد صديقاً أو عدواً . (۴۶۸/۳)

وما في " الحديث " : " أحبب حبيبک هوناً ما ، عسٰى أن يكون بغيضک يوماً ما ، وأبغض بغيضک هوناً ما ، عسٰى أن يكون حبيبک يوماً ما ".

(السنن للترمذي : ۲۰/۲ ، كتاب البر والصلة، ما جاء في الاقتصاد في الحب والبغض، رقم الحديث : ۱۹۹۷)

ما في " تحفة الأحوذي " : أي أحببه حباً قليلاً قال في المجمع : أي حباً مقتصداً لا إفراط فيه ، ولفظ " ما " للتقليل . قال المناوي في شرح الجامع الصغير : إذ ربما انقلب ذلک بتغير الزمان والأحوال بغضاً فلا تكون قد أسرفت في حبه فتندم عليه إذا أبغضته أو حباً فلا تكون قد أسرفت في بغضه فتستحى منه إذا أحببته. (۱۲۴/۶)

ما في " روح المعاني " : العدو لا يعود ولياً حميماً بالدفع بالتي هي أحسن وإنما يحسن ظاهره فيشبه بذلک الولي الحميم ، ولعل ذلک من باب الاكتفاء بأقل اللازم وهذا بالنظر إلى الغالب وإلا فقد تزول العداوة بالكلية بذلک . (۱۹۰/۱۳)

= گناہوں میں اشتغالِ کبائر کے ارتکاب، صغائر پر اصرار اور طاعتِ خداوندی سے اعراض وانحراف کی وجہ سے نفرت کی جائے، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے ناجائز طریقہ پر کسی سے محبت کرنا یا اپنے ہوسِ نفس کے لیے کسی سے دشمنی کرنا شریعتِ اسلامیہ کی روح کے بالکل منافی ہے، کیوں کہ اسلام اس طریقہ کی محبت ودشمنی کو سختی کے ساتھ منع کرتا ہے اور اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوكم أولياء تلقون إليهم بالمودة﴾ . (الممتحنة: ١)

ما في " الحديث " :" أفضل الأعمال الحب في الله والبغض في الله ".

(السنن لأبي داود: ص ٦٣٢، كتاب السنة ، باب مجانبة أهل الهواء وبغضهم)

ما في " بذل المجهود ":أي من يحبه لايحبه إلا الله ومن يبغضه لايبغضه إلا الله، فيبغض عدوه ومخالفه وعاصيه ومنهم أهل الهواء ويحب من يطيعه ويواليه. (١٣/١٠، رقم الحديث : ٤٥٩٩)

ما في " فتح الباري " : قال البيضاوي : المراد بالحب هنا الحب العقلي الذي هو إيثار ما يقتضي العقل السليم رجحانه وإن كان على خلاف هوى النفس فإذا تأمل المرأ أن الشارع لا يأمر ولا ينهى إلا بما فيه صلاح عاجل أو خلاص آجل ، والعقل يقتضي رجحان جانب ذلك .

(١/٨٤، باب حلاوة الإيمان)

ما في " تكملة فتح الملهم " : والمراد من المتحابين بجلاله تعالى الذين أحب بعضهم بعضاً لرضا الله سبحانه وتعالى وطاعته لا لمنافع الدنيا .

(٣٦٨/٥، كتاب البر والصلة ، في فضل الحب من الله)

ما في " فتح الباري " : قال يحى بن معاذ : حقيقة الحب في الله أن لا يزيد بالبر ولا ينقص بالجفاء . (٨٦/١)=

قطعِ تعلق کا حکم

مسئلہ (۲۱۴): کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان سے تعلق ختم کردے، لیکن اگر کسی سے تعلق رکھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس سے میل جول نہ رکھے، مگر سلام کرنا نہ چھوڑے خواہ وہ سلام کا جواب نہ دیتا ہو، البتہ اگر وہ شخص یہ کہہ دے کہ آپ کے سلام کرنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو اس صورت میں سلام نہ کرے، کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور مسلمان کو تکلیف پہونچانا حرام ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ ''جس سنت سے حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو وہ واجب الترک ہے''۔ (۱)

= وقال تعالى : ﴿أرء يت من اتخذ إلٰهه هواه﴾ . (سورة الفرقان:۴۳)

ما في '' روح المعاني '' : فالآية شاملة لمن عبد غير الله تعالى حسب هواه ولمن أطاع الهوى في سائر المعاصي . (۱۱/۳٦)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في '' الحديث '' : عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ قال : لا يكون لمسلم أن يهجر مسلماً فوق ثلاثة أيام فإذا لقيه سلّم عليه ثلاث مرار كل ذلك لا يرد عليه فقد باء بإثمه.

(السنن لأبي داود :ص۶۷۳، باب في هجرة الرجال أخاه)

ما في '' المرقاة '' : وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة فى دنياه يجوز له مجانبته وبعده.'' ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه ''.

(۹/۲۳۰، كتاب الآداب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع الخ)

ما في '' موسوعة القواعد الفقهية '' : بقاعدة فقهية:'' الواجب لا يترك لسنة '' . (۱۲/۱۳۸)

(فتاوی محمودیہ:۱۹/۸۹)=

غیروں کے طریقہ کو پسند کرنے کا حکم

مسئلہ (۲۱۵): لباس وگفتار میں غیروں کی نقل، مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی مدد، ان سے طلبِ مدد، ان پر اعتماد کرنا، ان کو ہمراز ومشیر بنانا، اسلامی تاریخ کو چھوڑ کر ان کے ہاں مروجہ تاریخ کو اپنانا، ان کے تہوار میں شرکت کرنا، ان کی تہذیب وتمدن کی تعریف کرنا، ان کےعقائدِ باطلہ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان کے اخلاق ومہارت سے خوش ہونا، ان کے لئے دعائیں کرنا، یہ سب غیروں سے محبت کی علامتیں ہیں، جبکہ شریعتِ اسلامیہ نے ان سے محبت کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اس ممنوعِ شرعی سے پرہیز کریں۔ (۱)

= ما في " الشامية ": ونقل في القنية : أن العداوة بسبب الدنيا لا تمنع ما لم يفسق بسببها أو يجلب منفعة أو يدفع بها عن نفسه مضرة وهو الصحيح وعليه الاعتماد .

(۱۵۹/۱۱، كتاب الشهادات، مطلب : شهد أن الدائن أبرأهما وفلاناً عن الألف، دار الكتاب ديوبند)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ . (سورة هود:۱۱۳)

ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي " : والنهي متناول لانحطاط في هواهم والانقطاع إليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيارتهم ومداهنتهم والرضا بأعمالهم والتشبه بهم والتزيي بزيهم ومد العين إلى زهرتهم وذكرهم بما فيه تعظيم لهم .

(۳۵۰/۵، روح المعاني للآلوسي : ۲۳۱/۷)

ما في " الحديث " : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (السنن لأبي داود:ص ۵۵۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم أي في الإثم والخير ، قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخلق والشعار . (۲۲۲/۸، رقم الحديث : ۴۳۴۷) =

برتھ ڈے (Birthday) یعنی سالگرہ منانا

مسئلہ (۲۱٦): بعض حضرات اپنے چھوٹے بچوں کی یا خود کی سالگرہ مناتے ہیں یہ ایک غیر شرعی عمل اور کفار سے مشابہت ہے، نہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی اور اپنے بچوں کی سالگرہ منائی نہ صحابہ نے نہ بعد کے صالحین نے، یہ مغربی تہذیب کی دَین ہے، لہذا اس کا چھوڑنا ضروری ہے۔(۱)

= ما في " القرآن الكريم " :﴿والذين لا يشهدون الزور﴾.(سورة الفرقان :۷۲)

ما في " التفسير الكبير" : ويحتمل حضور كل موضع يجري فيه ما لا ينبغي ويدخل فيه أعياد المشركين ومجامع الفسا ق لأن من خالط أهل الشر ونظر إلى أفعالهم وحضر مجامعهم فقد شاركهم في تلك المعصية ، لأن الحضور والنظر دليل الرضا . (۴۸۵/۸)

وقال تعالى : ﴿ لا تمدن عينيک إلى ما متعنا به أزواجا منهم زهرة الحيٰوة الدنيا لنفتنهم فيه ورزق ربک خير وأبقى﴾ . (سورة طه : ۱۳۱)

وقال تعالى : ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربىٰ من بعد ما تبين لهم أنهم أصحٰب الجحيم﴾ . (سورة التوبة : ۱۱۳)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " السنن لأبي داود ": لقوله عليه السلام : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (ص۶۳۵، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم الحديث: ۴۶۲۲)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳، رقم الحديث: ۴۶۲۲)

ما في " السنن لأبي داود " : لقوله عليه السلام : " من تشبه بقوم فهو منهم ". (ص ۵۵۹) =

آتش بازی اور پٹاخے کا حکم

مسئلہ (۲۱۷): آتش بازی کرنا، پٹاخے پھوڑنا شرعاً ناجائز وحرام ہے، کیونکہ اس میں اپنے مال کو ضائع کرنا اور کافروں کی ایک مذہبی رسم میں تعاون لازم آتا ہے، اور اسلام نے ہمیں ان دونوں سے منع کیا ہے۔ (۱)

= ما في " بذل المجهود " : قال الملا علي القاري: من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تبذر تبذيرا، إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا﴾ . (سورة بنی اسرائیل : ۲۶، ۲۷)

ما في " تفسير المظهري " : قال القاضي ثناء الله العثماني الحنفي: فليس ينبغي أن يطاع، اعلم أن الشكر على ما قاله أهل التحقيق صرف النعمة في رضاء المنعم، والتبذير صرف المال في المعصية فهو ضد الشكر . (۵/۲۸۲)

ما في " مختصر تفسير ابن كثير" : قال ابن مسعود: التبذير الإنفاق في غير حق. وقال مجاهد: لو أنفق إنسان ماله كله في الحق لم يكن مبذرا ولو أنفق مداً في غير حق كان مبذرا. وقال قتادة: التبذير النفقة في معصية الله تعالى وفي غير الحق والفساد . (۲/۳۷۴)

ما في " تفسير المنير " : إن المبذرين المنفقين أموالهم في معاصي الله يشبهون في هذا الفعل القبيح الشياطين ، فهم قرناء الشياطين في الدنيا والآخرة وأشباههم في ذلك في الصفة والعمل . (۸/۶۲)

ما في " مختصر تفسير ابن كثير " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ قال الحافظ عماد الدين الدمشقي: نهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم . (۱/۴۷۸) =

مکان ودوکان پر آیاتِ قرآنیہ آویزاں کرنا

مسئلہ (۲۱۸): مکان اور دوکان میں قرآنی آیات جیسے: ﴿هذا من فضل ربي﴾ وغیرہ آویزاں کرنا یا لکھنا مکروہ ہے، اور اگر ایسی جگہ پر آویزاں کرے جہاں تصویریں ہوں یا ٹی وی (T-V) چلایا جاتا ہو تو جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس سے قرآن کی بے حرمتی ہوتی ہے۔[1]

= ما في " الصحيح لمسلم " : لقوله عليه السلام :" إن الله كره لكم ثلاثاً؛ قيل وقال وإضاعة المال وكثرة السوال". (۷٦/۲، كتاب الأقضية)

ما في " مشكاة المصابيح وكنز العمال " : لقوله عليه السلام :" أبغض الناس إلى الله ثلاثة؛ ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه ".

(ص ۱۵۰، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، كنز العمال: ۱۷/۱٦، رقم الحديث: ۴۳۸۲٦)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : بقاعدة فقهية سداً للذرائع : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً " . (ص ۴٦)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الهندية " : يكره كتابة الرقاع وإلصاقها بالأبواب لما فيه من الإهانة كذا في الكفاية. (۱۱۰/۱)

ما في " الدر المختار مع الشامية " :ويكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش. (۲۸۹/۱)

ما في " حلبي كبير " : ويكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على المصلى أي السجادة وكذا على المحاريب والجدران وما يفرش لأنه تعريض للامتهان. (ص ٦۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

ما في " حاشية الطحطاوي " : يكره كتابة القرآن أو إسم الله تعالى على ما يفرش لما فيه من ترك التعظيم وكذا على درهم ومحراب وجدار لما يخاف من سقوط الكتابة .

(ص۱۴۸، باب الحيض والنفاس والاستحاضة) =

آیت یا حدیث لکھی ہوئی پاکٹ ڈائری یا کاغذ بیت الخلاء میں لیجانا

مسئلہ(۲۱۹): جیب میں ایسی ڈائری یا کاغذ ہو جس میں قرآن شریف کی آیت یا حدیث لکھی ہوئی ہو، اسی حالت میں بیت الخلاء میں یا کسی ناپاک جگہ میں جانا مکروہِ تحریمی ہے، لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے۔ (۱)

پاکٹ سائز قرآن کو بلا وضو چھونا

مسئلہ(۲۲۰): اگر پاکٹ سائز قرآنِ کریم اس طور پر ہو کہ پاکٹ کو اس سے بسہولت الگ کیا جا سکتا ہو، تو اس پاکٹ کو بلا وضو چھونا جائز ہے اور اگر اس پاکٹ کو=

= ما في " الهندية " : ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا يرجى أن يجوز وبعضهم كرهوا ذلک مخافة السقوط تحت أقدام الناس.

(۵/۳۲۳، كتاب الكراهية، الباب الخامس)

ما في " الشامية " :بقاعدة فقهية سداً للذرائع : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " .

(۵/۲۳۳، نعمانيه)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الهندية " : إذا كان عليه خاتم وعليه شيء من القرآن مكتوب أو كتب عليه إسم الله فدخل المخرج معه يكره . (۵/۳۲۳ ، الدر المختار مع الشامية : ۱/۲۸۸)

(جامع الفتاوی:۴/۲۸۵)

ما في " المحيط البرهاني " : المحدث لا يمس المصحف ولا الدرهم الذي كتب عليه القرآن لقوله تعالى:﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ .

(۱/۷۹ ، الفصل الثاني وفيما يتصل بهذا الفصل، بيان أحكام المحدث)

= علیحدہ نہ کیا جا سکتا ہو، تو اس پاکٹ کو بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے۔ (۱)

بدنظری حرام ہے

مسئلہ (۲۲۱): ہر مرد عورت پر فرض ہے کہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں یعنی ہر وہ چیز جسکی طرف دیکھنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے اس کو نہ دیکھیں، کیونکہ بدنظری حرام ہے البتہ اگر اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے لیکن فوراً اپنی نگاہ ہٹالیں۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وقراء ة قرآن بقصده ومسّه ولو مكتوباً بالفارسية في الأصح إلا بغلافه المنفصل.......... قوله : إلا بغلافه المنفصل أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى لأن الجلد تبع له .
(۱/۴۲۳ ،كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال... الخ،
الفتاوى الهندية: ۱/۳۸، ۳۹ ، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة)
ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويجوز للمحدث أن يمس غلاف المصحف إذا كان متجافياً عنه بأن يكون شيء ثالث بين الماس والممسوس كمنديل ونحوه .... وأما مس الغلا ف المتصل بالمصحف غير المتجافي عنه فلا يحل شيء لأنه تبع للمصحف . (۱/۹۸)

الحجة علی ما قلنا

(۲) ما في القرآن الكريم : ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم إن الله خبير بما يصنعون. وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن و يحفظن فروجهن﴾ . (النور: ۳۰، ۳۱)
ما في " تفسير روح المعاني " : يحرم نظر الرجل للمرأة يحرم نظرها إليه ولو بلا شهوة ولا خوف فتنة . (۱۰/۲۰۶، سورة النور: ۳۰، ۳۱)
ما في " روح المعاني ": إن غض البصر عما يحرم النظر إليه واجب ونظر الفجأة التي لا تعمد فيها معفو عنها . (۱۰/۲۰۴) =

....

....

....

....

= مـا في " المرقاة " : قال النووي رحمه الله : عليه نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شيء من بدنها وكذلک نظر المرأة إلى الرجل سواء كان بشهوة أو بغيرها.

(٢٥٢/٦، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العوراة، رقم الحديث: ٣١٠٠)

ما في " الحديث " : " لا تتبع النظرة النظرة فإن لک الأولى وليست لک الآخرة " .

(السنن للترمذي : ١٠٦/٢ ، رقم الحديث: ٢٧٧٦ ، كتاب الآداب)

وما في " الحديث " : عن جرير بن عبد الله قال:" سألت رسول الله ﷺ عن نظر ة الفجأة فأمرني أن أصرف بصري ". (السنن للترمذي: ١٠٦/٢ ، رقم الحديث: ٢٧٧٦)

وما في " تحفة الأحوذي " : فاجاه مفاجاة إذا جائه بغتة من غير تقدم سبب فأمرني أن أصرف بصري أي لا انظر مرة ثانية لأن الأولى إذا لم تكن بالاختيار فهو معفو عنها فإذا أدام النظر أثم وعليه قوله تعالى :﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ . (٦٣/٨، رقم الحديث : ٢٧٧٦)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : بقاعدة فقهية سداً للذرائع :" إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما و تكون واجبة إذاكان المقصد واجبا " . (ص ٤٦)

ما في " الشامية " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور" . (٢٣٣/٥، نعمانيه)

ما في " البدائع " : "الوسيلة الى الحرام حرام ". (بدائع الصنائع : ٢٦٨/١)

فصل في المناظرة

(فصل مناظرہ کے بیان میں)

مناظرہ کا شرعی حکم

مسئلہ (۲۲۲): مناظرہ ایک دینی اور شرعی ضرورت بلکہ تبلیغ کی ایک خاص قسم ہے، اور جس طرح تبلیغ کی ضرورت قیامت تک باقی رہے گی، مناظرہ کی ضرورت بھی قیامت تک باقی رہے گی، کیوں کہ یہ دین ابدی ہے، اس لیے مناظرہ فی نفسہ نہ صرف جائز بلکہ کبھی واجب، کبھی مستحب اور کبھی حرام ہوتا ہے، البتہ اس کے جواز کے لیے کچھ شرائط اور اصول وضوابط ہیں، جن کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ جائز نہ ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ادع إلى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾. (سورة النحل: ۱۲۵)

ما في " تفسير الكبير للرازي " : واعلم أن الله تعالى أمر رسوله أن يدعو الناس بأحد هذه الطرق الثلاثة وهي الحكمة والموعظة الحسنة والمجادلة بالطريق الأحسن. (۲۸۶/۷)

ما في " الموسوعة الفقهية الكويتية " : واعلم أنه ذهب بعض إلى أن معرفة مجادلات الفرق الضالة ليجادلهم فرض كفاية لقوله تعالى: ﴿وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ ولأنها دفع الضرر عن المسلمين إذ يخاف أن يقعوا في اعتقاداتهم المضرة، وذا فرض كفاية على من لم يكن مظنة الوقوع فيه، وفرض عين على من كان كذلک ...... (وفيها أيضاً)..... يختلف حكم المناظرة باختلاف الحالات التي تجري فيها، أولا الوجوب، ثانياً الندب، ثالثاً الحرمة.

(۳۹/۷۵، ۷۶، وزارة الأوقاف والشؤن الإسلامية كويت) =

....

....

....

....

= ما في "تفسير المظهري" : (وجادلهم) أي خاصم الناس وناظرهم (بالتي هي أحسن) أي بالخصومة التي هي أحسن الخصومات وهي المناظرة على وجه لا يتطرق إليه طغيان النفس ولا وسواس الشيطان بل يكون خالصاً لوجه الله وإعلاء كلمته .

(۲۴۵/۵، التفسير المنير:۵۹۳/۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : المناظرة في العلم لنصرة الحق عبادة ولأحد ثلاثة حرام لقهر مسلم وإظهار علم ونيل دنيا أو مال أو قبول .

(۵۱۷/۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : المناظرة التي تمت بين إبراهيم وبين النمرود الذي ادعها الربوبية، وذلک فی قوله تعالی : ﴿ألم تر إلى الذي حآجّ إبراهيم في ربه أن آتٰه الله الملک ...... إذ قال إبراهيم ربي الذي يحي ويميت﴾.......... ومناظرة موسى مع فرعون قال فرعون : وما رب العالمين ؟ قال: رب السمٰوٰت والأرض وما بينهما إن كنتم مؤقنين .

(۳۹/۷۴)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة أي أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص ۴۶)

مناظرہ کرنا کب واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ (۲۲۳) جب اہلِ باطل متردد اور حق کا طالب ہو اور عقائدِ اسلامیہ ومسائلِ قطعیہ سے متعلق اپنے شکوک وشبہات کو صاف کرنا چاہتا ہے اور اس غرض سے گفتگو یا مناظرہ کی دعوت دیتا ہے، تو جو شخص حق کی تائید پر قادر اور اہلِ باطل سے مناظرہ کا عالم ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی شخص اس کا اہل نہیں ہے تو اس پر اس کے ساتھ مناظرہ کرنا فرضِ عین ہے، اور اگر اس کے علاوہ اور بھی لوگ اس کی اہلیت وقدرت رکھتے ہوں تو ان کے لیے مناظرہ کرنا فرضِ کفایہ ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية الكويتية " : تكون المناظرة واجبة في حالات : منها نصرة الحق بإقامة الحجج العلمية والبراهين القاطعة وحل المشكلات في الدين عن تمويهات المبتدعين ومعضلات الملحدين .... وهي فرض عين إذا لم يوجد سوى عالم واحد وكان أهلاً للمناظرة في الحالات التي تجب فيها .... وتكون فرض كفاية في حالات : منها إذا كان هناك من أهل العلم غير واحد قادر على المناظرات الواجبات.

(۳۹/ ۷٦ ، احکام مناظرہ: علامہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ: ص۱۲)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهية والندب والإباحة أي " أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً " فالزنا محرم ممنوع ولذلك حرمت ذرائعه ووسائله ، ومنها الخلوة بشهوة ، والجمعة واجبة لازمة ولذلك وجب فعل ذرائعها ووسائلها ومنها السعي والتطهر والنية . (ص: ٤٦)

مناظرہ کرنا کب حرام ہے؟

(۲۲۴) اگر مناظرہ کا مقصد حق کو مٹانا اور باطل کو سر بلند کرنا ہو یا کسی مسلمان پر غلبہ حاصل کرنا اور اس کی تذلیل وتحقیر ہو یا دنیا، مال اور قبولیتِ عامہ حاصل کرنا ہو تو ایسا مناظرہ کرنا حرام ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : المناظرة في العلم لنصرة الحق عبادة ولأحد ثلاثة حرام : لقهر مسلم ، وإظهار علم ، ونيل دنيا أو مال أو قبول.

(۹/۵۱۷، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

وما في " الموسوعة الفقهية الكويتية " : تكون المناظرة محرمة في حالات : منها طمس الحق ودفع باطل وقهر مسلم وإظهار علم ونيل دنيا أو مال أو قبول . (۳۹/۶۷) (احکام مناظر:ص۱۳)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهية والندب والإباحة أي " أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً " فالزنا محرم ممنوع ولذلك حرمت ذرائعه ووسائله ، ومنها الخلوة بشهوة ، والجمعة واجبة لازمة ولذلك وجب فعل ذرائعها ووسائلها ومنها السعي والتطهر والنية . (ص: ۴۶)

مناظرہ کرنا کب مستحب ہے؟

مسئلہ (۲۲۵) جب مناظرہ کا مقصد تاکید وتائیدِ حق ہو اور جس اہلِ باطل متردد کے ساتھ مناظرہ کیا جارہا ہے، اس کے قبولِ اسلام کی امید ہو تو اس صورت میں مناظرہ کرنا مستحب ہوگا۔ (۱)

مناظرہ کے آداب

مسئلہ (۲۲۶) مناظرہ میں آدابِ مناظرہ کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں:

۱/......مناظرہ کا مقصد اظہارِ حق ہو۔

۲/......مناظر ایجاز واختصار اور غیر مانوس کلام سے پرہیز کرے، تاکہ فہم میں مخل نہ ہو۔

۳/......کلام اتنا طویل نہ ہو کہ اکتاہٹ لازم آئے۔

۴/......ایسے الفاظ استعمال نہ کرے جو دو معنی کا احتمال رکھتے ہیں۔

۵/......فریقِ مخالف کی بات کو پوری طرح سمجھنے سے پہلے درمیان میں کلام شروع نہ کرے، اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو اس سے دوبارہ پوچھ لے۔=

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في" الموسوعة الفقهية الكويتية ": والمناظرة تكون مندوبة في حالات: منها تاكيد الحق وتأييده ومع غير المسلمين الذين يرجى إسلامهم . (۳۹/۷٦)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي ": إن الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهية والندب والإباحة أي " أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً " فالزنا محرم ممنوع ولذلك حرمت ذرائعه ووسائله ، ومنها الخلوة بشهوة ، والجمعة واجبة لازمة ولذلك وجب فعل ذرائعها ووسائلها ومنها السعي والتطهر والنية . (ص: ٤٦)

=۶/......اپنے مقصود سے نہ ہٹے۔

۷/......ہنسی، مذاق، بلند آواز سے کلام اور سفاہت (بیوقوفی) سے پرہیز کرے، کیوں کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے جاہل لوگ اپنی جہالت کو چھپاتے ہیں۔

۸/......بارعب اور محترم شخصیت مثلاً استاذ سے مناظرہ نہ کرے، کیوں کہ رعب اور احترام بسا اوقات مناظر کی دقتِ نظری اور حدتِ ذہنی کو زائل کردیتی ہے۔

۹/......فریقِ مخالف کو حقیر نہ سمجھے، کیوں کہ اس صورت میں مناظر سے ایسا کلام صادر ہوگا جس کی وجہ سے فریقِ مخالف غالب آسکتا ہے۔

۱۰/......بدگوئی، تلخ کلامی سے پرہیز کرے، ورنہ اہلِ مجلس اس سے نفرت کریں گے۔(۱)

الحجة على ما قلنا

(۱) ما في "الموسوعة الفقهية الكويتية": للمناظرة آداب عشرة: الأول: إرادة إظهار الحق، قال الإمام الشافعي رحمه الله: ما ناظرت أحداً إلا وددت أن يظهر الله الحق على يديه، وجاء في الشامية: المناظرة في العلم لنصرة الحق عبادة، الثاني: أن يحترز المناظر عن الإيجاز والاختصار والكلام الأجنبي لئلا يكون مخلاً بالفهم. الثالث: أن يحترز عن التطويل في المقال لئلا يؤدي إلى الملال. الرابع: أن يحترز عن الألفاظ الغريبة في البحث. الخامس: أن يحترز عن استعمال الألفاظ المحتملة لمعنيين، السادس: أن يحترز عن الدخول في كلام الخصم قبل الفهم بتمامه وإن افتقر إلى إعادته ثانياً فلا بأس بالاستفسار عنه إذ الداخل في الكلام قبل الفهم أقبح من الاستفسار. السابع: أن يحترز عما لا مدخل له في المقصود بالا يلزم البعد عن المقصود. الثامن: أن يحترز عن الضحك ورفع الصوت والسفاهة فإن الجهال يسترون بها جهلهم، التاسع: أن يحترز عن المناظرة مع من كان مهيباً ومحترماً كالأستاذ، إذ مهابة الخصم واحترامه ربما تزيل دقة نظر المناظر وحدة ذهنه. العاشر: أن يحترز عن أن يحسب الخصم حقيراً لئلا يصدر كلام يغلب به الخصم عليه. (۳۹/۷۷،۷۸، تحفة المناظر: ص ۴۹)

(عقائد مذاہب باطلہ: ص۲۲)

تمت بالخیر

مصادر ومراجع

رقم	اسماء الکتب	اسماء المصنفین	مکتبہ
	کتبِ عقائد		
۱	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	دار المعرفۃ بیروت
۲	شرح الفقہ الأکبر	شیخ ملا علی قاری	مکتبہ حقانیہ ملتان دار الکتب العلمیہ بیروت
۳	القول المفید علی کتاب التوحید	دکتور محمد بن صالح عثیمین	دار ابن جوزی
۴	ابانۃ عن اصول الدیانۃ	امام ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری	دار ابن حزم
	کتبِ تفاسیر		
۵	جامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ احمد انصاری قرطبی	طبع غزالی/مناہل العرفان
۶	حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی	عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۷	البحر المحیط	امام ابو حیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۹	تفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	طبع زکریا/احیاء التراث
۱۱	تفسیر طبری	امام محمد بن جریر طبری	دار المعرفۃ بیروت
۱۲	الدر المنثور فی التفسیر المأثور	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ
۱۳	احکام القرآن للتھانوی	مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ القرآن پاکستان
۱۴	احکام القرآن	امام عبد الشکور ترمذی	اشرف التحقیق کراچی

۱۵	معارف التفکر والتدبر	عبد الرحمٰن حبنکہ میدانی	دار القلم دمشق
۱۶	فتح القدیر فی علم التفسیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۷	أحکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۱۸	معارف القرآن (اردو)	مفتی محمد شفیع عثمانی	فرید بکڈ پو دیوبند

کتبِ احادیث

۱۹	الصحیح البخاری	امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ بلال دیوبند
۲۰	الصحیح المسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	بلال دیوبند
۲۱	تحفۃ الأحوذی	عبد الرحمٰن مبارکپوری	دار احیاء التراث العربی
۲۲	سنن أبی داود	امام ابوداود سجستانی	بلال دیوبند
۲۳	السنن النسائی	امام ابوعبد الرحمٰن بن شعیب بن علی نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۲۴	سنن ابن ماجۃ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
۲۵	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۲۶	مصنف ابن أبی شیبۃ	امام عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۷	مصنف عبد الرزاق	حافظ ابی بکر عبد الرزاق ابن ہمام صنعانی	المجلس العلمی
۲۸	سبل السلام شرح بلوغ المرام	علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی	دار الجیل بیروت
۲۹	شعب الایمان للبیہقی	امام ابوبکر بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۰	معارف السنن شرح سنن الترمذی	علامہ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی
۳۱	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ
۳۲	بذل المجہود	علامہ شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت
۳۳	اوجز المسالک	شیخ محمد زکریا کاندھلوی	دار القلم دمشق
۳۴	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

۳۵	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۶	المعجم الاوسط للطبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۷	نیل الاوطار	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ
۳۸	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی مالکی	دار الکتب العلمیۃ
۳۹	السنن الدارمی	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	دار الایمان سہارنفور
۴۰	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نور الدین ہیثمی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۱	مسند الامام احمد	امام احمد بن حنبل	دار الحدیث قاہرہ
۴۲	عون المعبود بشرح سنن ابی داود	ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	دار احیاء التراث العربی
۴۳	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۴	شرح صحیح مسلم	امام نووی	دار احیاء التراث العربی
۴۵	موسوعۃ تکملۃ فتح الملہم مع التکملۃ	علامہ شبیر احمد عثمانی / مفتی محمد تقی عثمانی	طبع احیاء التراث / دیوبند
۴۶	التعلیق الصبیح	علامہ ادریس کاندھلوی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۴۷	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	دار السلام ریاض
۴۸	سنن الدارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	دار الایمان سہارنفور
۴۹	جمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمان	المجلس العلمی کراچی
۵۰	شرح الطیبی	شیخ شرف الدین طیبی	مکتبہ زکریا دیوبند
۵۱	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی القاری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۵۲	معجم الکبیر للطبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث العربي
۵۳	السنن الکبری للبیہقی	امام ابوبکر بیہقی	طبع بیروت / اشرفیہ ملتان
۵۴	کتاب الآثار	اما محمد بن حسن شیبانی	داالایمان سہارنفور

کتبِ اصولِ فقہ

۵۵	الموافقات فی اصول الشریعۃ	امام ابو اسحٰق شاطبی	دار المعرفۃ/ دار احیاء التراث
۵۶	اعلام الموقعین	امام ابن قیم جوزی	دار احیاء التراث العربي
۵۷	الاشباہ والنظائر	امام جلال الدین سیوطی	داالکتب العلمیۃ
۵۸	الاشباہ والنظائر	امام زین الدین معروف با بن نجیم مصری	فقیہ الامت دیوبند
۵۹	درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام	علی حیدر استنبول ترکی	دار الجیل بیروت
۶۰	شرح المجلۃ	سلیم رستم باز لبنانی	دار احیاء التراث العربی
۶۱	المقاصد الشرعیۃ	شیخ نور الدین خادمی	دار اشبیلیا للنشر والتوزیع
۶۲	موسوعۃ مصطلحات اصول الفقہ	دکتور رفیق عجم	مکتبہ لبنان ناشرون

کتبِ قواعدِ فقہ

۶۳	القواعد والضوابط الفقہیۃ لاحکام البیع	دکتور عبد المجید عبد اللہ د	دار النفائس اردن
۶۴	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد ندوی	مطبوعہ بیروت
۶۵	موسوعۃ القواعد الفقہیۃ	شیخ ابو حارث غزی	وزارۃ الاوقاف (کویت)
۶۶	قواعد الفقہ	مفتی عمیم الاحسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند

کتبِ فقہ وفتاویٰ

۶۷	فتاوی محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی پاکستان
۶۸	امداد الفتاوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
۶۹	فتاوی عثمانی	مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ معارف القرآن کراچی
۷۰	خیر الفتاوی	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبۃ الحق جوگیشوری ممبئ
۷۱	فتاوی بینات	مجلس دعوت وتحقیق اسلامی	مکتبہ بینات
۷۲	فتاوی رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاِشاعت کراچی

۷۳	کفایۃ المفتی	مفتی کفایت اللہ	دارالاِشاعت پاکستان
۷۴	فتاوی دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیزالرحمٰن عثمانی	شائع کردہ دارالعلوم دیوبند
۷۵	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد پاکستان	دارالاِشاعت دیوبند
۷۶	فتاوی حقانیہ	مولانا عبدالحق پاکستان	دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ پاکستان
۷۷	فتاوی دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیزالرحمٰن عثمانی	شائع کردہ دارالعلوم دیوبند
۷۸	کتاب الفتاوی	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۷۹	نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
۸۰	فتاوی امارت شرعیہ	فقیہ زمن قاضی مجاہدالاسلام قاسمی	امارت شرعیہ (بہار)
۸۱	جامع الفتاوی	مولانا مہربان علی بڑوتوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۸۲	فتاوی یوسفیہ	مولانا یوسف تاولی	مکتبہ فقیہ الامت
۸۳	فتاویٰ عبدالحی	علامہ عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۸۴	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۸۵	جدید فقہی مسائل	// // //	// // //
۸۶	مالابدمنہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ بلال دیوبند
۸۷	فتاوی قاضی	فقیہ زمن قاضی مجاہدالاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشنز
۸۸	ردالمحتار (المعروف بالشامیۃ)	علامہ محقق محمد امین شہیر بابن عابدین شامی	طبع بیروت/ دارالکتاب دیوبند
۸۹	الدرالمختار مع ردالمحتار	علامہ علاءالدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۰	تنویرالابصار مع الدروالرد	امام محمد بن عبداللہ تمرتاشی	دارالکتاب دیوبند

۹۱	البحر الرائق	علامہ زین الدین معروف بابن نجیم	دارالکتاب دیوبند
۹۲	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	دارالکتاب دیوبند
۹۳	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام وجماعۃ من علماء الہند الاعلام	مکتبہ زکریا دیوبند
۹۴	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیہ	وزارۃ الاوقاف (کویت)
۹۵	المختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	مکتبہ بلال دیوبند
۹۶	حلبی کبیر	علامہ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان
۹۷	البنایہ شرح الہدایۃ	علامہ محمد محمود بن احمد عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۹۸	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود حنفی	طبع بیروت/ پاکستان
۹۹	نور الایضاح	علامہ شرنبلالی	مکتبہ عصریہ بیروت
۱۰۰	حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	شیخ الہند/ اشرفیہ دیوبند
۱۰۱	خلاصۃ الفتاوی	امام طاہر بن عبد الرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۲	السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ	علامہ محمد عبد الحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۰۳	منیۃ المصلی	شیخ محمد عبد الاحد	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۰۴	الفقہ الاسلامی وأدلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۵	کتاب المبسوط	امام شمس الدین سرخسی	دارالکتب العلمیۃ
۱۰۶	العنایۃ شرح الہدایۃ	امام اکمل الدین بابرتی	// // //
۱۰۷	جامع الاحکام الفقہی	دکتور فرید عبد العزیز جندی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۸	الجوہرۃ النیرۃ	علامہ ابی بکر بن علی حداد	المکتبۃ التھانوی دیوبند

۱۰۹	فتح باب العنایۃ	امام نور الدین ہروی قاری	دار ارقم
۱۱۰	المحیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بخاری	دار احیاء التراث
۱۱۱	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	امام عبد الحمید محمود طہماز	دار القلم دمشق
۱۱۲	الموسوعۃ الفقہیۃ المقارنۃ التجرید	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	دار السلام قاہرہ
۱۱۳	کتاب الفقہ علی مذاہب الأربعۃ	امام عبد الرحمٰن بن معوض جزیری	دار احیاء التراث العربی
۱۱۴	مجمع البحرین وملتقی النیرین	امام مظفر الدین معروف بابن ساعاتی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۵	مختصر الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبد اللہ بن مسعود	// // //
۱۱٦	مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	شیخ عبد الرحمٰن بن محمد مدعو بشیخی زادہ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۷	الدر المنتقی شرح ملتقی الابحر	شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	// // //
۱۱۸	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۹	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شیخ شلبی	دار الکتب العلمیۃ
۱۲۰	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دار الإیمان سہارنفور
۱۲۱	الفتاوی الولوالجیۃ	امام ابو فتح ظہیر الدین الولوالجی	دار الإیمان سہارنفور
۱۲۲	نصب الرأیۃ	علامہ جمال الدین زیلعی	داالایمان سہارنفور
۱۲۳	فتاوی النوازل	فقیہ ابو اللیث سمرقندی	دار الایمان سہارنفور
۱۲۴	النتف فی الفتاوی	امام ابو الحسن علی بن الحسین سغدی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۵	الفتاوی التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء دہلوی ہندی	دار الایمان سہارنپور
۱۲٦	فتاوی معاصرہ	دکتور وہبہ زحیلی	داالفکر دمشق

۱۲۷	احکام المسابقات	عبد الصمد بن محمد بلحاجی	دار النفائس اردن
۱۲۸	الألعاب الریاضیۃ	علی حسین امین یونس	// // //
۱۲۹	فتاوی قاضیخان علی ہامش الہندیۃ	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۳۰	فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیۃ	حافظ الدین محمد بن محمد معروف بابن بزاز	// // //
۱۳۱	التصحیح والترجیح	امام قاسم بن قطلو بغا	دار الکتب العلمیۃ
۱۳۲	مجمع الضمانات	دکتور غیاث الدین ابومحمد بغدادی حنفی	مکتبہ مشکاۃ اسلامیۃ
۱۳۳	الفقہ الحنفی وأدلتہ	شیخ محمد سعید صاغرجی	ادارۃ القرآن والاِسلامیۃ
۱۳۴	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ محمد امین شہیر بابن عابدین الشامی	دار الکتاب دیوبند
۱۳۵	شرح عقود رسم المفتی	// // //	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۳۶	اغلاط العوام	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	شمس پبلیشرز دیوبند
۱۳۷	حاشیۃ الہدایۃ	علامہ عبد الحی لکھنوی	یاسر یا ندیم اینڈ کمپنی
۱۳۸	شرح کتاب السیر الکبیر	امام محمد بن حسن شیبانی	دار الکتب العلمیۃ
۱۳۹	الملتقط فی فروع الحنفیۃ	امام ناصر الدین محمد بن یوسف سمرقندی	دار الایمان سہارنفور
۱۴۰	مالابدمنہ	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	
۱۴۱	نوازل فقہیۃ معاصرۃ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبۃ الصحوۃ الکویت
۱۴۲	حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی	مکتبہ شیخ الہند دیوبند

کتبِ متفرقہ

۱۴۳	العقد الثمین فی تاریخ بلد الامین	امام محمد بن احمد حسنی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

۱۴۴	الکامل فی التاریخ	ابن اثیر	
۱۴۵	معجم لغۃ الفقہاء	شیخ محمد رواس قلعہ جی حامد صادق	ادارۃ القرآن کراتشی
۱۴۶	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف جرجانی	دار الکتب العلیمۃ
۱۴۷	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۱۴۸	عقائد مذاہب باطلہ	مرتب ابومعاذ اخوندزادہ	مکتبہ عکاظ دیوبند
۱۴۹	احکام مناظرہ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	مکتبہ سعدیہ کراچی
۱۵۰	تحفۃ المناظر	شیخ منظور احمد مینگل	// // //